عظیم
مسلمان
مائیں
سکندر نقشبندی

عظیم
مسلمان
مائیں
سید سبط سکندر نقوی
حنفی نقشبندی مجددی

نام کتاب: عظیم مسلمان مائیں

تالیف: سکندر نقشبندی

ٹیلیفون: (001) 647 890 1317

sikander.naqshbandi@gmail.com

Link:https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

سرورق: سید حماد الرحمان - ٹورنٹو کینیڈا

پروف ریڈنگ: محترم امیر قادر ۔ مسی ساگا ۔ کینیڈا

تعداد:

سنِ طباعت: 2024ء

قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست کی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285

نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712

عبد الرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001) 703-785-4737

منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151

قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640

سید عباد الرحمان (کیلگری AB کینیڈا) (001) 403-926-5171

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظیم مسلمان مائیں

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

*****

ماں

ماں وہ ہستی ہے جس کی پیشانی پر نور، آنکھوں میں ٹھنڈک، الفاظ میں محبت، آغوش میں دنیا بھر کا سکون، ہاتھوں میں شفقت اور پیروں تلے جنت ہے

عرضِ مؤلف

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُ ہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسَنَاوَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مِنۡ یَّھۡدِ ہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مِنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِ یَ لَہٗ وَ نَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَ ہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُ ہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا ☆

اَمَّا بَعۡدُ

فَاعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَضَی رَبُّکَ أَلَّا تَعۡبُدُوا إِلَّا إِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ إِحۡسَاناً إِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِندَکَ الۡکِبَرَ أَحَدُھُمَا أَوۡ کِلاَھُمَا فَلاَ تَقُل لَّھُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنۡھَرۡھُمَا وَقُل لَّھُمَا قَوۡلاً کَرِیۡماً (23)وَاخۡفِضۡ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَقُل رَّبِّ ارۡحَمۡھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیۡ صَغِیۡراً (24)

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو **اف** تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔ اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت کے ساتھ پرورش کی ہے تو بھی ان کے حال پر رحم فرما۔

(سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳ ۔ ۲۴)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

انسانیت کی زبانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور پیارا لفظ " ماں " ہے اور پکارنے میں سب سے زیادہ ہر دل عزیز لفظ " میری ماں " ہے۔ یہ ایک لفظ ہے جس میں محبت، امید اور شفقت کا بھرپور اظہار رہوتا ہے۔ ماں وہ ہستی ہے

جس کے قدموں تلے جنت ہے۔ ماں جب دعا کرتی ہے تو اس کی پکار آسمانوں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی محبت کا پیمانہ ماں ہی کو بنایا۔

انسان جب تکلیف میں ہوتا ہے تو اس کے منہ سے ہائے ماں کا ہی لفظ نکلتا ہے۔ ماں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے جو ہمیں دنیا میں لانے کا سبب بنتی ہے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہماری تربیت اور حفاظت کرتا ہے۔ کوئی بھی انسان ماں سے زیادہ شفقت اور محبت کرنے والا نہیں ہوسکتا۔ ماں کو قربانی اور محبت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ وہ اپنے بچے کی بہتری اور خوشی کے لئے خود تکالیف اور مشقت اٹھا لیتی ہے۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ ان عظیم ماؤں کا تذکرہ کیا جائے جنھوں نے اپنے بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کر کے ان کو عظیم اور مشہور انسان بنایا۔ ان عظیم ہستیوں کے ان مقامات تک پہنچے میں ان کی ماؤں کا بہت بڑا دخل ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ قرآن، احادیث و سنت رسول ﷺ اور اقوالِ صحابہ اور صحیح روایت کی روشنی میں حالات و واقعات پیش کئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو سرخرو کرے، صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق عقائد رکھنے اور صحیح بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان عظیم ہستیوں کے نقش قدم پر چلائے اور اپنی اصلاح کرنے کی فکر نصیب فرمائے اور ہمارے دلوں کے فساد کی اصلاح فرما دے اور ہمیں ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

قارئین سے ایک گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب سے صحیح معنی میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کا سرسری مطالعہ نہ کریں۔ اس میں بعض جگہ قارئین کو لگے گا کہ مضمون کی تکرار ہے یعنی یہ غلطی سے نہیں ہے بلکہ قصداً رکھا گیا ہے تا کہ بات قارئین کی اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ، اس کے محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اور میرے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان دامت برکاتہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں میری کوتاہیوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں دین کی سمجھ دے اور صحابہ کرام ؓ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دے۔ آمین

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْب ﴾

(سورۃ ھود ۔ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

طالب دعا
سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)
16/شوال 1445ھ بروز جمعرات
بمطابق 25/ اپریل 2024ء
کیلگیری ۔ کینیڈا
Tel: (001) 647 890 1317
Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Link:https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

حضرت حواؑ علیہ السلام

(بنی نوع انسان کی والدہ)

اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرایا۔ آپ جنت میں اکیلے انسان تھے۔ آپ تنہائی محسوس کرتے تھے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر نیند غالب کر دی اور آپؑ سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دائیں طرف کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکال کر اس سے حضرت حواؑ کو پیدا کر دیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی نکالی ہوئی پسلی کی جگہ کو گوشت سے بھر دیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نیند سے جاگے تو آپ نے اپنے سر کے پاس حضرت حوا علیہا السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں عورت ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم کیوں پیدا کی گئی ہو۔ انہوں نے فرمایا! اس لئے کہ آپ مجھ سے سکون حاصل کریں اور میں آپ سے۔ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا!" حوا" اس لئے کہ یہ حیّ (زندہ) سے پیدا کی گئی ہیں۔ (روح البیان، ج ا ص ۷۳)

عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے سکون کے لئے پیدا کیا اور مرد کو عورت کے سکون کے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا!

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (21)

(سورۃ الروم ۔ ۲۱)

اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی ہے۔ جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں نشانیاں ہیں۔

میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے لئے سکون حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ سکون اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب بیوی اپنے شوہر کو شوہر اور شوہر اپنی بیوی کو بیوی سمجھے۔ اور اگر بیوی شوہر بننے لگے اور کہنے لگے کہ میں بھی اپنے میاں کے دوش بدوش چلوں گی تو پھر سکون کا حصول مشکل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کی پیدائش مرد کی پسلی سے کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے، اس سے نرمی اختیار کیا کرو کیوں کہ پسلی کو سختی سے سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ اس کا ٹوٹنا طلاق ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص۲۷۲)

تاریخی روایات میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا کی

شادی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں کر دی تھی۔ ان کی ایک سو بیس (۱۲۰) اولاد تھیں جن میں حضرت شیث علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ ان کے علاوہ ہابیل اور قابیل کے نام بھی کتابوں میں آتے ہیں۔

حضرت حوا (علیہ السلام) کے ایک حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی سے نکاح ہوتا تھا۔ کیونکہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد تھے اس لئے ان کے نکاح کی اللہ تعالیٰ نے یہ صورت کر رکھی تھی۔ حضرت بی بی حواؑ کے ایک حمل میں قابیل اور اقلیما پیدا ہوئے اور دوسرے حمل میں ہابیل اور یہودا پیدا ہوئے۔ قابیل کی بہن اقلیما ہابیل کی بہن یہودا سے زیادہ خوبصورت تھی۔ حضرت آدمؑ نے اللہ کے حکم کے مطابق قابیل کا نکاح یہودا سے اور ہابیل کا نکاح اقلیما سے کرنا چاہا لیکن قابیل اس بات پر راضی نہ ہوا۔ حضرت آدمؑ نے قابیل کو سمجھایا کہ اس کا نکاح اقلیما سے جائز نہیں ہے۔ اس پر قابیل نے کہا کہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے اللہ کا ایسا کوئی حکم نہیں ہے۔ اس پر حضرت آدمؑ نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی اس کی بات مانی جائے گی۔ اس وقت کا یہ دستور تھا کی قربانی کی چیز ایک پہاڑ پر رکھ دی جاتی تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ آتی تھی اور جس کی قربانی قبول ہوتی تھی اس کو جلا ڈالتی تھی۔ قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا اور دمشق کے مضافات " قینیہ " میں رہتا تھا، اس نے گندم کا ڈھیر رکھ دیا اور ہابیل نے بھیڑ بکریاں پالی ہوئی تھیں اور یہ دمشق کے مضافات " قریہ سطرا " میں رہتا تھا،

اس نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کردی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کے گندم کو چھوڑ دیا۔ اس پر قابیل کے دل میں حسد پیدا ہو گیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام مکہ مکرمہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل سے کہا کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ ہابیل کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ تیری قربانی قبول ہوگئی اور میری نہیں ہوئی اور اقلیما کا تو مستحق ٹھہرا ہے۔ اس میں میری ذلت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے!

لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لَأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (28)إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاء الظَّالِمِينَ (29)

(سورۃ المائدہ: ۲۸ ـ ۲۹)

اگر تو مجھ کو قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں تو پروردگار سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر لے لے۔ پھر تو اہل دوزخ میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

ہابیل نے کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھ پر ہرگز ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ آخر کار قابیل نے ہابیل کو

قتل کر دیا۔

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ٥

(سورۃ المائدہ: ۳۰)

تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی، لہٰذا اس نے اسے قتل کر دیا اور نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا۔

پھر وہ اس کی لاش کو چھپانے کے لئے پریشان ہوا کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہیں تھا۔ یہ پہلا انسان تھا جس کی موت ہوئی وہ بھی بے گناہی میں قتل سے۔ قابیل ہابیل کی لاش کو کندھے پر رکھ کر اس کو چھپانے کے لئے پھرتا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو کوے دکھائے جو آپس میں لڑ رہے تھے اور اس میں سے ایک نے دوسرے کو چونچیں مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر اس کوے نے اپنی چونچ سے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور میں اس مرے ہوئے کوے کو ڈال کر اس پر مٹی ڈال دی۔ اس پر قابیل کی سمجھ میں آیا کہ اسے بھی ہابیل کی لاش کو اسی طرح دفن کر دینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے بھی ہابیل کی لاش کو زمین کھود کر دفن کر دیا۔

اللہ رب العالمین نے حضرت حواؑ کو پیدا کرنے کے لئے یہ معاملہ اپنایا کہ "کن" (ہو جا) کہا اور "فیکون" (وہ ہو گیا)۔ قرآن کریم کی یہ آیت اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔

﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَنِسَاء﴾

(سورۃ النساء ۔ ۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی پہلے شخص حضرت آدمؑ) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورت پیدا کر کے روئے زمین میں پھیلا دئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو جنت میں رہنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دی کہ جہاں سے چاہو، جتنا چاہو کھاؤ پیو۔ لہٰذا وہ جنت میں آزادی سے جہاں چاہتے گھومتے اور جنت کی نعمتوں اور پھلوں سے فرحت حاصل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ پر وحی کی میری اس نعمت کو بھی یاد رکھو کہ میں نے اپنی مشیت خاص سے تم کو پیدا کیا اور بہترین بشری صورت بخشی۔ تم کو خاص علم سے نوازا۔ تمہارے احترام میں فرشتوں سے سجدہ کروایا اور جنت میں تمہارا دائمی ٹھکانہ بنایا۔ اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ یہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس سے خیر و رحمت کی امید نہیں رکھنا۔ میں نے اس کو ملعون قرار دیا ہے۔ یہ تمہیں جنت سے نکلوانے کی کوشش کرے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کے قریب جانے اور اس کا پھل کھانے سے منع کیا اور اس سے بچنے کی تاکید بھی فرمائی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلاَ مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْظَّالِمِينَ (35) فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (36)

(سورۃ البقرہ: ۳۵ ـ ۳۶))

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس عیش میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ بہشت سے چلے جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور معاش مقرر کر دیا گیا ہے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ جنت کے پھل کھاتے اور باغوں میں گھومتے اور جنت کی نہروں سے ٹھنڈے اور میٹھے مشروب پیتے۔ اسی طرح وہ خوش بختی کے چشموں سے لطف اندوز ہوتے، جنت کے درختوں کے خوشگوار سایوں میں آرام کرتے۔ اللہ کے فضل و کرم سے ان نعمتوں کے ساتھ زندگی گزار

رہے تھے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ یہ سمجھ چکے تھے کہ انہیں اس درخت کے کھانے سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمادی تھی کہ(وَلاَ تَقْرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ) اس درخت کے قریب بھی نہ جاؤ تو وہ جب اس درخت کے قریب سے گزرتے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ شیطان ان کو بہکانے اور ورغلانے کی مسلسل تاک میں لگا رہتا تھا لیکن حضرت آدمؑ اس کو کامیاب نہیں ہونے دیتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان نے کہا!

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلاَ مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (19) فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْءَاتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَـذِهِ الشَّجَرَةِ إِلاَّ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ (20)وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ (21)فَدَلاَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْءَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَآنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ(22) قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (23)قَالَ اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (24)قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (25)

(سورۃ الاعراف: ۱۹ ۔ ۲۵)

اور ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور جہاں سے چاہو (اور جو چاہو) کھاؤ پیو مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ گناہگار ہو جاؤ گے۔ اور شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کے ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو۔ اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ غرض (اس مردود نے) دھوکہ دے کر ان کو مصیبت کی طرف کھینچ لیا جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو کھا لیا تو ان کے ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ درختوں کے پتے توڑ توڑ کر اپنے اوپر چپکانے لگے، تن ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا اور جتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہیا ور اگر تو ہمنیں نہیں بخشے گا اور رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا! تم بہشت سے اتر جاؤ، اب سے تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین پر ٹھکانہ اور زندگی کا سامان کر دیا ہے۔ فرمایا کہ اسی میں تمہارا جینا اور مرنا ہوگا

اور اسی میں سے قیامت کے دن نکالے جاؤ گے۔

اس بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے شیطان لعین نے قسم کھائی تو حضرت آدمؑ نے حضرت حواؑ سے کہا کہ میں اس درخت کا پھل نہیں کھاؤں گا۔ حضرت حواؑ نے کہا کہ دیکھتے نہیں کہ یہ قسم کھا کر کہہ رہا ہے کہ یہ ہمارا خیر خواہ ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے انہوں نے کسی کو قسم کھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور نہ وہ یہ جانتے تھے کہ کوئی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔

امام ابوعبداللہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پہلے شیطان نے حضرت حواؑ کو اس درخت کا پھل کھانے کی ترغیب دی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی چیز کی شدید خواہش انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔

حضرت بی بی حواؑ نے حضرت آدمؑ سے اس پھل کو کھانے کے لئے کہا تو حضرت آدمؑ نے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد یاد دلایا اور سختی سے بی بی حواؑ کو اسے کھانے سے روکا۔ بی بی حواؑ نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ اچھا پہلے میں کھا کر دیکھتی ہوں۔ اگر مجھے نقصان ہوا تو پھر آپ نہیں کھائیے گا۔ لہٰذا بی بی حواؑ نے اسے کھا لیا اور دیکھا کہ انہیں کوئی نقصان نہیں ہوا تو وہ حضرت آدمؑ کے پاس آ کر کہنے لگیں کہ میں نے وہ پھل کھایا ہے مجھے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ آپ بھی اسے کھا لیجئے۔ ان کے بے حد اصرار پر حضرت آدمؑ نے بھی وہ پھل کھا لیا۔ ان کا خیال تھا کہ اب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے۔ جب دونوں نے وہ پھل کھایا

تو اب کے جنت کے لباس اتر گئے اور وہ دونوں کے بدن برہنہ ہو گئے۔ شیطان اپنے فریب میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہٹا کر نافرمانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ انہیں جنت کے درجہ سے اتار کر دنیا کے مرتبہ پر لا کھڑا کیا تھا۔ حضرت آدمؑ کے علم میں تھا کہ ایک دن انہیں مرنا ہے لیکن ان کے دل میں جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی خواہش تھی۔ شیطان کے ورغلانے اور قسم کھانے سے انہیں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ شیطان ان کا خیر خواہ ہے اور وہ غفلت اور بھول کا شکار ہو گئے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا شکار ہو گئے۔ جب آدمؑ اور حواؑ کو حکم عدولی پر پروردگار کی طرف سے ڈانٹ پڑی تو انہیں ان کو اللہ کا حکم یاد آیا اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کے طلب گار ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً (115)

اور ہم نے پہلے آدمؑ سے عہد لیا تھا مگر وہ اسے بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر و ثبات نہ دیکھا۔ (سورۃ طٰہٰ - ۱۱۵)

جب حضرت آدمؑ اپنی غلطی سے آگاہ ہو کر اور اس کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کر لیا بلکہ توبہ اور بخشش

کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے سکھائے اور فرمایا!

فَتَلَقَّى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (37) قُلْنَا اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (38)

(سورۃ البقرہ: ۳۷ ۔ ۳۸)

پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھ لئے اور معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قصور کو معاف کر دیا۔ بے شک وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو اس کی پیروی کرنا، جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ جنت سے نکل کر زمین پر جمعہ کے دن آئے۔ امام ابوداؤدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدمؑ پیدا ہوئے اور اسی دن زمین پر اتارے گئے اور اسی دن ان کی دعا قبول ہوئی۔ اور اسی دن فوت ہوئے اور اسی دن قیامت برپا ہو

گی۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کے زمین پر اترنے کے بارے میں مختلف روایات ہیں!

بعض تاریخی کتب میں لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان میں اتارے گئے اور حضرت حواؑ جدہ میں۔ پھر مزدلفہ میں دونوں اکٹھے ہوئے اور میدان عرفات میں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ مقام صفا میں اور حضرت حواؑ مقام مروہ میں اتارے گئے۔

حضرت حواؑ کو پہلے نبی کی بیوی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے اور پہلے مسلمان خاتون ہیں جنہوں نے ایک نبی کی کفالت میں زندگی گزارنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت آدمؑ نے زمین پر آنے کے بعد کھیتی باڑی کا پیشہ اپنایا، بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے لوہا سازی کا کام بھی سیکھا۔ حضرت حواؑ نے بھی جنت اور اس کے عیش و آرام کو چھوڑ کر اس مشقت بھری دنیا میں قدم رکھا۔ اپنے شوہر کے ساتھ دنیا کے مصائب کا مقابلہ کر کے زندگی گزارنے لگیں۔ آپ اپنے شوہر کے ساتھ رزق کے حصول کے لئے محنت کرتی تھیں۔ انہوں نے کھانا پکانا اور اون کاتنا سیکھ لیا تھا۔ اس طرح ان کے پیٹ بھرنا اور تن ڈھاپنے کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ آپ گندم کو پیس کر آٹا بناتی تھیں پھر اسے گوند کر روٹی پکاتی تھیں۔ بھیڑوں کے اون سے اپنے اور حضرت آدمؑ کے لئے کپڑے بناتی تھیں۔ کھیتی باڑی میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت اور پرورش کرتی

تھیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عبادت گاہ تعمیر کی۔ حضرت بی بی حواؑ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حضرت آدمؑ کا بھرپور ساتھ دیا۔ کعبۃ اللہ اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہے جس کی طرف منہ کر کے تمام دنیا کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ اس سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے برکت اور ہدایت کا مرکز بنایا، یہ خصوصیت زمین پر اور کسی مقام کو حاصل نہیں ہے۔

آخر ایک جمعہ کے دن حضرت آدمؑ کی وفات ہوگئی اور آپؑ عرب کی سرزمین میں سپرد خاک ہوئے۔ جس پر حضرت حواؑ بہت غمگین ہوئی۔ اس کے صرف ایک سال بعد حضرت بی بی حواؑ کی بھی وفات ہوگئی۔ آپ حضرت آدمؑ کے ساتھ ہی دفن ہوئیں۔ آپ کی وفات جزیرہ عرب میں ہوئی۔

ابن جبیرؒ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جدہ میں ایک مقام پر ایک پرانا چونے کا پختہ گنبد بنا ہوا ہے۔ جس کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ ام البشر حضرت حوا علیہ السلام کی آخری آرام گاہ ہے۔

امام فاکہیؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اماں حواؑ کی قبر جدہ میں ہے۔ ابن خلقانؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔

حضرت سارہ علیہا السلام

(حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ)

حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بیوی تھیں۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہارون الاکبر کی صاحبزادی تھیں۔ آپؑ کا نسب اس طرح ہے: سارہ بنت ہارون بن ناحور بن ساروج بن راعو بن فالغ۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ حران کے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ آپ کو فرشتوں سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہے۔ جب اللہ کے فرشتے نے ان کو بیٹے کی خوشخبری سنائی تو آپ خوشی سے مسکرا رہی تھیں۔ آپ نے اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی خوشخبری کو سنا۔ آپ کی اولاد میں بے شمار انبیاء علیہ سلام کی پیدائش ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے شہر بابل میں سکونت پذیر تھے اور وہیں آپ نے حضرت سارہ علیہا السلام سے نکاح کیا تھا۔ یہ آپ کی قریبی رشتہ دار تھیں اور آپ کی رسالت پر ایمان لا چکی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام بھی وہیں رہتے تھے اور وہ بھی آپ پر ایمان لا چکے تھے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سارہ علیہا اسلام بانجھ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن و جمال کی دولت سے بہت نوازا تھا۔آپ بہت دولت مند تھیں، بے شمار مویشی آپ کی ملکیت میں تھے۔ زمین کی بہت بڑی جاگیر کی بھی مالک تھی۔ آپ نے یہ سب اپنے شوہر کے سپرد کر دیا وہ ان کی دیکھ بھال کیا کرتے

تھے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوت کے منصب پر فائز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو دین کی دعوت دینے کا حکم ہوا تو ابراہیم علیہ السلام اس فریضہ کو ادا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ دین حق لوگوں تک پہنچانے میں پوری جدوجہد شروع کر دی لیکن آپ کی قوم راہ راست پر نہ آئی اور آپ کو تکالیف اور اذیتیں پہنچانے لگی۔ قوم نے بڑے بڑے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان قبول نہیں کیا اور آپ پر بابل کی زمین تنگ کر دی۔ آپ ان سے مکمل طور پر مایوس ہو گئے اور آپ نے بابل سے ہجرت کا ارادہ کر لیا۔

آپ اپنے بیوی حضرت سارا علیہا السلام اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو لے کر بابل سے نکل پڑے اور بیت المقدس کا رخ کیا۔ آپ حضرات شام کے نواح میں حران نامی بستی میں آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ۲۰۵۸ھ قبل مسیح میں اپنے وطن عراق سے شام وفلسطین کے علاقے حران (ارض کنعان) کی طرف ہجرت کی۔ یہاں بھی لوگ بت پرست تھے اور سات ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔ اس زمانے میں پورے روئے زمین پر کافر ہی آباد تھے۔ سوائے بت پرستی اور ستارہ پرستی کے کسی اور دین سے واقف نہیں تھے۔ ان کے دلوں میں بت پرستی اور شرک مکمل طور پر بھرا ہوا تھا۔ اس وقت روئے زمین پر حضرت ابراہیم ؑ، حضرت سارہ ؑ اور حضرت لوط ؑ کے علاوہ کوئی مسلمان موجود نہیں تھا۔

ابن عساکر ؒ نے تاریخ دمشق میں حضرت انس بن مالک ؓ کے حوالے

سے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے کہ حضرت سارہؓ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے درجہ کمال کا حسن عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حسن کے دس حصوں میں تقسیم فرمایا تھا جس میں سے تین حصے حضرت بی بی حوا علیہ السلام کو تین حصے حضرت سارہ علیہ السلام کو، تین حصے حضرت یوسف علیہ السلام کو اور ایک حصہ تمام مخلوق کو عطا فرمایا ہے۔

جب حران میں شدید ترین قحط ہو گیا تو آپؑ مصر کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کی طرف تبلیغ دین کے لئے بھیج دیا جو اردن میں بحر میت کے کنارے ایک بڑا شہر تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ مصر گئے تھے اور وہاں سے حضرت ابراہیمؑ نے سدوم کی طرف ان کو روانہ کیا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہؑ مصر آئے تو حضرت سارہؑ کو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیش آئیں۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ فلسطین کی سرزمین میں آباد تھے تو وہاں سخت قسم کی قحط سالی اور خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے آپ کو اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ مصر کا بادشاہ بہت ظالم تھا اور وہ دوسروں کی عورتوں پر بری نظر رکھتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو اپنی بیوی کی خوبصورتی کے پیش نظر اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت سارہؑ سے فرمایا! اگر

بادشاہ نے مجھ سے تمہارے تعارف کے بارے میں پوچھا تو میں کہوں گا کہ یہ میری بہن ہے تو تم اس بات کی تردید نہ کرنا۔ کیونکہ اس ملک میں میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مسلمان نہیں ہے، اللہ کی کتاب کی رو سے سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بہن ہوتے ہیں لہٰذا مسلمان ہونے کے ناطے تم میری بہن ہوئیں۔ پھر اتفاق ایسا ہوا کہ مصر کے کسی سرکاری افسر نے حضرت سارہؓ کی ایک جھلک دیکھ لی وہ دوڑتا ہو بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے کہا کہ مصر میں ایک نہایت حسین و جمیل خاتون داخل ہوئی ہے۔ بادشاہ یہ بات سن کر خوشی سے پھول گیا اور اپنے خوشامدی افسر کو حکم دیا کہ اس حسین و جمیل عورت کو دربار میں پیش کیا جائے۔

اس درباری افسر نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؓ کے پاس آکر کہا کہ بادشاہ نے اس خاتون کو اپنے دربار میں بلایا ہے۔ حضرت سارہؓ اس افسر کے ساتھ محل چلی گئیں۔ آپ نے محل کی شان و شوکت دیکھی کہ بڑے بڑے ریشمی پردے لٹک رہے ہیں، ہر طرف قیمتی سامان سجا ہوا ہے، مخملی فرش بچھے ہوئے ہیں اور محل میں بڑے بڑے سجے ہوئے ستون ہیں۔ وہ یہ سب دیکھ کے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئیں اور نہ دائیں بائیں پھرتے ہوئے خدمت گاروں سے مرعوب ہوئیں۔ ان کا دل اللہ سے جڑا ہوا تھا۔ وہ نہایت پروقار طریقہ سے سکون اور اطمینان کے ساتھ کھڑی تھیں۔ ان کو یقین کامل تھا کہ اللہ ان کی ضرور حفاظت کرے گا۔ وہ مالک یوم الدین اور ہر چیز کا مالک و مختار ہے۔ آپ اللہ کی تسبیح اور ذکر میں مصروف تھیں۔

مصر کا بادشاہ دربار میں ان کا حسن و جمال دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا، اس کے اعصاب جواب دے گئے تھے، اس پر رعشہ طاری ہو گیا تھا اور وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرا تھا کہ یہ شوق ہے کا خوف و دہشت۔ یہ خوف و دہشت اس کے دل و دماغ پر کیوں حاوی ہو رہا تھا۔ جب وہ حضرت سارہؑ کی طرف دیکھتا تو اس پر ایک خوف طاری ہو جاتا۔ اس وقت شیطان نے اس کے کان میں پھونکا کہ ڈرو نہیں آگے بڑھو۔ اس بادشاہ نے جونہی آگے بڑھ کر حضرت سارہؑ کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس کے بدن کے تمام اعضاء جامد ہو گئے اور زبان گنگ ہو گئی۔ اس پر شدید گھبراہٹ طاری ہو گئی، اس کا دل پھٹنے لگا، دل و دماغ ماعوف ہو گئے اور اس پر بے ہوشی چھانے لگی۔

حضرت سارہؑ اپنے خالق و مالک کی یاد میں مصروف تھیں۔ انہیں ایسا محسوس ہوا کہ ایک نور نے ان کے تمام تن و بدن کو روشن کر دیا اور اطمینان اور سکون دل کی گہرائیوں میں سرایت کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل ان پر تسلی و سکون کا نزول ہو رہا تھا اور آپؑ اللہ کی بارگاہ میں عرض کر رہیں تھیں!

اے اللہ کریم! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسولؑ پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی ہے۔ سوائے اپنے شوہر کے کسی کا منہ نہیں دیکھا تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔

اس موقعہ پر اس مصیبت میں گرفتار بادشاہ نے حضرت سارہؑ سے درخواست کی کہ اے نیک خاتون! اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ مجھے اس عذاب

سے بچالے۔ میں کبھی بھی آپ کی طرف برے ارادے سے نہیں دیکھوں گا۔ اس پر حضرت سارہؑ نے اس کے لئے دعا کی اور اس ظالم اور جابر بادشاہ کو معاف کر دیا۔ لیکن ٹھیک ہونے کے بعد اس کو شیطان نے پھر بہکایا اور اس نے برائی کے ارادے سے حضرت سارہؑ کی طرف بڑھنا چاہا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بے جان اور مفلوج ہو گیا۔ اس نے پھر حضرت سارہؑ سے التجا کی کہ مجھے معاف کر دیں اور مجھے اس عذاب سے بچانے کے لئے اپنے اللہ سے دعا کریں۔ حضرت سارہؑ نے پھر اس شیطان صفت بادشاہ کے لئے اللہ سے دعا کی اور اس کو اس عذاب سے نجات ملی۔ دو مرتبہ کے تجربے کے بعد بھی شیطان اس کے پیچھے پڑا رہا اور اس نے تیسری بار بھی اپنے شیطانی ارادہ ظاہر کیا اور پھر اس کی وہی کیفیت ہو گئی اور وہ پھر حضرت سارہؑ کے سامنے گڑگڑانے لگا اور حضرت سارہؑ نے اس پر ترس کھا کر پھر معاف کر دیا۔

اس ظالم بادشاہ نے اس خوشامدی افسر کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم کسی انسان کو نہیں ایک جن زادی کو میرے پاس لائے ہو۔ اس نے حضرت سارہؑ کو عزت کے ساتھ واپس لوٹا دیا اور چلتے وقت ان کی خدمت میں ایک کنیز پیش کر دی جن کا نام حضرت ہاجرہ علیہ السلام تھا۔ (بعض مورخین کا خیال ہے کہ حضرت ہاجرہؑ اس بادشاہ کی بیٹی تھیں)۔ اس کے بعد بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہؑ کو مصر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

جب حضرت سارہؓ کو مصر کے دربار کی طرف لے جایا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلسل نماز اور عبادت میں مصروف اپنی بیوی کی رہائی کی دعا کرتے رہے اور یہ کہ اس ظالم بادشاہ کی طرف سے حضرت سارہؓ کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے اور وہ صحیح سلامت واپس آ جائیں۔ دوسری طرف حضرت سارہؓ بھی مسلسل دعائیں کر رہیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بحفاظت بادشاہ کے چنگل سے رہائی دلا دے۔ اللہ تعالی نے ان کو باحفاظت اور عزت کے ساتھ رہائی دلائی۔

مفسر کبیر حضرت علامہ ابن کثیرؒ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہؓ کی کرامت اور حفاظت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا میں تین خواتین ہیں جن کی طرف وحی کی گئی اور جن کو صدیقہ کہا گیا۔

۱۔ حضرت سارہ علیہا السلام

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ علیہا السلام

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر سے فلسطین (کنعان) لوٹ آئے اور ایک گاؤں خبروم یا خزوم میں سکونت کی۔ آجکل یہ علاقہ "الخلیل" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت سارہؓ اور حضرت ہاجرہؓ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت ہاجرہؓ حضرت سارہؓ اور ان کے شوہر حضرت ابراہیمؑ کی خدمت کرتی تھیں۔ یہ سب بیت المقدس میں رہ رہے تھے جو بہت بابرکت زمین تھی۔ وہاں رہتے ہوئے

حضرت سارہؑ بوڑھی ہو گئیں تھیں ان کے سر کے سارے بال سفید ہو گئے تھے اور کمزور ہو گئیں تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آپ سے عمر میں بڑے تھے وہ بھی بوڑھے اور کمزور ہو گئے تھے۔ حضرت سارہ علیہا السلام اپنے آپ کو اور اپنے شوہر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتیں اور دل میں کہتیں کہ کاش ہمارا کوئی بیٹا ہوتا جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

امام ابن عساکرؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت سارہ علیہا السلام بوڑھی ہو چکی تھیں اور اولاد کی امید بھی ختم ہو گئی تھی۔ آپ نے چاہا کہ اپنی کنیز حضرت ہاجرہؑ کو اپنے شوہر سے نکاح کے لئے پیش کریں لیکن ان کی غیرت نے ان کو اس کام سے روکے رکھا۔

حضرت سارہؑ نے اپنی روحانیت کی وجہ سے اور اپنے شوہر کی محبت میں ان کے لئے قربانی دی۔ اس تمنا میں کہ ان کے شوہر کے ہاں اولاد ہو جائے کیونکہ خود اولاد پیدا کرنے سے مایوس ہو چکی تھیں۔ انہی اخلاص بھرے روحانی لمحات میں اپنی مصری خادمہ حضرت ہاجرہؑ جو کہ ان کے ساتھ ہی رہتی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لا چکی تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں نکاح کے لئے پیش کرنے کا ارادہ کرلیا۔ خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی میں مصروف کرلیا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ سے بات کی اور ان کو اس نکاح کے لئے راضی کرلیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت

ہاجرہ ؑ سے نکاح کرلیا۔

حضرت ہاجرہ ؑ اس نکاح کے بعد امید سے ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بہت ہی خوبصورت بچے سے نوازا جن کا نام اسماعیل ؑ رکھا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ حضرت سارہ ؑ بھی مہمانوں کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھیں۔ ایک دن حضرت ابراہیم ؑ کے پاس کچھ مہمان آئے اور حضرت ابراہیم ؑ کے پاس آ کر انہیں سلام کیا۔ حضرت ابراہیم ؑ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ ان کے سلام کرنے میں حضرت ابراہیم ؑ کو بڑی تسکین اور خوشی محسوس ہوئی۔ وہ مہمان نہایت حسین وجمیل اور تروتازہ تھے۔ ان کے چہرے نورانی تھے۔ ان کی موجودگی سے خیمہ میں ایک خوشگور مہک پھیل گئی تھی۔

حضرت ابراہیم ؑ نے ان کو احترام کے ساتھ اپنے خیمہ میں بٹھایا اور اندر جا کر حضرت سارہ ؑ سے ان کے شایانِ شاہ کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لئے کہا۔ حضرت ابراہیم ؑ نے ایک تازہ بھنا ہوا بچھڑے کا گوشت ان کے سامنے رکھ دیا۔ یہ اس وقت کا بہترین کھانا تھا۔ آپ ؑ نے مہمانوں سے کھانے کو کہا اور خود بھی ان کے ساتھ کھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مہمانوں میں سے کسی نے بھی کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ حضرت ابراہیم ؑ کو ان کی یہ بات دیکھ کر حیرت ہوئی اور کچھ ڈر گئے کہ کہیں یہ دشمن تو نہیں جو میرے ساتھ کھانا نہیں کھا رہے۔ حضرت ابراہیم ؑ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ (24)
إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ
(25)فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاء بِعِجْلٍ سَمِينٍ (26)فَقَرَّبَهُ
إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ (27)فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا
لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (28)

(سورۃ الذاریات: ۲۴ ـ ۲۸)

کیا تمہارے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کیا۔ انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا۔ وہ ایسے لوگ تھے جن سے جان پہچان نہیں تھی۔ تو وہ گھر جا کر بھنا ہوا موٹا تازہ بکرا لے آئے۔ اور کھانے کے لئے ان کے آگے رکھ دیا۔ کہنے لگے کہ آپ کھاتے کیوں نہیں۔ اور دل میں ان سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے۔ اور ان کو ایک دانشمند بیٹے کی بشارت سنائی۔

ان کی بات سن کر مہمانوں نے اپنی اصلیت ظاہر کر دی اور کہا کہ ہم فرشتے ہیں اور آپ کو ایک خوش خبری دینے آئے ہیں۔

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ
عَقِيمٌ (29)قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ

الْعَلِيمُ (30) قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ (31)
قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ (32)

(سورۃ الذاریات: ۲۹ ۔ ۳۲)

اور ابراہیمؑ کی بیوی چیختی ہوئی آئیں اور منہ پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ میں تو بڑھیا اور بانجھ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے پروردگار نے یوں ہی فرمایا ہے، وہ بے شک حکمت والا اور جاننے والا ہے۔ (حضرت) ابراہیمؑ نے کہا کہ تم کس لئے بھیجے گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم گناہ گار قوم کی طرف (عذاب دینے کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔

حضرت سارہؑ نے جب فرشتوں سے بیٹے کی خوشخبری سنی تو حیرت زدہ رہ گئیں اور ان کے منہ سے چیخ نکال گئی۔ آپؑ حیرت سے کہنے لگیں کہ بوڑھی بانجھ کے ہاں لڑکا؟ کیا میں اس عمر میں بچہ جنوں گی۔ میری عمر نوے سال ہوگئی ہے۔ میرے ہاں تو جوانی میں بچہ پیدا نہیں ہوا۔ آپؑ بار بار تعجب کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس خوش خبری سے ان کے اندر خوشی اور بے یقینی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ آپؑ نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا میں اس بڑھاپے میں بچہ جنوں گی۔ یہ تو بہت عجیب سی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم آپ کو دعا نہیں دے رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا یقینی پیغام پہنچا رہے ہیں۔ بلاشبہ وہ حکمت والا اور جاننے والا ہے۔

حضرت سارہؑ کی حیرت دیکھ کر فرشتوں نے کہا!

وَامْرَأَتُهُ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاء إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ(71) قَالَتْ يَا وَيْلَتَى أَأَلِدُ وَأَنَاْ عَجُوزٌ وَهَـذَا بَعْلِي شَيْخاً إِنَّ هَـذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ (72)قَالُواْ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّهِ رَحْمَتُ اللّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (73)فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءتْهُ الْبُشْرَى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ (74)

(سورۃ ھود: ۷۱ ۔ ۷۴)

اور ابراہیمؑ کی بیوی جو پاس ہی کھڑی تھیں ہنس پڑیں تو ہم نے اس کو اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری دی۔ انہوں نے کہا! کیا میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ وہ تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ جب ابراہیمؑ کا خوف جاتا رہا اور ان کو خوشخبری مل گئی تو قوم لوطؑ کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

فرشتوں نے حضرت سارہؑ کے تعجب پر حیرت کا اظہار کیا کہ ان کا تعلق اس گھرانے سے تھا کہ جہاں خوارق عادات اور معجزات کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ فرشتوں نے کہا! اے نبوت کے گھرانے والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں

عام ہیں۔

حضرت سارہؑ سمجھ گئیں کہ یہ معزز مہمان فرشتے ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی نافرمانیوں پر انہیں عذاب دینے کے لئے آئے ہیں۔ اس موقعہ پر انہوں نے حضرت سارہؑ کو بیٹے کی خوشخبری سنائی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان سنایا کہ "ہم نے انہیں اسحاقؑ کی اور ان کے بعد یعقوبؑ کی خوش خبری دی"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

سَلامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ (109) كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (110) إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (111) وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيّاً مِّنَ الصَّالِحِينَ (112) وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَى إِسْحَاقَ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ (113)

(سورۃ الصافات: ۱۰۹ ۔ ۱۱۳)

کہ ابراہیمؑ پر سلام ہو، نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے، ہم نے ان کو اسحاقؑ کی بشارت بھی دی کہ وہ نبی اور نیکوکاروں میں سے ہوں گے، اور ہم نے ان پر اور اسحاقؑ پر برکتیں نازل کی تھیں اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور صریح ظلم کرنے والے (گناہ گار) بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک پیغمبر بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ایک پیغمبر پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری سنا دی۔ حضرت سارہؑ جن کو پیغمبر کی بیوی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ پیغمبر کی والدہ اور پیغمبر کی دادی ہونے کا شرف بھی حاصل ہو گیا تھا۔ آپ اس عظیم سعادت اور انعامات پر اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شکر ادا کرتی رہتیں اور اس کے ذکر میں مصروف رہتیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہؑ کو اتنی لمبی عمر عطا فرمائی کہ آپؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھا جن کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ آپ کی نسل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بے شمار انبیاء پیدا ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمانوں کے بچے جنت میں ایک پہاڑ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؑ کی کفالت میں ہیں۔ اور قیامت کے دن وہ انہیں ان کے والدین کے سپرد کر دیں گے۔

حضرت سارہ علیہا السلام کا وصال فلسطین کی سرزمین پر ہوا اور وہیں " الخلیل " میں مدفون ہوئیں۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام حیات تھے، ان کا بعد میں انتقال ہوا۔

حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام (ام العرب)

(حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ)

حضرت ہاجرہؑ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ عبرانی زبان میں "ہاغار" کے معنی اجنبی اور بیگانے کے ہیں اس لئے ہاجر کہلائیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ عربی میں "ہاجر" کے معنی جدا ہونے کے ہیں جو کہ "ہاغار" کے ہم معنی ہیں۔ حضرت ہاجرہؑ اپنے باپ کے حکم سے مصر سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آ گئی تھیں۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لا کے مسلمان ہو گئیں تھیں۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کا یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ان کو پھینکا گیا تھا اور آگ کا یہ طوفان حضرت ابراہیمؑ کے لئے گل وگلزار بن گیا اور آپ اس آگ سے صحیح سلامت نکل آئے تھے۔

ایک جلیل المرتبت پیغمبر کی رفاقت کا یہ اثر تھا کہ شاہ مصر جیسے صاحب جاہ وجلال کی بیٹی جس نے عیش وعشرت کے گہوارے میں پرورش پائی، جو قیمتی قالینوں پر چلتی تھی اور قیمتی لباس پہنتی تھی۔ جو دکھ اور تکلیف کے نام سے بھی آشنا نہیں تھی اور جسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ تلوے میں کانٹا چبھنے سے کیا تکلیف ہوتی ہے۔ جس کا بچپن زر وجواہر میں کھیلتے ہوئے گزرا جس کے سامنے نعمتوں کا ڈھیر رہتا تھا۔ اتنی صابر وشاکر، اتنی وفادار بیوی، اتنی ثابت قدم اور اللہ والی ماں ثابت ہو گی کہ آج تک پوری عالم انسان کی بیویاں اور مائیں ان پر فخر کر سکیں۔

ویسے تو تاریخ عالم شہزادیوں اور حکمران عورتوں کے قصوں سے بھری پڑی ہیں لیکن آپ کی خوبیوں اور صفات کے آگے تمام خواتین کی خوبیاں ہیچ نظر آتی ہیں۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے درویش صفت پیغمبر کی زوجیت میں آتے ہی اپنی پرانی زندگی کو یک سر بھلا دیا اور دوبارہ کبھی اس عیش و عشرت کی زندگی کی تمنا نہیں کی بلکہ ہر قدم پر اللہ کی رضا کے سامنے اپنا سر تسلیم خم رکھا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نکاح میں آنے کے بعد امید سے ہو گئیں اور ایک نہایت ہی خوبصورت بیٹے کو جنم دیا جن کا نام اسماعیلؑ رکھا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی!

اے پروردگار! میں اس بچے کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے
تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام امید سے تھیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اس نے حضرت ہاجرہؑ سے کہا! جو بچہ تمہارے ہاں جنم لینے والا ہے زمانے بھر کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوگا۔ اور انہیں یہ خوشخبری دی کہ اس کا نام اسماعیلؑ رکھنا۔ وہ سب پر بھاری ہوگا اور اور انہیں سب کی تائید حاصل ہوگی۔ حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر مبارک چھیاسی (۸۶) سال تھی۔

حضرت امام صاوی تفسیر جلالین کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ ان ماں بیٹے (حضرت ہاجرہؑ

اور حضرت اسماعیلؑ) کو مکہ کی طرف لے جائیں۔ ان کو ایک خاص سواری مہیا کی گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو لے کر وادی بے آب و گیاہ کی طرف چل پڑے۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ اس ویران و سنسان وادی فاران جس میں سبزہ و پانی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا آ کر اترے۔ جہاں نہ درخت کا سایہ تھا اور نہ زندگی کی کوئی اور علامت موجود تھی۔ اس وادی میں سوائے اللہ رب العزت کی ذات کے کوئی اور سہارا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اسی ویرانے میں کلمہ حق بلند کرنا منظور تھا۔ حضرت ابراہیمؑ بیوی اور بچہ پر شفقت بھری نظر ڈالی اور کہا کہ یہی اللہ کا حکم ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

جب خاوند سے علیحدہ ہو کر ایک ویران اور سنسان صحرا میں رہنے کا حکم ملا تو آپؑ نے سنتے ہی اللہ کے اس حکم کے آگے فوراً اپنا سر جھکا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کر کے اس بے آب و گیاہ ویرانے میں اپنے ننھے منے بیٹے سمیت تنہا رہنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ یہ علاقہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازنا چاہتا تھا " ام القریٰ " کی سرزمین تھی۔ حضرت بی بی ہاجرہؑ نے اپنے شوہر سے پوچھا! کیا ہمیں یہاں چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہے۔ جس پر حضرت ابراہیمؑ نے ہاں میں سر ہلایا۔ حضرت ہاجرہؑ نے فرمایا کہ پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے پلٹتے ہوئے ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے جہاں سے ان کے بیٹے اور بیوی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ آپ نے

ان کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھائے اور دعا کی۔

رَّبَّنَا إِنِّیٓ أَسۡکَنتُ مِن ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیۡرِ ذِی زَرۡعٍ عِندَ بَیۡتِکَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیمُواْ ٱلصَّلَاةَ فَٱجۡعَلۡ أَفۡـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهۡوِیٓ إِلَیۡهِمۡ وَٱرۡزُقۡهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡکُرُونَ (37)

(سورۃ ابراہیم ۔ ۳۷)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد میدان مکہ میں جہاں کھیتی نہیں ہے، تیری عزت وادب والے گھر کے پاس لا کر بسادی ہے۔ اے پروردگار! تا کہ یہ تیری عبادت کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف جھکے رہیں، انہیں میوؤں اور پھلوں سے روزی دیں تا کہ وہ تیرا شکرادا کریں۔

حضرت بی بی ہاجرہؑ نے فرمایا! آپ مجھے اللہ کے حکم کی تعمیل میں فرمانبردار پائیں گے۔ حضرت ہاجرہؑ کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم پر اپنی بیوی اور نوزائیدہ بیٹے کو صحرا میں چھوڑ کر بیت المقدس واپس چلے گئے۔ چند دنوں بعد حضرت بی بی ہاجرہؑ کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا اور پیاس سے بچہ تڑپنے لگا۔ ماں کے اندر کی محبت اور شفقت کی فطرت بے قراری کی صورت میں حرکت میں آئی۔ انہوں نے صفا

اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانا شروع کر دیا تاکہ اگر کسی جگہ پانی نظر آئے تو اس کو لے کر اپنے بچہ کو پلاسکوں۔ ان چکروں کے درمیان بچہ کو بھی دیکھتی جاتی تھیں۔ آپ نے دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے اور جب بچہ کو دیکھا کہ اس کے پاس پانی نظر آیا۔ آپ بھاگ کے بچہ کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ بچہ کی ایڑھیوں کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا!

ترجمہ: خوف اور غم نہ کرو، اللہ تمہیں اور تمہارے بچہ کو ضائع نہیں کرے گا۔ یہ مقام جہاں تم دونوں مقیم ہو۔ بیت اللہ ہے اس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قسمت میں مقدر ہو چکی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس خاندان کو ہلاک نہیں کرے گا۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا اسی طرح حضرت بی بی ہاجرہؓ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی برضا رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بے قراری کے عمل کو اتنا پسند کیا کہ قیامت تک کے لئے حاجیوں پر صفا و مروہ کے چکر لگانا واجب کر دیا۔

چند دن بعد بنو جرہم نامی ایک قافلہ وہاں سے گزر رہا۔ اس چٹیل صحرا میں پانی کا چشمہ دیکھ کر قافلہ والے حیران ہو گئے۔ حضرت ہاجرہؑ نے انہیں سارے حالات بتائے۔ قافلے والے شریف النفس لوگ تھے انہوں نے حضرت ہاجرہؑ کی باتیں سن کر ان سے درخواست کی کہ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم یہاں آباد

ہو جائیں۔ پانی کے معاوضہ کے طور پر ہم آپ کو عشر ادا کریں گے۔ حضرت ہاجرہ ؑ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور وہ قبیلہ وہیں آباد ہو گیا۔ ان کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی اور وہ یہ علاقہ ایک خوشحال بستی کی شکل اختیار کر گیا۔ وہ لوگ حضرت بی بی ہاجرہ ؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بہت عزت کرتے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اسی قبیلہ کے درمیان پروان چڑھے اور انہی کی زبان (جو کہ عربی تھی) سیکھی۔

حضرت بی بی ہاجرہ علیہ السلام نے بستی والوں کی طرح بھیڑوں کے گلے پالنے شروع کر دئے اور ان کے بالوں کی تجارت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں بہت برکت دی اور بنو جرہم ان کو عشر بھی ادا کرتے تھے۔ ان کا گزر اوقات بہت آسودگی اور اطمینان کے ساتھ ہو رہا تھا۔ پانی کی وجہ سے دور دراز کے لوگ بھی یہاں آ کر آباد ہونے لگے اور چند ہی سالوں میں یہ جگہ ایک خاصی بڑی بستی کی شکل اختیار کر گئی جسے اللہ تعالیٰ نے بکہ کا نام دیا جو اب " مکہ مکرمہ " کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ ؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد کثرت سے آتی تھی لیکن آپ ضبط سے کام لیتے تھے۔ دل میں کسی قدر اطمینان بھی تھا کہ انہیں اللہ کی طرف سے بشارت دی گئی تھی کہ ہم اس بیابان کو اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے آباد کریں گے۔ آپ کئی سالوں کے بعد جب اپنے فرزند اور بیوی کو دیکھنے کے لئے بے چین ہو گئے تو آپ ان سے ملنے کے لئے

روانہ ہوگئے جہاں کئی برس پہلے ان کو چھوڑ کر آئے تھے۔ آپ جب وہاں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہ بے آب و گیاہ صحرا اب سرسبز و شاداب آبادی میں تبدیل ہو گیا تھا۔ لوگوں سے ساری کیفیت معلوم کی، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات بھی ہوئی لیکن وہ آپ کو پہچان نہ سکے۔ پھر آپ حضرت ہاجرہؑ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ حضرت ہاجرہؑ نے آپؑ کو دیکھ کر سلام کیا ور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتایا کہ یہ تمہارے باپ ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی آپ کو سلام کیا اور آپؑ نے ان کو گلے سے لگایا۔ حضرت اسماعیلؑ چودہ سال کے خوبصورت نوجوان ہو گئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آئے تو ان کو خواب میں حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ! قربانی کرو۔ صبح اٹھ کر انہوں نے اونٹ کی قربانی کی۔ دوسری رات پھر وہی خواب دیکھا، دوسری صبح اٹھ کر انہوں نے پھر ایک اونٹ کی قربانی کی۔ لیکن تیسری رات پھر وہی خواب نظر آیا، آپؑ بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ کون سی چیز سب سے پیاری ہے کہ اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دوں۔ انہیں اپنے بیٹے کا خیال آیا تو انہوں نے اس بات کا اظہار اپنے بیٹے سے کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا! ابا جان! آپؑ اللہ کا حکم بجالائیں، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْىَ قَالَ يَا بُنَىَّ إِنِّىٓ أَرَى فِى الْمَنَامِ أَنِّىٓ

أَذْبَحُکَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَی قَالَ یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ إِن شَاء اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ (102) فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِیْنِ (103)وَنَادَیْنَاهُ أَنْ یَا إِبْرَاهِیْمُ (104)قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا إِنَّا کَذَلِکَ نَجْزِیْ الْمُحْسِنِیْنَ (105) إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاء الْمُبِیْنُ (106)وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (107)وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِیْ الْآخِرِیْنَ (108)سَلَامٌ عَلَی إِبْرَاهِیْمَ (109)کَذَلِکَ نَجْزِیْ الْمُحْسِنِیْنَ (110)

(سورة الصافات: ۱۰۲ ـ ۱۱۰)

پھر جب وہ ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں، تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا اے میرے والد! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے بجا لائیں، ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کردیا تو باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)! یقیناً تم نے اپنے خواب کو سچ کردکھایا۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ در حقیقت یہ ایک کھلا امتحان تھا اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑا ذبیحہ

دے دیا۔ اور آنے والوں میں (ان کا ذکر) باقی رکھا۔ سلام ہو ابراہیم (علیہ السلام) پر۔ نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولاً نَّبِيّاً (54)

(سورۃ مریم ۔ ۵۴)

اور کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو، وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے۔

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ (85)وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ (86)

(سورۃ الانبیاء: ۸۵ ۔ ۸۶)

اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ کو بھی یاد کرو، یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر منیٰ پہنچے۔ چلتے وقت شیطان نے حضرت بی بی ہاجرہؓ کو بہکایا کہ تمہارے شوہر تمہارے بیٹے کو

ذبح کرنے لے کر جا رہے ہیں۔ حضرت بی بی ہاجرہؑ نے کہا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے کو کیوں ذبح کریں گے۔ شیطان نے بتایا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس پر حضرت ہاجرہؑ نے فرمایا کہ اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو ہم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ تو ملعون ہے دور ہو جا۔ راستے میں شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین دفعہ بہکایا، لیکن ناکام رہا۔

منیٰ پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا دیا اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تا کہ باپ کی شفقت حکم الٰہی کے آگے مانع نہ ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری پھیر دی۔ لیکن جب اپنی آنکھوں سے پٹی کھولی تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھا ذبح کیا ہوا زمین پر پڑا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سامنے صحیح سلامت کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا! اے ابراہیمؑ تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوں کو ان کی نیکی کا اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔ اس واقعہ کی یاد میں مسلمان ہر سال عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔ ساری دنیا میں مسلمان جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور حاجی حضرات حج کے دوران منیٰ میں قربانیاں کرتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم قبیلہ ہی کی ایک خاتون سے شادی کر لی۔ اس شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت ہاجرہؑ کا انتقال ہو گیا۔ تاریخ طبری کی روایت کے مطابق بیت اللہ کے حرم کے اندر ان کی تدفین ہوئی۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بیٹے سے ملنے آتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آئے تو گھر پر بیٹے کو موجود نہیں پایا۔ ان کی بیوی سے پوچھا تو جواب ملا کہ روزی کی تلاش کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ گزر بسر کیسے ہو رہا ہے۔ بہو نے جواب دیا سخت مصیبت اور پریشانی میں ہیں اور بہت دکھ اٹھا رہے ہیں۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رخصت ہوتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ آئیں تو انہیں میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ دروازے کی چوکھٹ تبدیل کر دیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب گھر واپس آئے تو نورِ نبوت کی جھلک انہیں محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا کوئی آیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک بوڑھا شخص آیا تھا اور پورا قصہ سنا دیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ میں تمہیں طلاق دے دوں اس لئے میں تم کو جدا کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوسری شادی کر لی۔ جب دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام اپنے بیٹے سے ملنے آئے تو اتفاق سے اس دن بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ ان کی ملاقات حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دوسری بیوی سے ہوئی۔ حسب معمول انہوں نے نئی بیوی سے وہی سوال کہ گزر بسر کیسا چل رہا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا شکر اور احسان ہے بہت اچھی زندگی گزر رہی ہے، کھانے کو گوشت اور پینے کو پانی ملتا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو دعا دی! " اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی

میں برکت عطا فرما۔ چلتے وقت پیغام دے کر گئے کہ اسماعیلؑ آئیں تو ان سے کہنا کی اپنی چوکھٹ کی حفاظت کرنا۔

ایک مرتبہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیوی اور بچے سے ملنے آئے تو اللہ تعالیٰ کا خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم آیا۔ چنانچہ دونوں باپ اور بیٹے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت بی بی ہاجرہؑ نے حضرت ابراہیمؑ کا بھرپور ساتھ نبھایا۔ آپ نے یکم ذیقعدہ کو تعمیر شروع کی اور ۲۵/ ذیقعدہ کو تعمیر مکمل کی۔ باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ وہ بیت اللہ کا حج کرنے کو پیدل اور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز کی مسافت طے کر کے آئیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـذَا بَلَداً آمِناً وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلاً ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (126) وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (127)رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ

التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (128)رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّکَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ (129)

(سورۃ البقرہ: ۱۲۶ ۔ ۱۲۹)

اورابراہیم (علیہ السلام) نے کہا! اے میرے رب اس گھر کو امن کا شہر بنا دے اور یہاں کے رہنے والوں میں سے جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اس کو پھلوں سے رزق عطا فرما۔ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص کفر کرے گا میں اس کو بھی تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر میں اس کو ہانک کر آگ کے عذاب کی طرف لے جاؤں گا اور وہ بہت بڑی بُری جگہ ہے۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اس گھر کی بنیادیں اٹھارہے تھے (تو انہوں نے دعا کی کہ) اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، بے شک تو ہی سننے اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم کو اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولادوں میں سے بھی ایک امت کو اپنا فرمانبردار بنا، اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا، اور ہمارے حال پر توجہ فرما، بے شک تو ہی توجہ فرمانے والا اور مہربان ہے۔ اے ہمارے رب! اور ان میں انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے، اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے (پاک صاف بنادے) بے شک تو ہی زبردست اور

حکمت والا ہے۔

جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو حضرت ابراہیمؑ ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ اس کی صفائی اور تزئین میں مصروف ہوگئے۔ طواف کرنے والوں اور نماز ادا کرنے والوں، رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے آب زمزم مہیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا!

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالاً وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (27)لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (28)

(سورہ الحج: ۲۷ ۔ ۲۸)

اور لوگوں میں حج کے لئے ندا کرو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں سے جو دور دراز راستوں سے چلے آتے ہوں، سوار ہو کر آئیں تا کہ اپنے فائدے کے کاموں کے لئے حاضر ہوں، اور قربانی کے ایامِ معلوم میں چوپاؤں کے ذبح کے وقت جو اللہ نے ان کو دئے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں۔ اس میں سے تم خود بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اس جگہ سے لوگوں تک میری آواز نہیں پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا کام پکارنا ہے اور لوگوں تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخلوقِ خدا کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے گوشے گوشے تک آپ کی آواز پہنچا دی۔ آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی لاکھوں مسلمان دنیا کے کونے کونے سے کھچ کر ہر سال کعبۃ اللہ پہنچتے ہیں اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت ہاجرہؑ کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔

جب حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کو حج بیت اللہ کا اعلان کیا تو حضرت بی بی ہاجرہؑ دنیا کی پہلی شخصیت تھیں جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی اس آواز پر لبیک کہا اور تمام عالم کے لوگوں پر حج بیت اللہ کرنے میں سبقت حاصل کر لی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا وہیں انتقال ہوا اور وہ بیت اللہ کے اندر مدفون ہوئیں۔

حضرت اسماعیل علیہا السلام نے ایک سو تیس برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے جن سے آپ کی نسل چلی۔ ان کی نسل سے قبیلہ قریش نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن بنایا۔ اسی قبیلہ اور شہر کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اس میں خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی ولادت ہوئی۔

حضرت یوحانہ علیہا السلام

(حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور ؒ ۱۵۲۰ ۔ ۱۴۰۰ قبل مسیح ؒ تک ہے۔
آپ کی والدہ حضرت یوحانہؑ کے اور بھی نام تاریخ کی کتابوں میں آئے ہیں جن میں ؒ نوخائیل، یوکابدیا، یوکید، اریافت اور لوحابنت ہاندبن لاوی بن یعقوبؑ ہیں۔ قرآنِ کریم میں آپ کو ام موسیٰؑ کہا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ماجد کا نام عمران تھا۔ آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ بہت باعظمت خاتون تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر ان کی طرف وحی کی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعاً يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاء هُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاء هُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (4)

(سورۃ القصص ۔ ۴)

بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے رہنے والوں کے کئی گروہ بنادئے، جس میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا، بلاشبہ

وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

قدیم مصر کے قبطی بادشاہوں کا لقب فرعون ہوا کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت جو فرعون تھا اس نے سرکشی اختیار کر کے مصر میں ظلم اور فساد مچا رکھا تھا۔ وہ اپنے آپ کو مصر کا رب کہا کرتا تھا اور بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔ ان کی تذلیل اور ظلم میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔ فرعون کو اس کے کاہنوں نے یہ پیشین گوئی سنائی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کو ختم کر دے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے گھرانوں میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر لڑکی ہو تو چھوڑ دیا جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کی تعداد اتنی نہ بڑھنے پائے کہ وہ اس کے لئے خطرے کا باعث بن سکیں۔ فرعون کے اس ظالمانہ حکم کی وجہ سے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچوں کو پیدا ہونے کے فوراً بعد قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو اس سرکشی سے بچائے جو میں ایک لمبی مدت (حضرت یوسف علیہا السلام کے بعد کے زمانے سے) سے مبتلا ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کے لئے کچھ اسباب پیدا کئے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (5) وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي

الْأَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ (6)

(سورۃ القصص:۵ ۔ ٦)

اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان پر احسان کریں جنہیں زمین پر نہایت کمزور کر دیا ہے اور انہیں پیشوا بنائیں اوران ہی کو وارث بنائیں اورانہیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔

اسی زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو یہ اندیشہ تھا کہ فرعون ان کے بیٹے کو قتل کروادے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے فرعون کو ان کے بیٹے ہونے کی خبر نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی کی کہ تم اطمینان سے بچہ کو دودھ پلاتی رہو اور جب کوئی خطرہ محسوس کرو تو اس کو کسی صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دینا۔ ہم اس کو تمہارے پاس واپس لے آئیں گے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (7) فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ

لَهُمْ عَدُوّاً وَحَزَناً إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِيْنَ (8)وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَى أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَداً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (9)وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَى فَارِغاً إِن كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (10)وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (11)وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ (12)فَرَدَدْنَاهُ إِلَى أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (13) وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَى آتَيْنَاهُ حُكْماً وَعِلْماً وَكَذَلِكَ نَجْزِيْ الْمُحْسِنِيْنَ (14)

(سورۃ القصص: ۷ ۔ ۱۴)

ہم نے (حضرت) موسیٰؑ کی ماں کو وحی کے ذریعہ اشارہ کیا کہ اس کو دودھ پلائیں پھر جب تمہیں اس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دیں اور کچھ خوف اور غم نہ کریں کہ ہم اسے تمہاتے پاس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔ تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھا

لیا، تا کہ آخران کے لئے دشمن ہواور غم کا باعث ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اوراس کا لشکر خطا کار تھے۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میرے لئے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، امید ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا، یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ سمجھتے نہ تھے۔ اور موسیٰؑ کی ماں کا دل خالی ہو گیا، یقیناً وہ قریب تھی کہ اسے ظاہر کر دیتی، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے ان کے دل پر بند باندھ دیا تھا تا کہ وہ ایمان لانے والوں میں سے ہو، اور انہوں نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جا۔ پس وہ اسے ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے تھے۔ اور ہم نے اس پر پہلے سے تمام (عورتوں کے) دودھ حرام کر دئے تھے، تو اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک گھر والے بتاؤں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ تو ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا، تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ اور جب وہ جوانی کو پہنچا اور پورا طاقت ور ہو گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّكَ مَا يُوحَى (38)أَنِ اقْذِفِيهِ فِي

التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِيُ الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيُ وَعَدُوٌّ لَّهُ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيُ وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِيُ (39إِذْ تَمْشِيُ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى مَن يَكْفُلُهُ فَرَجَعْنَاكَ إِلَى أُمِّكَ كَيُ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْساً فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُوناً فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيُ أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَى قَدَرٍ يَا مُوسَى (40)

جب ہم نے تمہاری والدہ کوالہام کیا تھا جو تمہیں بتایا جاتا ہے۔ اسے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) صندوق میں رکھواور پھراس صندوق کودریا میں ڈال دوتو دریا اسے کنارے پرڈال دے گااور میرااوراس کا دشمن اسے اٹھالے گا۔ اور میں نے تم پراپنی طرف سے محبت ڈال دی ہے اس لئے تم میرے سامنے پرورش پاؤ گے۔ پس ہم نے تمہیں تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں۔ اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تمہیں غم سے نجات دی اور ہم نے تمہیں آزمایا، خوب آزمایا، پھر کئی سال تم مدین والوں میں ٹھہرے پھر تم ایک مقرر اندازے پر آئے اے موسیٰ (علیہ السلام)۔

(سورۃ طٰہٰ: ۳۸ ـ ۴۰)

حضرت موسیٰ ؑ کی والدہ نے تین مہینہ تک اپنے بچے کو چھپائے رکھا۔ پھر ان کو معلوم ہوا کہ لوگوں کو ان کے بچے کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے کیونکہ فرعون نے جاسوس عورتیں رکھی ہوئی تھیں جو گھر گھر جا کر ٹوہ لگاتی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب ان کو صندوقچہ میں ڈال کر دریا میں بہا دیا تو بہت پریشان ہوئیں اور سوائے اللہ کے سچے رسول اور اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ ؑ کے آپ کو کسی اور چیز کا خیال ہی نہ رہا۔ صبر وسکون جاتا رہا دل میں بجز حضرت موسیٰ ؑ کی یاد کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا تھا۔ اگر اللہ کی طرف سے ان کی دلجمعی نہ کر دی جاتی تو وہ تو بے صبری میں راز فاش کر دیتیں لوگوں سے کہہ دیتیں کہ اسی طرح میرا بچہ ضائع ہو گیا۔ لیکن اللہ نے ان کا دل ٹھہرا دیا، ڈھارس دی اور تسکین دے دی کہ تمہارا بچہ تمہیں ضرور ملے گا۔ والدہ موسیٰ ؑ نے اپنی بڑی بیٹی (ان کا نام مریم یا کلثوم تھا) سے جو ذرا سمجھ دار تھیں فرمایا تم اس صندوق پر نظر جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ۔ دیکھو کیا انجام ہوتا ہے۔ مجھے بھی خبر کرنا تو یہ دور سے اسے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن اس انجان پن سے کے کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ اس کا خیال رکھتی ہوئی اس کے ساتھ جا رہی ہے۔ فرعون کے محل تک پہنچتے ہوئے اور وہاں اس کی لونڈیوں کو اٹھاتے ہوئے آپ کی ہمشیرہ نے دیکھا پھر وہیں باہر کھڑی رہ گئیں کہ شاید کچھ معلوم ہو سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہاں یہ ہوا کہ جب حضرت آسیہ ؓ نے فرعون کو اس کے خونی ارادے سے باز رکھا اور بچے کو اپنی پرورش میں

لے لیا تو شاہی محل میں جتنی دائیاں تھیں ان کو بچہ دیا گیا۔ ہر ایک نے بشری محبت و پیار سے انہیں دودھ پلانا چاہا۔ لیکن بحکم الٰہی حضرت موسیٰؑ نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔ آخر اپنی لونڈیوں کو باہر بھیجا کہ کسی دایہ کو تلاش کرو۔ جس کا دودھ یہ پیئے اس کو لے آؤ۔ چونکہ رب العلمین کو منظور یہ تھا کہ وہ اپنی والدہ کے سوا کسی اور کا دودھ نہ پیئں۔ اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ اپنی ماں کے پاس پہنچ جائیں۔

لونڈیاں آپؑ کو لے کر باہر نکلیں تو آپؑ کی بہن نے آپ کو پہچان لیا۔ لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ خود انہیں پتہ چل سکا۔ آپؑ کی بہن پہلے تو بہت پریشان تھی لیکن اس کے بعد اللہ نے صبر وسکون دے دیا اور وہ خاموش اور مطمئن تھیں۔ بہن ان کنیزوں کے پاس گئیں اور ان کو کہا تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے کہا یہ بچہ کسی دایہ کا دودھ نہیں پیتا اور ہم اس کے لئے کسی دایہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ کی بہن نے کہا! تم کہو تو میں تمہیں ایک دایہ کا پتہ بتاتی ہوں ممکن ہے بچہ ان کا دودھ پی لے اور اس کی پرورش کریں اس کی خیر خواہی کریں۔ یہ سن کر ان کو کچھ شک گزرا کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی اصلیت اور اس کے ماں باپ سے واقف ہے۔ اسے گرفتار کر لیا گیا اور پوچھا تمہیں کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی۔ اس نے کہا سبحان اللہ؟ کون یہ نہ چاھے گا کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو، انعام واکرام کی خاطر کون اس سے ہمدردی نہ کریگا۔ ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ان کا ہمارا پہلا گمان غلط تھا۔ یہ تو ٹھیک

کہہ رہی ہے اسے چھوڑ دیا اور کہا اچھا چل اس کا مکان دکھا، یہ انہیں لے کر اپنے گھر لے آئیں اور اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا انہیں دیجئے۔ سرکاری آدمیوں نے انہیں دیا تو بچہ دودھ پینے لگا۔ فوراً یہ خبر حضرت آسیہؓ کو دی گئی وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور انہیں اپنے محل میں بلوایا اور بہت کچھ انعام واکرام دیا لیکن ان کو یہ علم نہ ہوا کہ فی الواقع یہی اس بچے کی والدہ ہیں۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں۔

کچھ دنوں تک تو یونہی کام چلتا رہا آخر ایک روز حضرت آسیہؓ نے فرمایا! میری خوشی ہے کہ تم محل میں آجاؤ یہیں رہو سہوا اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰؑ نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ میں بال بچوں والی ہوں میرے میاں بھی ہیں۔ انہیں دودھ پلا دیا کروں گی پھر آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی۔ یہ طے ہوا اور اس پر فرعون کی بیوی بھی رضا مند ہوگئیں ام موسیٰؑ کا خوف امن سے، فقیری امیری سے، بھوک آسودگی سے، دولت وعزت میں بدل گئی۔ روزانہ انعام واکرام پاتیں، کھانا، کپڑا، شاہی طریق پر ملتا اور اپنے پیارے بچے کو اپنی گود میں پالتیں۔ ایک ہی دن یا ایک رات کے بعد ہی اللہ نے اس کی مصیبت کو راحت سے بدل دیا۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا کام دھندا کرے اور اس میں اللہ کا خوف اور میری سنتوں کا لحاظ کرے۔ اس کی مثال ام موسیٰؑ کی طرح ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ اللہ کی ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ

میں تمام کام ہے۔ اسی کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے ہرگز نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کرے۔ اس کی فرمانبرداری کرنے والے کا دستگیر وہی ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کے آڑے وقت کام آتا ہے اور ان تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ان کی تنگی کو فراخی سے بدلتا ہے اور ہر رنج کے بعد راحت عطا فرماتا ہے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے اپنے بچے کا صدمہ نہ رہے اور وہ اللہ کے وعدوں کو بھی سچا سمجھے اور یقین مان لو کہ وہ ضرور نبی اور رسول بھی ہونے والا ہے۔ اب آپؑ کی والدہ اطمینان سے آپؑ کی پرورش میں مشغول ہوگئیں اور اسی طرح پرورش کی جس طرح ایک بلند درجہ نبی کی ہونی چاہیے۔ ہاں رب کی حکمتیں بے علموں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ اللہ کے احکام کی غایت کو اور فرمانبرداری کے نیک انجام کو نہیں سوچتے ظاہری نفع نقصان کے پابند رہتے ہیں اور دنیا پر ریجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ ممکن ہے جسے وہ برا سمجھ رہے ہیں اچھا ہو اور بہت ممکن ہے کہ جسے وہ اچھا سمجھ رہے ہیں وہ برا ہو۔ یعنی جسے برا جانتے ہوں کیا خبر کہ اس میں قدرت نے کیا فوائد پوشیدہ رکھیں ہیں۔

(تفسیر ابن کثیرؒ)

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا

اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہوگیا۔

یعنی شدت خوف ہجوم غم سے موسیٰؑ کی ماں کا دل عقل سے خالی ہوگا۔

اس کے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ انہوں نے سن لیا تھا کہ موسیٰؑ فرعون کے ہاتھ میں پڑ گئے۔

اکثر اہل تفسیر نے خالی ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ موسیٰؑ کی یاد کے علاوہ اس کا دل ہر بات سے خالی ہو گیا۔ حضرت حسنؓ نے یہ مطلب بیان کیا کہ اس کا دل خالی ہو گیا۔ وہ اس الہام کو بھول گئیں جو اللہ نے اس کے دل میں پیدا کر دیا تھا کہ اس کو دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف وغم نہ کرنا ہم ضرور اس کو لوٹا کر تیرے پاس پہنچا دیں گے اور اس کو پیغمبر بنائیں گے۔ مگر شیطان نے اس سے آ کر کہا کیا تجھے یہ بات تو پسند نہیں کہ فرعون تیرے بچہ کو قتل کر دے اور تجھے اس کا اجر وثواب ملے اور تو خود بچہ کو قتل کرنے کے درپے ہو رہی ہے اور اس کو دریا میں ڈال کر غرق کر رہی ہے۔ اس کا گناہ تو تجھ پر ہو گا اور اگر فرعون اس معصوم کو قتل کر دے گا تو تجھے اجر ملے گا۔ غرض جب اس کو اطلاع ملی کہ فرعون نے دریائے نیل میں موسیٰؑ کو پا لیا تو اس مصیبت نے ان کو اللہ کا وعدہ فراموش کرا دیا۔ شاید ان کو اس سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ممکن ہے اس کے دل میں جو القاء ہوا تھا وہ غلط ہو۔ کیونکہ اولیاء کا الہام ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں ہوتا، الہام میں غلطی ہو سکتی ہے۔

ابو عبیدہؓ نے کہا اس کا دل غم سے خالی ہو گیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اللہ کا وعدہ ضرور سچا ہے بچہ کبھی ضائع نہ ہو گا۔

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتی یعنی

قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دیتی کہ یہ موسیٰؑ میرا بیٹا ہے۔ اس کو شدت حزن نے اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ وہ ضبط کرنے کی طاقت تقریباً کھو چکی تھی۔

عکرمہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا جو قول نقل کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ کہہ دیتی ہائے میرا بیٹا۔

مقاتلؒ نے کہا جب انہوں نے صندوق کو دیکھا کہ دریا کی لہریں اس کو اوپر اٹھا کر پھر نیچے پٹخ رہی ہیں اور وہ لہروں میں پھنسا ہوا ہے تو اس کو ڈوب جانے خطرہ اتنا ہوا کہ قریب تھا وہ چیخ پڑتیں اور بات کھل جاتی۔ کلبیؒ نے کہا جوان ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا بیٹا کہا جانے لگا اور آپ کی والدہ نے بھی یہ بات سنی تو اس کو یہ بات اتنی شاق گزری کہ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دیتی کہ موسیٰؑ میرا بیٹا ہے۔

بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ والدہ موسیٰؑ کا دل غم و فکر سے خالی ہو گیا اس کو کوئی غم نہ رہا۔ جب کہ اس نے سن لیا کہ موسیٰؑ کو فرعون نے بیٹا بنا لیا ہے۔ یہ بات سن کر اس کو اتنی خوشی ہوئی کہ خوشی سے مغلوب ہو کر وہ قریب تھا کہ ظاہر کر دیتی کہ موسیٰؑ میرا بیٹا ہے میرے بیٹے کو فرعون نے بیٹا بنایا ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی کا بیان نقل کیا یہ کہ جب موسیٰؑ کی بہن نے کہا کہ میں تم کو ایک ایسی عورت بتاتی ہوں کہ یہ بچہ اس کا دودھ پی لے گا اور پھر ماں کو لے کر آ گئی۔ موسیٰؑ نے ماں کے پستان کو منہ میں لے لیا تو قریب تھا کہ ماں بول اٹھتی یہ

تو میرا ہی بیٹا ہے لیکن اللہ نے اس کو اظہار سے بچالیا۔

ابوعبیدہؒ نے آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ موسیٰؑ کی ماں کا دل خوف وحزن سے خالی ہوگیا۔ کیونکہ اللہ نے فرمادیا تھا لَا تَخَافِیُ وَلَا تَحُزَنِیُ یعنی اس کو اللہ کے اس وعدہ پر اتنا اعتماد تھا کہ قریب تھا وہ بتادے کہ موسیٰؑ میرا بیٹا ہے یا یہ ظاہر کردے کہ مجھے وحی سے اللہ کا یہ وعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ اس کو میرے پاس لوٹا کر ضرور لائے گا اور اس کو پیغمبر بنائے گا۔

یوسف بن حسینؒ نے کہا موسیٰؑ کی ماں کو دو حکم دیئے گئے تھے اور دو چیزوں کی ممانعت کی گئی اور دو بشارتیں دی گئی تھیں۔ لیکن اس کو کسی سے کوئی فائدہ اس وقت تک نہیں پہنچا جب تک اللہ نے اس کی حفاظت نہیں کی اور اس کے دل کو مضبوط نہ کیا اور بے چینی کو سکون سے نہ بدلا کہ وہ ان مومنوں میں سے ہو جائے جو اللہ کے وعدہ پر پختہ بھروسہ رکھتے ہیں۔ فرعون کے بیٹا بنانے پر بھروسہ نہ رکھے۔

(تفسیر مظہری)

فرعون سرزمین مصر میں بہت سر چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف طبقے بنادئے تھے۔ اس طرح کہ قبطیوں (یعنی مصری لوگوں) کو معزز بنا رکھا تھا اور سبطیوں (یعنی بنی اسرائیل) کو پست اور خوار کر رکھا تھا۔ ان باشندوں میں سے ایک جماعت یعنی بنی اسرائیل کا زور گھٹا رکھا تھا۔ اس طرح سے کہ ان کے بیٹوں کو جو نئے پیدا ہوتے تھے جلادوں کے ہاتھوں ذبح کرواتا تھا اور ان کی عورتوں یعنی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا، تا کہ ان سے خدمت لیجائے اور

ان سے کوئی خطرہ بھی نہ ہو۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔ اللہ کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کو ذلیل کیا جارہا تھا ہم ان پر دنیوی و دینی احسان کریں اور وہ احسان یہ کہ ان کو دین میں پیشوا بنادیں اور دنیا میں ان کو اس ملک کا مالک بنائیں اور مالک ہونے کے ساتھ زمین میں ان کو حکومت دیں۔ فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان بنی اسرائیل کی جانب سے وہ ناگوار واقعات دکھائے جن سے وہ بچاؤ کررہے تھے۔ مراد اس سے زوال سلطنت و ہلاکت ہے کہ اسی بچاؤ کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے بچوں کو ایک تعبیر خواب کی بنا پر قتل کررہا تھا جو فرعون نے دیکھا تھا اور نجومیوں نے یہ تعبیر دی تھی۔ (کذا فی الدر المنثور)

اللہ کی قضاوقدر کے سامنے ان لوگوں کی تدبیر کچھ کام نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰؑ علیہ السلام اسی پرآشوب زمانہ میں پیدا ہوئے تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کیا کہ جب تک ان کا اخفا ممکن ہو تم ان کو دودھ پلاؤ پھر جب تم کو ان کی نسبت جاسوسوں کے مطلع ہونے کا اندیشہ ہو تو بے خوف وخطر ان کو صندوق میں رکھ کر دریا یعنی دریائے نیل میں ڈال دینا اور غرق سے اندیشہ کرنا اور نہ مفارقت پر غم کرنا۔ کیونکہ ہم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور پھر اپنے وقت پر ان کو پیغمبر بنادیں گے غرض وہ اسی طرح دودھ پلاتی رہیں۔ پھر جب افشائے راز کا خوف ہوا تو صندوق میں بند کر کے اللہ کے نام پر دریائے نیل میں چھوڑ دیا۔ اس کی کوئی شاخ فرعون کے محل میں جاتی تھی یا تفریحاً فرعون کے متعلقین دریا کی سیر کو نکلے تھے۔ غرض وہ صندوق کنارے پر لگا تو فرعون کے لوگوں نے

صندوق بمعہ بچے کے اٹھالیا اور فرعون کے سامنے لائے تو فرعون کی بی بی حضرت آسیہؓ نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یعنی اس کو دیکھ دیکھ کر جی خوش ہوا کرے گا تو اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ بڑا ہو کر ہم کو کچھ فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں اور ان لوگوں کو انجام کی خبر نہ تھی کہ یہ وہی بچہ ہے۔ جس کے ہاتھوں فرعون کی سلطنت غارت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ادھر یہ قصہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خیالات مختلفہ کے ہجوم سے بیقرار ہو گیا اور بیقراری بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ ایسی سخت بیقراری کہ قریب تھا کہ غایت بیقراری سے وہ موسیٰ علیہ السلام کا حال سب پر ظاہر کر دیتیں۔ اگر ہم ان کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کرتے کہ وہ ہمارے وعدہ پر یقین کیئے بیٹھی رہیں۔ غرض بمشکل انہوں نے دل کو سنبھالا اور تدبیر شروع کی وہ یہ کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن (مریم) یعنی اپنی بیٹی سے کہا ذرا موسیٰؑ کا سراغ تو لگاؤ۔ سو وہ چلیں اور یہ معلوم کر کے کہ صندوق محل میں کھلا ہے۔ محل میں پہنچیں یا تو ان کی آمد و رفت ہوگی یا کسی حیلہ سے پہنچیں اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ ان کی بہن ہیں اور اس فکر میں آئی ہیں اور ہم نے پہلے ہی سے یعنی جب سے صندوق سے نکلے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والئیوں کی بندش کر رکھی تھی یعنی کسی کا دودھ نہ لیتے تھے سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اس حال کو دیکھ کر اور موقع پا کر کہنے لگیں کیا میں تم

لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتادوں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ اپنی جبلت کے موافق دل سے اس کی خیر خواہی کریں۔ ان لوگوں نے ایسے وقت میں کہ دودھ پلانے کی مشکل پڑرہی تھی اس مشورہ کو غنیمت سمجھا اور ایسے گھرانے کا پتہ پوچھا انہوں نے اپنی والدہ کا پتہ بتلا دیا۔ چنانچہ وہ بلائی گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ان کی گود میں دیئے گئے۔ جاتے ہی دودھ پینا شروع کردیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین سے اپنے گھر لے آئیں اور گاہے بگاہے لے جا کر ان کو دکھلا آتیں۔

غرض ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح ان کی والدہ کے پاس اپنے وعدہ کے موافق واپس پہنچادیا تاکہ اپنی اولاد کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تاکہ فراق کے غم میں نہ رہیں اور مرتبہ معائنہ میں اس بات کو اور زیادہ یقین کے ساتھ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔

(تفسیر معارف القرآن)

حضرت یشبع علیہا السلام

(حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ)

حضرت یشبع علیہا السلام (Elizabeth) کا نام بعض کتابوں میں ایشاع بنت عمران آیا ہے۔ آپ بڑی عظمت والی خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ایک عظیم کرامت ظاہر کی۔ آپ جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ اور سرپرست تھیں۔ آپ حضرت مریمؑ سے بہت محبت اور شفقت کرتی تھیں۔ آپ کا تعلق بھی بنی اسرائیل سے تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بیت المقدس (ہیکل سلیمانی) کے سرپرست اعلیٰ تھے اور برگزیدہ نبی تھے۔ آپ بیت المقدس میں خوشبو جلانے کی خدمت انجام دیتے تھے۔

حضرت مریمؑ کی والدہ نے جب مریمؑ کو بیت المقدس کی نذر کر دیا تو حضرت زکریاؑ ان کے کفیل اور سرپرست بن گئے۔ دونوں میاں بیوی نے بڑی شفقت سے حضرت مریمؑ کی پرورش اور تربیت کی۔ جب حضرت مریمؑ جوان ہوئیں تو مسجد کی ایک محراب (حجرہ عبادت) میں دن رات عبادت میں مصروف رہنے لگیں۔ حضرت زکریاؑ جب بھی ان کی پاس محراب میں جاتے تو ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء پاتے اور جب پوچھتے کہ یہ اشیاء کہاں سے آئیں؟ حضرت مریمؑ جواب دیتیں کہ اللہ کے پاس سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِن لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً إِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاء (38)فَنَادَتْهُ الْمَلآئِکَةُ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیَـی مُصَدِّقاً بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَسَیِّداً وَحَصُوراً وَنَبِیّاً مِّنَ الصَّالِحِیْنَ (39)قَالَ رَبِّ أَنَّیَ یَکُونُ لِیْ غُلاَمٌ وَقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَأَتِیْ عَاقِرٌ قَالَ کَذَلِکَ اللّهُ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ (40)قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّیَ آیَةً قَالَ آیَتُکَ أَلاَّ تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلاَثَةَ أَیَّامٍ إِلاَّ رَمْزاً وَاذْکُر رَّبَّکَ کَثِیْراً وَسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالإِبْکَارِ (41)

(سورۃ آل عمران: ۳۸ ۔ ۴۱)

اس وقت زکریاؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور کہا کہ اے پروردگار مجھے اپنی جانب سے اولاد صالح عطا فرما تو بے شک دعا سننے والا (اور قبول کرنے والا) ہے۔ وہ اپنی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتے نے آوز دی (اے زکریاؑ) اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار ہوگا اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والا ہوگا اور اللہ کے پیغمبر (نیکو

کاروں) میں سے ہوگا۔ زکریاؑ نے کہا! اے پروردگار! میرے ہاں لڑکا
کیسے ہوگا کہ میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، اللہ تعالیٰ
نے فرمایا! اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زکریاؑ نے کہا کہ اے
پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے، اللہ نے فرمایا کہ تم
لوگوں سے تین دن تک اشارے کے سوا بات نہیں کرسکو گے، تو اپنے
پروردگار کی کثرت سے یاد کرنا اور صبح وشام اس کی تسبیح کرنا۔

حضرت زکریاؑ اس وقت تک بے اولاد تھے کیونکہ ان کی اہلیہ بانجھ تھیں اور وہ خود بھی نوے سال کے ہوگئے تھے۔ حضرت مریمؑ کی عبادت گزاری اور بارگاہ الٰہی میں مقبولیت دیکھ کر ان کے دل میں بھی تمنا پیدا ہوئی کہ کاش اللہ انہیں بھی ایسی ایک نیک اولاد عطا فرمائے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی!

اے پروردگار! میری ہڈیاں تک کھل گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے۔ اے میرے رب! میں کبھی تجھ سے مانگ کرنا امید نہیں ہوا ہوں۔ مجھے اپنے بعد اپنے بھائی بندوں کی برائی کا خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے فضلِ خاص سے ایک وارث عطا فرما جو میرا وارث بھی ہو اور آلِ یعقوبؑ کی میراث کا بھی مالک ہو۔ اور اے میرے رب اس کو ایک پسندیدہ انسان بنانا۔ ان کی دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے زکریاؑ! ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس نے اس نام کا پہلے کوئی

آدمی پیدا نہیں کیا۔

حضرت زکریاؑ نے عرض کیا! اے میرے پروردگار! بھلا میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔

جواب ملا! ایسا ہی ہوگا۔ تمہارا رب فرماتا ہے کہ یہ میرے لئے ایک معمولی بات ہے۔ آخر اس سے پہلے میں تمہیں پیدا کر چکا ہوں جبکہ تم کوئی چیز نہ تھے۔

حضرت زکریاؑ نے عرض کیا! اے پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دے۔

ارشاد ہوا! تمہاری لئے نشانی یہ ہے کہ تم متواتر تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے سوا بات نہ کر سکو گے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

ذِکْرُ رَحْمَةِ رَبِّکَ عَبْدَهُ زَکَرِیَّا (2)إِذْ نَادَی رَبَّهُ نِدَاء خَفِیّاً (3)قَالَ رَبِّ إِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْباً وَلَمْ أَکُن بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیّاً (4)وَإِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِن وَرَائِیْ وَکَانَتِ امْرَأَتِیْ عَاقِراً فَهَبْ لِیْ مِن لَّدُنکَ وَلِیّاً (5)یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیّاً (6)یَا زَکَرِیَّا إِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ یَحْیَی

لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيّاً (7)قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِيْ غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِيْ عَاقِراً وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيّاً (8)قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئاً (9)قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّيْ آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيّاً (10) فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيّاً(11) يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيّاً (12)وَحَنَاناً مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيّاً (13)وَبَرّاً بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّاراً عَصِيّاً (14) وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيّاً (15)

(سورۃ مریم: ۲ ۔ ۱۵)

یہ تمہارے رب کی مہربانی کا بیان ہے جو اپنے بندے زکریاؑ پر کی گئی۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز میں پکارا اور کہا کہ میرے پروردگار! میری ہڈیاں بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے شعلہ مارنے لگا ہے۔ اور میرے پروردگار! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ جو

میری اوراولا دِ یعقوبؑ کی میراث کاوارث ہو۔ اور میرے پروردگار! اس کوخوش اطوار بنانا۔ اے زکریاؑ ہم تم کوایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے پروردگار! میرے ہاں کس طرح لڑکا ہو گا۔ جس حال میں میری بیوی ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔ حکم ہوا کہ اسی طرح ہوگا۔ تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ مجھے یہ کام آسان ہے اور میں پہلے تم کو بھی تو پیدا کر چکا ہوں کہ تم کوئی چیز نہ تھے۔ کہا کہ اے پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا! نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سالم ہوکر بھی تین دن رات لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔ پھر وہ عبادت کے حجرے سے نکل کراپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشاروں سے کہا کہ صبح وشام اللہ کو یاد کرتے رہو۔ اے یحییٰ! ہماری کتاب کومضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور ہم نے ان کولڑکپن میں دانائی عطا فرمائی۔ اور اپنے پاس شفقت اور پاکیزگی دی تھی۔ اور وہ پرہیز گار تھے۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمان نہیں تھے۔ اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ ان پر سلام اور رحمت ہے۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْداً وَأَنتَ خَيْرُ

الْوَارِثِينَ (89)فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (90)

(سورۃ الانبیاء: ۸۹ ۔ ۹۰)

اور زکریاؑ کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔ اور ہم نے ان کی پکار سن لی، اور ان کو یحییٰ بخشے اور ان کی بیوی کو ان کے (اس ولادت کے) قابل بنا دیا۔ یہ لوگ لپک لپک کر نیکیاں کرتے اور ہمیں امید سے پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کرتے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ آپ اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنتے تھے اور چمڑے کا پٹکا کمر پر باندھتے تھے۔ عورتوں سے رغبت نہ رکھتے تھے۔ حکومت کے سپاہیوں سے کہتے تھے کہ کسی پر ظلم نہ کرو۔ کسی سے ناحق کچھ نہ چھینو اور اپنے تنخواہ میں گزارا کیا کرو۔ وہ عام لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ نماز روزے کی پابندی کیا کرو۔ اور خیرات کرتے رہا کرو۔

جس زمانے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام دین اسلام کی تبلیغ میں مشغول تھے۔ ان کے ملک کا یہودی بادشاہ (ہیرود اینٹنی) ایک بدکردار شخص تھا۔ اس

کی عیاشی کی وجہ سے سارے ملک میں فسق و فجور کا بازار گرم تھا۔ اس بدمعاش نے اپنے بھائی کی بیوی ہیرودیاس کو اپنے گھر میں رکھ لیا تھا۔ اس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بادشاہ کو ملامت کی اور ایسا نہ کرنے کی ہدایت کی۔ ہیرود اینٹنی نے اپنی اصلاح کرنے کے بجائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تھا۔ ہیرودیاس بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کی پیاسی ہوگئی تھی۔ کیونکہ ان کی اخلاقی تعلیمات کی وجہ سے اس کو لوگ ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ ہیرود اینٹنی نے اپنے سالگرہ کا جشن منایا۔ اس میں ہیرودیاس کی بیٹی نے خوب رقص کیا۔ اس پر بادشاہ نے خوش ہوکر اس سے کہا کہ مانگو کیا مانگتی ہو۔ بیٹی نے اپنی ماں کے اشادے پر کہا! مجھے یوحنا بتسمہ دینے والے کا سر چاہئے (یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام)۔

بدبخت بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام) کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ اس نے اسے ایک تھال میں رکھ کر رقاصہ کی نذر کر دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یشبع علیہ السلام کا بیٹا حضرت یحییٰ علیہ السلام جن کو مرتبہ نبوت تو پہلے ہی حاصل تھا مرتبہ شہادت بھی حاصل ہوگیا۔

حضرت حنہؒ

(حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران کی والدہ)

آپؒ کا پورا نام حضرت حنہ بنت فاقوذ بن قتیل تھا۔ آپؒ کے شوہر کا نام عمران بن باشھم بن آمون تھا جو حضرت مریم علیہ السلام کے والد تھے۔ آپ کا گھرانہ اپنے زمانے میں انتہائی باعزت گھرانہ مانا جاتا تھا۔ لوگ آپ کے گھرانے سے خیر و برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت بی بی حنہؒ فرمابردار، اطاعت گزار، بے حد عبادت گزار اور پختہ ایمان کی مالک خاتون تھیں۔ آپ نے نیت کر لی تھی کہ میرے پاس جتنی چیزیں ہیں اس میں سب سے قیمتی چیز میں اللہ کے نام پر ہبہ کر دوں گی۔ انہوں نے سوچا کہ ان کے بطن کے بچہ سے قیمتی اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی اس لئے انہوں نے نذر مان لی کہ اس بچہ کو پوری زندگی کے لئے دین اور بیت المقدس کے لئے وقف کر دوں گی اور دوسری ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد کر دوں گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَرَبُّکَ يَخۡلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخۡتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ
سُبۡحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشۡرِكُونَ (68)

(سورۃ القصص ۔ ٦٨)

اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے۔ ان کے لئے کبھی

بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ شریک بناتے ہیں۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّراً فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ إِنَّکَ أَنتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (35)فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّیْ وَضَعْتُهَا أُنْثَی وَاللّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالأُنثَی وَإِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وِإِنِّیْ أُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (36)

(سورۃ آل عمران: ۳۵ ۔ ۳۶)

جب عمران کی بیوی نے کہا! اے میرے رب بے شک میں تیرے لئے اس کی نظر مانی ہے جو میرے پیٹ میں ہے کہ آزاد، میں نے اس کو تیرے لئے نذر کیا، سوتو اس کو میری طرف سے قبول فرمالے بے شک تو ہی بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے لڑکی جنی تو کہنے لگی کہ اے میرے رب! میں نے تو لڑکی جنی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے کیا جنا اور لڑکا، لڑکی جیسا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا (مریم کے معنی عبادت گزار کے ہیں) اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرانؒ کی بیوی حضرت حنہؒ بنت فاقوذ نے اپنی بیٹی مریمؑ کو کپڑے میں لپیٹا اور انہیں کنیسہ (عبادت گاہ) میں بھیج دیا۔ یوں انہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا۔ لیکن آپ ان کی دیکھ بھال کرتی رہتی تھیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے ان کی نشو نما کی اور تربیت اور پرورش کے بعد جب وہ اس قابل ہو گئیں کہ بات کو سمجھ سکیں تو انہوں نے انہیں بیت المقدس بھیج دیا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَـذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللّهِ إنَّ اللّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ(37)

(سورۃ آل عمران ۔ ۳۷)

پس اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اچھی نشو نما کے ساتھ اس کی پرورش کی اور اس کا کفیل (حضرت) زکریہ (علیہ السلام) کو بنایا۔ جب کبھی زکریہؑ ان کے عبادت خانے میں داخل ہوتے، تو ان کے پاس کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز کو پاتے، انہوں نے کہا اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے کسی حساب کے

بغیر رزق دیتا ہے۔

جس وقت حضرت زکریہ علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس بے موسمی پھل دیکھے تھے اور ان پھلوں کے بارے میں پوچھا تھا، اس وقت حضرت مریمؑ عاقلہ اور بالغہ تھیں اور حضرت زکریہ علیہ السلام ان کے خالو تھے۔ قرآن کریم میں بیان کردہ انداز سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت آپ کو بیت المقدس بھیجا گیا تو آپ سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ آپ کی ابتدائی نشونما آپؑ کی والدہ نے کی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کہ کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا!

ہر بنی آدم (انسان) جب پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو بچہ شیطان کے چھونے سے زور سے چیختا ہے، سوائے مریمؑ اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ (صحیح بخاری)

حضرت مریم علیہ السلام بنت عمران

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ)

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِىٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ (12)

(سورۃ التحریم ۔ ۱۲)

اور اللہ مثال دیتا ہے مریم بنت عمران ؑ کی جس نے اپنے اندیشوں کی جگہوں کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح ڈال دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کو مانا اور اپنے رب کے فرمانبرداروں میں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سب عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران ؑ اور خدیجہ بنت خویلد ؓ ہیں۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ام عیسیٰ ؑ سیدہ مریم بنت عمران ؑ کا ذکر باقی دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔ گیارہ سورتوں میں آپ ؑ کا نام (۳۴) چونتیس بار

آیا ہے۔

حضرت مریم علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا اور وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل اور اولاد میں سے تھے اور والدہ کا نام حنّہ تھا جو بنی اسرائیل کے پاکباز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت زکریہ علیہ السلامؑ آپ کے خالو تھے۔ آپ کی والدہ نے منت مانی تھی کہ ان کے ہاں اگر بیٹا ہوا تو وہ اسے بیت المقدس کی خدمت میں اللہ کی راہ میں وقف کر دیں گی۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے بعد ان کو ایک بیٹی عطا فرمائی۔ جس کا نام انہوں مریمؑ رکھا۔ اور اسے لے کر بیت المقدس پہنچیں۔ وہاں کے ہر ایک عابد نے حضرت مریمؑ کا اپنی پرورش میں لینا چاہا۔ حضرت زکریہ علیہ السلام بھی انہی میں سے تھے، وہ حضرت حنہؓ کے بہنوئی تھے۔ حضرت حنہؓ نے اپنے بیٹی ان کے حوالے کر دی۔

حضرت زکریہ علیہ اسلام نے بڑی شفقت اور محنت سے حضرت مریمؑ کی پرورش کی۔ حضرت مریمؑ بچپن سے ہی بہت نیک، پاکباز اور عبادت گزار تھیں۔ ان کی طبیعت میں بالکل شوخی نہیں تھی۔ حضرت زکریہ علیہ السلام نے ان کے رہنے کے لئے بیت المقدس میں ایک حجرہ بنوا دیا تھا۔ حضرت مریمؑ سارا دن وہاں عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔ ایک دن حضرت زکریہ علیہ السلام غلطی سے حجرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تین دن تک آپ ان کو دیکھنے

تشریف نہ لا سکے۔ چوتھے دن انہیں حضرت مریمؑ کا خیال آیا تو وہ فوراً ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ دروازہ باہر سے بند ہے۔ انہیں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ عبادت میں مصروف ہیں اور ان کے پاس انواع واقسام کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔ جب وہ عبادت سے فارغ ہوئیں تو حضرت زکریہ علیہ السلام نے ان سے پوچھا!

اے مریمؑ ! بیٹی! یہ پھل کہاں سے آئے؟

حضرت مریمؑ نے جواب دیا! خالو جان! یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کے ذریعہ بھیجی ہیں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَـذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللّهِ إنَّ اللّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ(37)

(سورۃ آل عمران۔۳۷)

پھر اس کے رب نے اس (لڑکی) کو اچھی طرح قبول کرلیا اور ان کی نشونما عمدہ طریقہ سے فرمائی اور زکریہ (علیہ السلام) نے ان کی کفالت کی، جب زکریہ (علیہ السلام) ان کے پاس حجرے میں جاتے تو وہ ان کے پاس رزق پاتے۔ انہوں (حضرت زکریہ علیہ السلام) نے ان سے پوچھا! اے مریمؑ !تمہارے پاس یہ کہاں سے آتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آتا ہے،

بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

حضرت زکریہؑ نے مجھ سے کہا! اے مریمؑ! تم ساری جہاں کی عورتوں سے پاک ہو، اپنے رب کی بندگی کرو، اپنے رب کے آگے سر بسجو دہوا کرو۔

جب حضرت مریمؑ بالغ ہوئیں تو ایک مرتبہ غسل کے لئے آپ عین السویٰ (چشمہ) پر گئیں۔ غسل سے فارغ ہوئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک انسان نو جوان کی شکل میں ان کے پاس تشریف لائے۔ حضرت مریمؑ ایک اجنبی مرد کو اپنے پاس دیکھ کر ڈر گئیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاء الْعَالَمِيْنَ (42)يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (43)ذَلِكَ مِنْ أَنبَاء الْغَيْبِ نُوحِيْهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُون أَقْلامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (44)إِذْ قَالَتِ الْمَلآئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهاً فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ(45) وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِيْ الْمَهْدِ وَكَهْلاً

وَمِنَ الصَّالِحِينَ (46)قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِيُ وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِيُ بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ (47)

(سورۃ آل عمران: ۴۲ ۔ ۴۷)

اور جب فرشتہ نے کہا! اے مریمؑ! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور تمہیں پاک کر دیا ہے، اور تمہیں سب جہانوں کی عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ اے مریمؑ! تم اپنے رب کی عبادت کرتی رہو اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔ یہ غیب کی خبریں جو ہم آپ (ﷺ) پر وحی کرتے ہیں اور آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی) میں اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ مریمؑ کی کفالت کون کرے گا اور اس وقت بھی آپ (ﷺ) ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ جب فرشتہ نے کہا اے مریمؑ! بے شک تمہیں ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریمؑ ہے جو دنیا و آخرت میں بڑے مرتبہ والا اور اللہ کے مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔ اور وہ لوگوں سے ماں کی گود میں اور بڑی عمر میں باتیں کرے گا اور وہ نبی ہوگا اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ انہوں نے (حضرت مریمؑ) نے کہا! اے میرے رب! میرے بیٹا کہاں سے ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرمایا! اسی

طرح جو اللہ چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِيْ دِيْنِكُمْ وَلاَ تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ إِلاَّ الْحَقِّ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرُسُلِهِ وَلاَ تَقُولُواْ ثَلاَثَةٌ انتَهُواْ خَيْراً لَّكُمْ إِنَّمَا اللّهُ إِلَـهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَات وَمَا فِيْ الأَرْضِ وَكَفَى بِاللّهِ وَكِيْلاً (171)

(سورۃ النساء ۔ ۱۷۱)

اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ پر مت کہو مگر حق، نہیں نے مسیح ابن مریمؑ مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین ہیں، باز آ جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بطور وکیل کافی ہے۔

مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (75)

(سورۃ المائدہ ۔ ۷۵)

نہیں ہیں مسیح ابن مریمؑ مگر ایک رسول، یقیناً ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور ان کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، دیکھو ان کے لئے ہم کیسے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو وہ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔

حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا! میں تمہارے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ایک قاصد ہوں اور تمہیں ایک خوبصورت بیٹے کی بشارت دیتا ہوں۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا! یہ کیسے ہوسکتا ہے، مجھے تو کسی نے چھوا تک نہیں ہے۔

حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا! تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ سب میرے لئے آسان ہے۔ میری قدرت سے بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوگا اور یہ کام ضرور ہوگا۔ یہ کہہ کر حضرت جبرائیلؑ نے روح پھونکی اور غائب ہو گئے۔ حضرت مریمؑ انتہائی حیران اور پریشان تھیں اور پھر وہ اپنی عبادت گاہ میں آ کر عبادت میں مصروف ہو گئیں۔ کچھ عرصہ بعد ان پر حمل کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے تو یہودیوں نے ان پر تہمتیں لگانی شروع کر دیں۔ حضرت بی بی مریمؑ کسی کی بات

کا جواب نہیں دیتی تھیں بس خاموشی سے اپنی عبادت میں لگی رہتی تھیں۔

آپ ؑ بچہ کی پیدائش سے قبل اللہ کے حکم سے بیت اللحم پہنچیں اور وہاں ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ یہ بیت المقدس سے نو میل دور کوہ سراط (ساطیہ) کے سلسلہ کا ایک ٹیلہ تھا۔

سورۃ المومنون میں اس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ
ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ (50)

اور ہم نے مریم ؑ کے بیٹے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور ان کی ماں کو اپنی نشانی بنایا تھا اور ان کو ایک اونچی جگہ پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں (صاف ستھرا) پانی جاری تھا، پناہ دی تھی۔

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا
وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ (91)

(سورۃ الانبیاء ۔ ۹۱)

اور ان (مریم ؑ) کو بھی یاد کرو جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا، تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ان کے بیٹے کو جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا۔

وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ آپ کے پاس ہی پانی کا

ایک چشمہ جاری ہوگیا۔ اس پانی سے حضرت بی بی مریمؑ نے غسل کیا اور بچہ کو بھی نہلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کھجور کے سوکھے درخت کو ہرا بھرا کر دیا اور اس میں سے تازہ کھجوریں ان کے اوپر گریں، آپ نے خود بھی کھائیں اور بچہ کو بھی چٹائی۔ پھر بچہ کو لے کر بیت المقدس پہنچیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَاذْكُرْ فِيْ الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَاناً شَرْقِيّاً (16)فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَاباً فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً (17)قَالَتْ إِنِّيْ أَعُوذُ بِالرَّحْمَن مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيّاً (18)قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَاماً زَكِيّاً (19)قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِيْ غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيّاً (20)قَالَ كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْراً مَّقْضِيّاً (21)فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَاناً قَصِيّاً (22)فَأَجَاءهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنتُ نَسْياً مَّنسِيّاً (23) فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيّاً (24)وَهُزِّيْ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ

عَلَیۡکِ رُطَباً جَنِیّاً(25) فَکُلِیۡ وَاشۡرَبِیۡ وَقَرِّیۡ عَیۡناً فَإِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ أَحَداً فَقُولِیۡ إِنِّیۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمَنِ صَوۡماً فَلَنۡ أُکَلِّمَ الۡیَوۡمَ إِنسِیّاً (26)فَأَتَتۡ بِهِ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهُ قَالُوا یَا مَرۡیَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَیۡئاً فَرِیّاً (27)یَا أُخۡتَ هَارُونَ مَا کَانَ أَبُوکِ امۡرَأَ سَوۡءٍ وَمَا کَانَتۡ أُمُّکِ بَغِیّاً (28) فَأَشَارَتۡ إِلَیۡهِ قَالُوا کَیۡفَ نُکَلِّمُ مَن کَانَ فِیۡ الۡمَهۡدِ صَبِیّاً (29)

(سورۃ مریم: ۱۶ ۔ ۲۹)

اور کتاب (قرآن) مین مریم کا ذکر کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کرلیا۔(اس وقت) ہم نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تو ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔ مریمؑ بولیں کہ اگر تم تقویٰ رکھتے ہو تو تم سے میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا بخشوں۔ مریمؑ نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ فرشتے نہ کہا کہ یوں ہی ہوگا، تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے۔ اور میں اسے اسی طرح پیدا

کروں گا تا کہ اس کو لوگوں کے لئے اپنی طرف سے نشانی اور رحمت و مہربانی بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے۔ تو وہ اس بچہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دوسری جگہ چلی گئیں۔ پھر دردزہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا، کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہوتی۔ اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے ان کو آواز دی کہ غمگین نہ ہو تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف سے ہلاؤ تو تم پر تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔ تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی سے ہرگز کلام نہیں کروں گی۔ پھر وہ اس بچہ کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آئیں، وہ کہنے لگے کہ اے مریمؑ یہ تو نے بہت برا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہے بد اطوار تھا اور نہ تیری ماں بدکار عورت تھی۔ تو مریمؑ نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بولے کہ گود کا بچہ کیسے بات کر سکتا ہے۔

یہودیوں نے بچہ سے متعلق طرح طرح کے سوالات کرنے لگے، کچھ لوگوں نے آپ پر تہمتیں لگائیں اور برا بھلا بھی کہا۔ بچہ کے بارے میں لوگوں کے پوچھنے پر کہ یہ بچہ کیسے پیدا ہوا؟ حضرت مریمؑ خاموش رہیں اور بچے کی طرف

اشارہ کر دیا اس سے پوچھو۔

لوگوں نے بچہ کے پاس جا کر پوچھا کی تیرا باپ کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی عطا کی اور آپ نے جواب دیا!

قَالَ إِنِّیْ عَبْدُ اللَّهِ آتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِيّاً (30) وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكاً أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِیْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيّاً (31) وَبَرّاً بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّاراً شَقِيّاً (32)وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيّاً (33)

(سورۃ مریم: ۳۰ ۔ ۳۳)

بچہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھ نبی بنایا۔

اور اس نے مجھے بابرکت بنایا، جہاں کہیں بھی میں ہوں، اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں۔ اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔

اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

لوگ اس نوزائیدہ بچے کی زبان سے اتنے عظیم الفاظ سن کر حیران ہو گئے اور ڈر گئے۔ انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضرت مریمؑ پاک اور باعصمت خاتون ہیں اور یہ نومولود کوئی بہت ہی برگزیدہ ہستی ہیں۔ چنانچہ آج تک آپ کو "مقدس مریمؑ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی رات وہاں کے بادشاہ نے ایک نیا ستارہ روشن ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس نے نجومیوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ کسی عظیم الشان ہستی کی ولادت ہوئی ہے اور وہ شام کے علاقہ میں ہوئی ہے۔ اسی دن بادشاہ نے خوشبوؤں کے تحفے دے کر ایک وفد بیت المقدس بھیجا۔ جب بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بارے میں سنا تو سخت گھبرا گیا اور مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک اور وفد بھیجا۔ وفد کے ارکان نے حضرت بی بی مریمؑ کی بہت تعظیم کی، خوشبوؤں کے تحفے دئے اور ان کی صداقت پر ایمان لائے۔ بعض لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ اس بچہ کا دشمن ثابت ہو گا۔ اس لئے وہ یہاں سے کہیں اور چلی جائیں۔ چنانچہ حضرت بی بی مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کو لے کر اپنے عزیزوں کے پاس مصر چلی گئیں اور کچھ عرصہ ناصرہ میں رہیں۔ جب حضرت عیسیٰؑ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو آپ دوبارہ یروشلم واپس آ گئیں۔ حضرت مریمؑ کی پوری زندگی بندگی، توکل، تسلیم و رضا، پاکیزگی، زہد اور تقویٰ کی شاندار مثال ہے۔ آپ صاحبِ الہام خاتون تھیں۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

عورتوں میں عائشہ بنت ابو بکرؓ کی فضیلت ایسی ہے جیسے کھانوں میں ثرید کی۔ مردوں میں تو بہت سے کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمرانؑ (ام عیسیٰؑ) اور آسیہؓ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل عورت پیدا نہیں ہوئی۔

(صحیح بخاری)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ام عیسیٰؑ مریم بنت عمرانؑ اپنے زمانے کی سب سے بہترین فضائل ومحاسن کے کمال کو پہنچنے والی خاتون تھیں اور اس امت کی بہترین فضائل ومحاسن والی خاتوں خدیجہ بنت خویلدؓ ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت بی بی مریمؑ کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ تہمتیں لگانے والے اور بہتان باندھنے والے فاسق قسم کے لوگوں کی قبیح حرکتیں مومن کو ضرر نہیں پہنچا سکتیں۔ جیسا کہ ام عیسیٰؑ حضرت مریم بنت عمرانؑ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے دشمنوں یہودیوں کی طرف سے آج تک بہتان والزامات کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے بلکہ ان کی عزت وآبرو میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے ان کی عزت و عظمت کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے کہ توریت وانجیل بھی ایسا پر وقار اور عظیم انداز سے بیان نہیں کر سکے۔ یہودیوں نے تو حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اس قبیح فعل کی طرف کر رکھی ہے کہ جس سے اللہ رب العزت نے دونوں ماں بیٹوں کو بری قرار دے دیا ہے کہ حضرت بی بی مریمؑ کو صدیقہ اکبر کا عظیم خطاب عطا فرمایا ہے اور تمام جہان کی عورتوں میں منتخب فرمایا ہے۔

حضرت بی بی آمنہ ؓ

(رسول کریم ﷺ کی والدہ محترمہ)

حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) قبیلہ زہرہ کے رئیس وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب کی صاحبزادی تھیں جو اپنے چچا وہیب بن عبدمناف کے پاس رہتی تھیں۔ آپ نسب اور رتبہ کے اعتبار سے افضل ترین خاتون شمار کی جاتی تھیں۔ حضرت بی بی آمنہؓ کا نسب اس طرح ہے:

آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

حضرت بی بی آمنہؓ کی والدہ کا نسب اس طرح ہے: براۃ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

حضرت آمنہؓ تاریخ اسلام کی کی وہ عظیم ہستی ہیں جن کے مقدر پر انسانیت ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ آپ صورت اور سیرت دونوں میں کمال کا حسن رکھتی تھیں۔ آپ کی پرورش نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ آپ کا خاندان، حسب ونسب، اسلاف کی سربلندی، شرم وحیا کی پیکر، نگاہ وگفتگو میں شرم وحیا کا ہونا جیسی خوبیوں کی مالک تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ ہر آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے۔

جہاں کہیں دوشاخیں پھوٹتیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کیا جو سب سے بہتر تھی۔

حضور اقدس ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ جب جوان ہوئے تو خوبصورتی اور رعنائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ نگاہوں میں عورتوں سے زیادہ حیا تھی۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ایک خاص قسم کا نور جھلکتا تھا۔ آپ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے اور سب سے چہیتے بیٹے تھے۔ وہ آپ کو اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ کی عمر مبارک جب چوبیس سال ہوئی تو آپ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہوگیا، حضرت عبداللہؓ نے وہاں کے دستور کے مطابق تین دن سسرال میں گزارے۔ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر اس وقت تقریباً (۱۷) برس تھی۔ حضرت آمنہؓ کے چچا کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام ہالہ تھا۔ ان سے حضرت عبدالمطلب نے نکاح کیا۔ ایک ہی محفل میں دونوں نکاح ہوئے۔ حضرت ہالا حضرت حمزہؓ کی والدہ تھیں جو آپ ﷺ کے رضائی بھائی اور چچا تھے۔

(طبقات الکبریٰ)

حضرت ایوب بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ قریش کے قافلہ تجارت میں شام کی طرف نکلے، جب تجارت سے فارغ ہوئے تو واپسی پر مدینہ طیبہ سے گزر ہوا، حضرت عبداللہؓ ان دنوں بیمار تھے قافلے کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے اس لیے اپنی ننھیال میں بنی عدی بن نجار میں ٹھہر گئے۔ آپ وہاں ایک ماہ

تک بیماری کی حالت میں رہے۔ دوسرے لوگ مکہ پہنچ گئے حضرت عبدالمطلب نے ان کے متعلق قافلے والوں سے پوچھا انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی ننھیال میں ٹھہر گئے ہیں۔ ہم نے انہیں بیماری کی حالت میں چھوڑا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے ایک بیٹے اوران کے بھائی حارث کو بھیجا تا کہ حال دریافت کریں اوران کواپنے ساتھ لے کر مکہ آئیں۔ جب وہ وہاں پہنچے توان کا انتقال ہو چکا تھا اوران کو دارنابغہ میں دفن کیا جا چکا تھا۔ یہ بنی عدی بن نجار کا ایک مکان تھا۔ حضرت عبداللہ کا انتقال 571ء میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر پچیس (25) سال تھی۔ حضرت حارث کو بہت دکھ ہوا اوروہ غمگین مکہ واپس لوٹ آئے اوراپنے والد حضرت عبدالمطلب کوآپ کے انتقال کی خبردی۔ (ابن ہشام، طبقات ابن سعد)

حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت سے مروی ہے کہ میں بوقت سحر ایک فارع نامی ٹیلے پر موجود تھا۔ اس وقت میری عمر سات، آٹھ سال کی تھی کہ اچانک بہت تیز اور بلندترین آواز میرے کانوں میں پڑی۔ غور کیا کہ آواز کدھر سے آ رہی ہے تو دیکھا ایک یہودی مدینہ طیبہ کے ٹیلوں پر سے ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا ہے اوراس کے ہاتھ میں ایک آگ کا شعلہ ہے۔ سب لوگ دوڑ کر اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کے تجھے کیا مصیبت آ گئی ہے۔ کیوں چلاّ رہا ہے۔ وہ بولا یہ ستارہ احمد مجتبیٰ (ﷺ) والا طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ ظہور نبوت کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء (علیہ السلام) میں سے صرف ایک نبی (محمد مصطفیٰ ﷺ) ہی تشریف لانے والے ہیں جو خاتم النبیین ہوں گے۔ لوگوں نے

اس پر ہنسنا شروع کر دیا اور اس بات پر حیرانی کا اظہار کیا۔ (الوفا)

حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے حاملہ ہونے سے ولادت تک کبھی کسی قسم کی مشقت اور تکلیف محسوس نہیں کی اور مجھے الہام میں حکم دیا گیا کے میں ان کا نام احمد ﷺ رکھوں۔ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ جب مجھے مخصوص اور زچگی والی کیفیت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے جسے بالکل قریب ہو گئے ہوں اور مجھ پر گرنے والے ہیں۔ جب میں نے بچہ کو جنم دیا تو ایسا نور بر آمد ہوا جس کی وجہ سے مکان و حجرہ روشن ہو گیا حتیٰ کہ جدھر دیکھتی تھی نور ہی نور تھا۔

ابن سعد نے حضرت آمنہ ؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب پیدا ہوئے تو نہایت پاک وصاف تھے۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر کسی قسم کی آلائش وگندگی نہ تھی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت شفا ؓ جو حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عوف کی والدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ہاتھوں آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آواز بلند فرمائی جیسے کہ ولادت کے بعد بچے آواز نکالتے ہیں تو میں نے ایک آواز دینے والے کو یوں کہتے ہوئے سنا رحمکَ ربکَ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور میرے چاروں طرف نور سے روشن ہو گیا۔ ان کا شمار سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہوتا ہے۔

یعقوب بن سفیان سند حسن کے ساتھ حضرت عائشہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں آباد تھا جس وقت آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو اس نے قریش سے پوچھا کہ آج رات تمہارے ہاں کسی کی ولادت ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں علم نہیں۔ اس نے کہا کہ آج رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) ہوگی وہ رات تک دودھ نہیں پیئے گا کیونکہ ایک جن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ تم جاؤ اور پتہ کر کے آؤ۔ چنانچہ انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی ہاں لڑکے کی ولادت ہوئی ہے۔ وہ یہودی خود چل کر آیا اور علامتِ نبوت کا مشاہدہ کیا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ہوش میں آنے کے بعد کہنے لگا!

بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوگئی۔ اے قریش کے لوگو! واللہ یہ مولود تم پر ایسا حملہ کرے گا جس کی خبر مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔

حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں اس واقعہ کی تائید میں دوسرے شواہد اور مثالیں بھی موجود ہیں۔ (مستدرک ۶۵۷/۱ ، فتح الباری ۲۳ے۔ ۲۴ے/۶)

حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ جب میں نے بیٹے کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر اپنی مٹھی میں مٹی لی اور سجدے کی طرف مائل ہوئے۔ ولادت کے وقت آپ (ﷺ) کی ناف کٹی ہوئی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے اور اس میں سے دودھ کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔ حضرت وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زمعہ کی

پھوپی سے روایت ہے کہ جب حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنم دیا تو خوشخبری سنانے کے لئے ایک آدمی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا وہ اس وقت حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی اولاد اور دیگر قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالمطلب خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور گھر آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گود میں اٹھایا اور خانہ کعبہ کے اندر لے گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے دعا کرتے رہے۔

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بوقت ولادت مختون تھے اور مسکرا رہے تھے۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ ساتویں دن ختنہ ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا نے جب دیکھا تو کہا! میرے بیٹے کی عجب شان ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا! میں اپنے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ میری ماں نے جب میں پیٹ میں تھا ایک خواب دیکھا تھا کہ ان کے بدن سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

ابن سعد نے حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معدان تابعی سے روایت کی ہے اور حضرت عرباض (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ساریہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے سنا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور

خاتم النبیین اس وقت سے ہوں جب میرے باپ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ اور میں اپنے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔

ایک مرتبہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میری والدہ نے میری ولادت کے وقت خواب دیکھا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے ہیں۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت مبارک پڑھی۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا○
وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا○

(سورۃ الاحزاب ۔ 45،46)

ترجمہ: اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ ﷺ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا بھیجا ہے (45) اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔ (46)

آپ ﷺ کی ولادت بروز پیر بمطابق 20 / اپریل 571ء ربیع الاول کے مہینہ کو ہوئی۔ بعض روایات میں ۹ یا ۱۲ تاریخ کا ذکر ہے۔ (بیہقی)

دو سال کی عمر تک حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دودھ پلایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے بچوں کے

مقابلہ میں صحت مند اور دو گنا بڑے لگتے تھے ۔ دو سال بعد حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ ؓ کے پاس لے کر آئیں لیکن مکہ میں وبا پھیلنے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو واپس حضرت حلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ بھیج دیا۔

وبا ختم ہونے کے بعد جب حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ آپ کو واپس مکہ لے آئیں تو آپ ﷺ اپنی والدہ کے پاس رہے۔ حضرت آمنہ آپ ﷺ کو کبھی اپنے سے دور نہیں جانے دیتیں تھیں۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کیئے ہوئے ہے۔ جب آپ ﷺ چلتے ہیں تو وہ بھی ساتھ ساتھ چلنے لگتا ہے اور جب آپ ﷺ رک جاتے ہیں تو وہ بھی رک جاتا ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی تو حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے یثرب جانے کا ارادہ کیا تا کہ اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کریں اور بنی عدی بن نجار میں اپنے ننھیالی رشتہ داروں سے ملاقات کر لیں۔ آپ ؓ اپنی خادمہ ام ایمن ؓ اور اپنے سر پرست حضرت عبدالمطلب کے ساتھ پانچ سو کلو میٹر سفر طے کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک ماہ تک دار نابغہ (مکان) میں قیام کر کے واپس ہوئیں۔ لیکن راستہ میں بیمار ہو گئیں اور بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ آپ ابواء کے مقام پر رحلت فرما گئیں اور آپ ؓ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ (تاریخ خضری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار اپنی والدہ کے مزار اقدس پر جانا ہوا جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں پہنچے تو آپ (ﷺ) نے قبر کی مٹی کو درست کیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی زاروقطار رونے لگے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے وہ منظر جس میں اپنی والدہ کا میری طرف بار بار دیکھنا، حسرت بھری نگاہوں کے ساتھ مجھے بار بار پیار کرنا اور دوران سفر اس طرح مجھ سے جدا ہونا یاد کر کے مجھے پر رحمت و رقت طاری ہوگئی جس وجہ سے میں رونے لگا۔

حضرت حسن بن جابرؒ جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ ماموں رشید کو یہ اطلاع دی گئی کے سیلاب اور بارش کا پانی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر مبارک میں داخل ہوجاتا ہے۔ ماموں رشید نے اس جگہ کو پختہ کرانے کا انتظام کردیا۔

ابن البراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے اس قبر کی ہیئت اور وضع قطع بتائی گئی۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیوں کی والدہ)

آپ کا نام خدیجہ ؓ اور والد کا نام خویلد بن اسد ہے۔ آپ ؓ کی کنیت ام ہند اور لقب طاہرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نسل آپ ؓ کی بیٹیوں سے چلی۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرّۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ ہے۔ آپ ؓ کے والد خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ جنگِ فجار میں مارے گئے تھے۔ آپ کا تعلق قریش کی شاخ بنو اسد سے تھا۔ آپ ؓ کا نسب قصیٰ بن کلاب پر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے مل جاتا ہے۔

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا اور ان کا نسب اس طرح ہے: فاطمہ بنت زائدہ بن اصم بن ہرم بن رواحہ بن ہجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) عام الفیل سے پندرہ سال قبل ۵۵۵ء بمطابق ۳۰/اپریل کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ بچپن سے ہی نہایت نیک طبیعت تھیں۔ آپ کا تعلق قریش کے ایک معزز، مالدار، عالی نسب خاندان سے تھا۔ آپ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جس میں عصمت و عفت، طہارت و اخلاق اور نیک اطوار اور عادات پائی جاتی تھیں۔ دنیاوی اعتبار سے آپ کا خاندان کا تعلق کھاتے پیتے گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ شرافت اور

سیادت کے اعتبار سے قریش کی عورتوں کی سردار " سیدہ النساء قریش " کہلاتی تھیں۔

آپ ؓ حسنِ سیرت کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ آپؓ کے والد قبیلہ کے نہایت معزز شخص تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ آ کر سکونت اختیار کی۔ عبدالدارین بن قصیٰ جوان کے چچا کے بیٹے تھے ان کے حلیف بنے اور ان کی شادی حضرت فاطمہ بنت زائدہ سے ہوئی جن کے بطن سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد **حرب الفجار** کی لڑائی میں مارے گئے تھے۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے پانچ سال بعد کا ہے۔

آپ ؓ کا پہلا نکاح ابو ہالہ ہند بن نباش بن زرارہ سے ہوا۔ آپ کے پہلے شوہر سے دو بیٹے پیدا ہوئے ہالہ اور ہند۔ ہالہ زمانۂ جاہلیت میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ آپ ؓ کا دوسرا نکاح عتیق بن عابد بن عبداللہ سے ہوا۔ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام بھی ہند رکھا گیا۔ شوہر کے فوت ہونے کے بعد آپ ؓ کا تیسرا نکاح صیفی بن امیہ بن عابد سے کیا جو آپ کے چچا کے بیٹے تھے۔ ان سے آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا۔ اس بیٹے سے بھی آپ ؓ کی نسل چلی ہے۔ آپؓ کا چوتھا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہوا، آپ ؓ نکاح کے وقت رسول اللہ ﷺ سے ۱۵ سال بڑی تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ ایک نہایت معزز و شریف، دولت منداور تاجرہ خاتون تھیں۔ آپ اپنا تجارت کا مال ملک شام بھیجا کرتی تھیں۔ آپ کا مال

تجارتی قافلوں میں سب سے زیادہ ہوتا تھا۔ آپ کی تجارت کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو اپنا تجارتی مال دیتی تھیں اور منافع میں دونوں کا طے شدہ حصہ ہوتا تھا۔ جب رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پچیس سال کے ہوئے اور مکہ میں آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا جانے لگا تھا۔

نفیسہ بن منیّہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک پچیس برس ہوئی تو جناب ابوطالب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے اور یہ دن ہمارے لئے ذرا تنگی اور دشواری کے ہیں اور قریش کا ایک قافلہ شام کو جانے والا ہے اور حضرت خدیجہ الکبریٰ بن خویلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مکہ کی نہایت شریف اور مالدار اور ممتاز تاجر ہیں جب کوئی تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنا مالِ تجارت لوگوں کے ذریعہ بھجواتی ہیں آپ ؓ کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا ہے۔ جناب ابوطالب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ اگر آپ (ﷺ) آمادگی ظاہر کریں تو میں ان سے مال تجارت لے جانے کے متعلق بات کروں وہ فوراً راضی ہو جائیں گی۔ جناب ابوطالب کے بات کرنے سے پہلے ہی حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سچائی، دیانت داری اور اعلیٰ کردار کی شہرت کو مدنظر رکھتے ہوئے خود آپ (ﷺ) کو اپنے بھتیجے قطیمہ کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ (ﷺ) میرا مال تجارت لے کر شام جانے کی حامی بھر لیں تو میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوسروں کے مقابلہ

میں دوگنا معاوضہ دوں گی۔ آپ (ﷺ) نے ان کی پیش کش کو قبول کرلیا۔ اس پر جناب ابوطالب بولے یہ رزق و مال محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی تمہارے حصہ میں آیا ہے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا مال تجارت لے کر آپ ﷺ بصریٰ تشریف لے گئے اس سفر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا غلام میسرہ اور ایک عزیز فریمہ بن حکم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ تھے۔ بصریٰ پہنچ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورتھا وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آیا اور آپ (ﷺ) کو دیکھ کر کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) بن مریم کے بعد سے اب تک یہاں کوئی نہیں ٹھہرا۔ پھر اس نے میسرہ سے آپ ﷺ کی آنکھوں کی سرخی کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ سرخی ہمیشہ رہتی ہے اس پر راہب نے کہا یہ وہی نبی ہیں جو آخری نبی ہوں گے۔ (طبقات ابن سعد)

میسرہ نے بتایا کہ دوران سفر بادل کا ٹکرا آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ پر سایہ کرتا تھا۔ یہ سفر انتہائی کامیاب رہا اور آپ ﷺ کی برکت سے حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اتنا منافع ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا چنانچہ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جو معاوضہ آپ ﷺ کے لئے طے کیا تھا خوش ہو کر اس سے زیادہ دیا۔ (حلبی)

جب آپ سفر سے مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے تو دوپہر کا وقت تھا اور حضرت

خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے بالا خانے پر کھڑیں تھیں۔ آپ نے سرورعالم (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ پر سوار ہیں اور بادلوں کا ایک سایہ ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ انہوں نے یہ پیارا منظر گھر میں موجود دوسری خواتین کو بھی دکھلایا تو سب حیران رہ گئیں۔

(سیرتِ المصطفیٰ ﷺ بحوالہ زرقانی)

آپ ﷺ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا تجارتی مال لے کر یمن کی طرف بھی گئے اس کے علاوہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بحرین کا بھی تجارتی سفر کیا۔

میسرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خدمت میں واپس آکر حاضر ہوا تو اس نے راستے میں پیش آنے والے اور شام کے حالات بیان کیے جن میں بادلوں کا سایہ اور نسطورر سے ملاقات کا بھی ذکر تھا اور نسطورر نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں جو کہا تھا وہ بھی بیان کیا۔

حضرت خدیجہ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی نسطور راہب کی گفتگو اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سفر کے حالات وغیرہ سن کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کیئے۔ ورقہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ توریت اور انجیل کے بڑے عالم تھے سریانی زبان سے عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ کرتے تھے۔ ورقہ نے تمام گفتگو سن کر کہا! خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امّت کے نبی ہیں اور

میں خوب جانتا ہوں کہ اس امّت میں ایک نبی آنے والا ہے۔ جن کا ہم انتظار کر رہے ہیں اوران کا زمانہ قریب آ گیا ہے یہ باتیں سن کر حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے دل میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔

چنانچہ شام کے سفر سے واپسی کے دو مہینہ اور پچیس دن بعد خود حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنی سہیلی نفیسہ بنتِ منبہ کے ذریعے نکاح کا پیغام دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے چچا جناب ابو طالب کے مشورے سے اسے قبول کر لیا۔ مقررہ تاریخ پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چچا ابو طالب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر تشریف لے گئے۔ جناب ابو طالب نے نکاح پڑھایا اور بہت بلیغ خطبہ پڑھا۔

ابوالحسین بن فارس کے مطابق آپ نے کہا!

اللہ کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے ہمیں اولادِ ابراہیم خلیلؑ ہونے کا شرف بخشا اور گلستان اسمٰعیل (علیہ سلام) کی اولاد بنایا۔ معد بن عدنان کے اصل سے اور مضر کے عنصر و جوہر سے عالم عناصر کی طرف منتقل فرمایا۔ اپنے حرم کا محافظ و نگران اور اپنے گھر کا مجاور و خادم بنایا اور ہمیں اس گھر سے فضیلت اور اکرام بخشا، جس کا حج کیا جاتا ہے اور ہمیں ایسا حرم عطا فرمایا جو مقام امن و اطمینان ہے اور ہمیں لوگوں پر حکومت عطا فرمائی۔

میرے یہ بھتیجے محمد بن عبداللہ (ﷺ) شرف و فضل کی ان بلندیوں پر فائز

ہیں کہ جس کا موازنہ کسی دوسرے سے کیا جائے تو یہ ان سب پر حاوی ہو جائیں گے۔ اگر چہ مال کی ان کے ہاں قلت ہے مگر مال تو ڈھلتی چھاؤں ہے اور آنی جانی چیز ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور محمد (ﷺ) کی قرابت تم میں سے کوئی نہیں جانتا اور انہوں نے خدیجہ بنتِ خویلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دعوتِ نکاح دی ہے جو انہوں نے قبول کر لی۔ ان کے لئے جو حق مہر بیس (20) اونٹ مقرر ہوا۔ (بعض جگہ بارہ اوقیہ چاندی اور بیس (20) درہم ہے)۔ یہ مہر معجّل و موجل میرے ذمہ ہے۔ بخدا کچھ عرصہ کے بعد ان کی عظمتِ شان اور بلندی مرتبہ کمالِ عروج پر ہوگا اور ہر ایک پر ظاہر و عیاں ہوگا۔

اس نکاح کی تقریب میں بنو ہاشم اور قبیلہ مضر کے رؤساء شریک ہوئے تھے۔ جناب ابو طالب کے خطبہ کے بعد ورقہ بن نوفل نے بھی خطبہ پڑھا۔

اے قریش! گواہ رہو میں نے خدیجہ بنتِ خویلد کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ کی زوجیت میں دے دیا۔ ایک بیٹے کے علاوہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ؓ سے ہوئیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (ﷺ) کے نکاح میں پچیس (25) سال حیات رہیں۔ اس دوران آپ ﷺ نے کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں کیا۔ نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ اکثر گھر سے باہر رہنے لگے تھے۔ کئی کئی روز مکہ کے پہاڑوں میں جا کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت خدیجہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کے دو صاحبزادے قاسم اور

عبداللہ اور چار صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ پیدا ہوئیں۔ آپؓ کے دونوں صاحبزادوں کا شیرخواری میں انتقال ہو گیا تھا۔ یہ شرف تمام ازواج المطہرات میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کو حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد آپؓ سے ہوئی اور آپؓ کی اولاد سے نسل چلی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب چالیس سال ہو گئی تو وہ روحانی قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں ودیعت کیں تھیں اپنے کمال کو پہنچ گئیں۔ پہلی وحی نازل ہونے سے پہلے آپ ﷺ کو (رویائے صادقہ) سچے خواب نظر آنے لگے تھے۔ جو کچھ آپ ﷺ رات کو خواب میں دیکھتے دن میں وہ ظاہر ہو جاتا تھا۔ عبادت، ریاضت اور اس خلوت سے نشونما پا کر تحمل وحی اور برداشت منصب نبوت کے قابل ہو گئیں تو ایک روز غارِ حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرشتہ (جبریل امین علیہ سلام) نمودار ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا کہ (اقراء) پڑھیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"ماانا بقاری"** میں تو پڑھنا نہیں جانتا پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر زور سے بھینچا پھر چھوڑ دیا اور کہا! (اقراء) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر جواب دیا **"ماانا بقاری"** فرشتہ نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر زور سے بھینچا اور کہا! (اقراء) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا **"ماانا بقاری"** فرشتہ نے پھر تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو زور سے بھینچا اور چھوڑ کر کہا!

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o
اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o

(سورۃ العلق: ۵ ـ ۱)

ترجمہ: پڑھیے اپنے رب کے نام سے۔ جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ بنایا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھلایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

یہ کہہ کر جبریل امین علیہ السلام غائب ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی 21 رمضان 1 سنہ نبوی ، عمر مبارک 40 سال ، 10 اگست 610ء کو نازل ہوئی۔ آپ (ﷺ) وہاں سے خوف زدہ حالت میں گھر تشریف لائے۔ آپ (ﷺ) کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ (ﷺ) سخت سردی محسوس کر رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا ''زملونی زملونی'' مجھے کمبل اڑھاؤ۔ ام المومنینؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کمبل اڑھا دیا، وہ بھی گھبرا گئیں کہ بات کیا ہے۔ جب تھوڑی دیر میں کچھ سکون ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کیفیت حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بیان کی اور کہا!

"لقد خشیت علیٰ نفسی" مجھے اپنی جان کا خوف ہے

حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے تمام واقعہ سننے کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کو کبھی رنج نہ دے گا۔ آپ (ﷺ) تو امانت ادا کرتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کے لئے کماتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبارک باد دی اور بشارت دی کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بھلائی کے سوا کچھ نہ کرے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشارت ہو، آپ (ﷺ) یقیناً اللہ کے برحق رسول ہیں۔ (فتح الباری)

اس کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (ﷺ) کو اپنے ہمراہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام واقعات سنتے ہی کہا کہ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ سلام کے پاس آتا تھا۔ کاش میں آپ (ﷺ) کی نبوت کے زمانے میں قوی وتوانا ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وطن سے نکال دے گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعجب سے فرمایا! کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا! یقیناً: یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نکال دیں

گے کیونکہ جب بھی کوئی آدمی اس دعوت کو لے کر آیا جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے ہیں تو لوگوں نے ان کو دشمن جانا ہے۔ اگر میں نے آپ (ﷺ) کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھرپور حمایت کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوگیا۔ یہ واقعہ ۲۱رمضان المبارک پیر کی رات بمطابق ۱۰ر اگست ۶۱۰ء کو پیش آیا اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ اور بارہ دن تھی۔

ام المومنین حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا قبول اسلام اور پہلی نماز

ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو نماز اور وضو کا طریقہ سکھلایا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب جبریل امین علیہ سلام کے ساتھ نماز پڑھ چکے تو گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ (ﷺ) جس پتھر اور شجر کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کرتا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس آئے اور انہیں سارے واقعہ کی خبر دی پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کو لے کر اس چشمے پر آئے اور وضو کیا تا کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ کر وضو کا طریقہ سیکھ لیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے وضو کرنے کو کہا انہوں نے بھی وضو کرلیا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر

حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ اولین نماز تھی جو کرہ ارض پر حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کے بعد ادا کی۔ (زرقانی)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ محتاجوں، مسکینوں، غلاموں اور فقیروں پر بہت مہربان تھیں اور ان پر خوب خرچ کرتی تھیں۔ دوسروں کی تکالیف اور پریشانیوں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دن حضرت زید بن حارثہ ؓ کو ان کا مالک فروخت کر رہا تھا، آپ کو اس کم عمر بچہ پر بہت ترس آیا۔ آپ نے ان کو خرید کر رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنالیا۔

ام المومنین حضرت خدیجہ ؓ نے انتہائی مشکل ترین حالات میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نبھایا۔ جب کفارِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کا معاشرتی بائیکاٹ کیا اور آپ ؐ شعب ابی طالب کی گھاٹی میں محصور ہو گئے، یہ بڑی سخت آزمائش تھی جو تین سال تک رہی جس میں درختوں کے پتے کھانے تک کی نوبت آ گئی تھی، آپ ؓ نے بڑی صبر و استقامت سے رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا اور آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی بھی کرتی رہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی آپ ؓ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ جب تک آپ زندہ رہیں رسول اللہ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آپ اولاد کی پرورش بھی نہایت حسن و خوبی سے کرتی تھیں اور گھر کا تمام کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتیں تھیں

حالانکہ شادی سے پہلے آپ بہت مالدار خاتون تھیں اور آپؓ کی خادمائیں تھیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہیں تھیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا! آپ ان کو اللہ تعالیٰ کا اور میرا اسلام پہنچا دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا پیغام حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کو پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو آپؓ سے اتنی محبت تھی کہ آپ کے انتقال کے بعد بھی آپؓ کی سہیلیوں کو تحفے اور ہدایہ بھیجتے رہتے تھے۔ آپؓ کے رشتہ داروں کی خوب خاطر مدارات کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضرت خدیجہؓ آئیں تو حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا! ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتیوں کا ہوگا اور جس میں شور و غل اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا! اللہ کی قسم! مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ انہوں نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے اپنا مال مجھ پر قربان کر دیا۔ جب دوسروں نے مجھے محروم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے مجھے اولا د دی۔

حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی وہ عظیم ساتھی تھیں جو برے سے برے وقت میں بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے تکالیف اُٹھاتیں رہیں، اپنے الفاظ اور عمل سے ہمیشہ آپ (ﷺ) کی تسلی

اور تشفی کا سبب بنتی رہیں تھیں۔ آپ کی خیر وخواہی اور غمگساری کی وجہ سے ہر مشکل وقت میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ایک نئی قوت حاصل کرتے رہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد مبارک ہے کہ جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنا مال دیا۔ اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ تھی۔ (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار عورتوں کی جہاں بھر میں فضیلت ہے:

۱۔ حضرت مریم بنت عمران علیہ السلام

۲۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد ؓ

۳۔ حضرت فاطمہ الزہراء ؓ بنت رسول اللہ ﷺ

۴۔ حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون

(جامع ترمذی)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کی چھ اولادیں ہوئیں۔

۱۔ حضرت قاسم ؓ

۲۔ حضرت زینب ؓ

۳۔ حضرت رقیہ ؓ

۴۔ حضرت ام کلثوم ؓ

۵۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ

٦۔ حضرت عبداللہؓ (ان کو طاہر اور طیب بھی کہتے ہیں)

جناب ابو طالب کی وفات کے صرف تین دن بعد اور بعض روایات میں ہے کہ وہ دو ماہ کے اندر 10 / رمضان المبارک 10ھ نبوی ، 619ء کو پینسٹھ (65) سال کی عمر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ آپؓ کی قبر میں اترے، اس وقت تک نمازِ جنازہ کا حکم نہیں آیا تھا۔ مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تدفین ہوئی۔

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد سے تاریخ اسلام میں ایک جدید دور کا آغاز ہوا۔ یہی زمانہ اسلام کا سخت ترین زمانہ تھا اور خود رسول اللہ ﷺ نے اسے عام الحزن (غم کا سال) قرار دیا تھا۔ کیونکہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور حضرت ابو طالب کے چلے جانے کے بعد کفارِ مکہ کو کسی کا پاس نہیں تھا۔ وہ نہایت بے رحمی اور بے باکی سے رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اسی زمانے میں اہل مکہ سے ناامید ہو کر آپ طائف کی طرف تبلیغ کرنے گئے لیکن ان لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک کیا۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ کی دوسری امہات المومنین پر فضیلت:

۱۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی پہلی بیوی تھیں۔ جب آپ حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں تو آپ ؓ کی عمر مبارک ۴۰ سال تھی لیکن نبی کریم ﷺ نے آپ ؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔

۲۔ آپ ؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے سب سے لمبی ازدواجی زندگی گزاری۔ ۲۵ سال تک آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی اکلوتی بیوی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے شباب کا زمانہ آپ ؓ ہی کے ساتھ گزارا۔

۳۔ آپ ؓ پہلی مسلمان خاتون ہیں یعنی ساری دنیا میں سب سے پہلی کلمہ گو ہیں۔

۴۔ آپ ؓ سب سے پہلی نماز پڑھنے والی خاتون ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے آپ ؓ نے نماز پڑھی۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیم بن محمد ؓ کے آپ ؓ کے بطن سے ہوئیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ بنت رسول اللہ ﷺ

(حضراتِ حسنین ؓ کی والدہ محترمہ)

حضرت سیدہ فاطمہ الزھراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی پیدائش بعثت نبوی سے ایک سال پہلے ہوئی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک ۳۹ سال تھی۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزھراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض روایت میں جن میں طبقات ابن سعد بھی شامل ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بعثت نبوی سے پانچ سال قبل مکہ مکرمہ میں ۲۰/ جمادی الثانی بروز جمعہ ۶۱۵ء میں پیدا ہوئیں اس زمانے میں قریش مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک پینتیس (35) برس تھیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزھراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی چار بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اس بیٹی سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ فاطمہ ؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے مشہور القاب میں زہراء، بتول، ذکیہ، راضیہ، طاہرہ، بضعۃ الرسول، سیّدہ النساء اہل الجنۃ، سیدہ النساء العالمین، مطہرہ اور مرضیہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ ؓ کی چال ڈھال میں رسول اللہ ﷺ کی بہت شباہت آتی تھی۔

آپ ؓ بچپن سے ہی انتہائی سنجیدہ اور تنہائی پسند تھیں۔ کسی کھیل کود میں

حصہ نہیں لیتی تھیں اور گھر سے باہر بھی نہیں جاتی تھیں۔ بیشتر وقت اپنی والدہ کے ساتھ رہتی تھیں۔ آپ بے حد ذہین تھیں، آپ کے رسول اللہ ﷺ سے سوالات انتہائی ذہانت کے ہوتے تھے۔ آپؓ کو دنیاوی نمود ونمائش سے سخت نفرت تھی۔ آپؓ کی والدہ آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیتی تھیں۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بے حد غمگین رہتی تھیں۔ حضرت سودہؓ آپؓ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ آپ کی دلجوئی کے لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حفصہ بنت عمرؓ، حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ، حضرت فاطمہ بنت زبیرؓ وقتاً فوقتاً آپؓ کے پاس آتی رہتی تھیں۔

مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کو بڑی تکالیف پہنچاتے تھے۔ کبھی سر پر مٹی ڈال دیتے تھے، کبھی راستے میں کانٹے بچھا دیتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ یہ تکالیف دیکھ دیکھ کر روتی تھیں اور اپنے والد ماجد کو تسلیاں دیتی تھیں۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے لوگ بھی وہاں موجود تھے تو ابوجہل نے کہا کہ فلاں مقام پر اونٹ ذبح ہوا ہے اس کی اوجھڑی پڑی ہے کوئی اس کو اٹھا کر لائے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر ڈال دے۔ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اوجھڑی اٹھا لایا۔ جب آپ (ﷺ) سجدے میں گئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر وہ اوجھڑی ڈال دی۔ آنحضرت (ﷺ) نماز میں مشغول رہے اور کفار ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں موجود تھے لیکن کفار کا ہجوم دیکھ کر کچھ

جرأت نہ کر سکے۔ اتفاقاً حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو بچی تھیں آ گئیں تو انہوں نے اس اوجھڑی کو دھکیل کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ پر سے گرایا اور کفار کو برا بھلا کہا۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیلئے نکاح کا پیغام دیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک گھوڑا ہے اور ایک حطمیہ ذرہ ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ گھوڑا تو ضروری ہے البتہ ذرہ بیچ دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ ذرہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چار سو اسی (480) درہم میں بیچ دی اور پھر وہ درہم حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خوشبو لانے کو کہا۔

حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ذوالحجہ 2ھ ہجری، 624ء میں ہوا، ایک ماہ بعد رخصتی ہوئی۔

پھر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، طلحہؓ، زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دیگر مہاجرین اور انصار کو مسجد نبوی میں بلا لاؤ۔ جب سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے

توحضوا کرام (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

اے گروہ مہاجرین وانصار! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب سے کردوں اور میں تمہارے سامنے اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔

اللہ کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے باعث ہر تعریف وتحسین کا حقدار ہے اور اپنی قدرتوں کی وجہ سے عبادت کے لائق ہے، اس کا اقتدار ہر جگہ قائم ہے اس کا حکم زمین وآسمان پر نافد ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ اپنے احکام کے ذریعے انہیں آپس میں الگ الگ کیا ہے انہیں اپنے دین کے ذریعے عزت بخشی اور اپنے نبی کے ذریعہ سے عظمت اور بلندی عطا کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے شادی بیاہ ایک لازم امر قرار دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! وہی ذات پاک ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور بعض کو بعض کا بیٹا، بیٹی اور داماد بنایا اور تیرارب ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اپنی قضاء وقدر کے تحت کر دیا ہے اور قضاء وقدر کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر چیز اپنے وقت پر پوری ہوتی ہے۔

خطبہ کے بعد حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے متبسم ہو کر فرمایا۔

میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر فاطمہؓ کو تمہارے نکاح میں دیا،

کیا تمہیں قبول ہے؟

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! قبول ہے

پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کی۔

دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا وَاَسْعَدَجَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا
وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا ذَرِيَّةً طَيِّبَةً ۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم دونوں کو عزتیں عطا فرمائے اور تمہاری بزرگی کو نیک بنائے۔
تم دونوں کو برکتیں عطا فرمائے اور تم سے نیک اولادیں پیدا فرمائے

پھر سب نے مل کر دعائے خیر و برکت مانگی اور ایک برتن میں کھجوریں حاضرین کو پیش کی گئیں۔ شہد کا شربت پیش کیا گیا۔ نکاح کے وقت حضرت علیؓ کی عمر اکیس یا چوبیس سال اور سیّدہ فاطمہ الزہراءؓ کی عمر پندرہ، اٹھارہ یا انیس سال تھی۔

بی بی سیّدہ کی رخصتی کے مختلف روایت ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ فوراً رخصتی ہوگئی تھی۔ بعض میں ایک ماہ بعد بعض میں نو ماہ بعد کا ذکر ہے۔ حضرت حارثہ بن نعمانؓ نے حضرت علیؓ کو اپنا ایک مکان رہائش کے لئے پیش کیا جس میں آپ شادی کے بعد منتقل ہو گئے۔ یہ گھر رسول اللہ ﷺ کے گھر سے سب سے زیادہ قریب تھا۔

رخصتی پر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ولیمہ کیا۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک بھیڑ ہدیۃً پیش کی اور انصار کے لوگوں نے بھی ضیافت کی۔ ولیمہ کی دعوت میں کھجور، پنیر، نان، جو اور گوشت تھا جو اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔

شیخ ابو جعفر الطّوسی نے اپنی کتاب " الأمالی " میں یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہ ؓ کی شادی کے موقعہ پر ان کے لئے جہیز کا سامان انتخاب کرنے اور خریدنے میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ نہ صرف شریک تھے بلکہ بڑی سرگرمی اور دلچسپی سے کوشاں تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے جو سامان خریدا اس میں ایک قمیص، ایک اوڑھنی، ایک خیبری سیاہ چادر، ایک بُنی ہوئی چار پائی، بستر کے دو گدّے، ایک گدّا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا دوسرے گدّے کی بھرائی بھیڑ کے اون سے کی گئی تھی، ایک تکیہ تھا جس کی بھرائی ازخر (گھاس) سے کی ہوئی تھی، ایک صوف کا کپڑا تھا، ایک چمڑے کا مشکیزہ تھا، دودھ کے لئے ایک لکڑی کا پیالہ تھا، سبز قسم کا ایک گھڑا تھا، مٹی کے کوزے تھے، جب یہ سامان خرید لیا گیا تو کچھ سامان حضرت ابو بکر ؓ نے خود اٹھایا اور باقی دوسرے احباب سے اٹھوایا اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کا معائنہ کیا اور دعا کے یہ کلمات ارشاد فرمائے!

" اللہ تعالیٰ اس میں اہل بیت کے لئے برکت فرمائے۔"

امہات المومنین حضرت عائشہ ؓ اور حضرت ام سلمہ ؓ نے بھی حضرت

فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر کا اثاثہ تیار کرنے میں حصہ لیا۔
(کتاب رحماء بینھم از شیخ محمد نافع بحوالہ ابن ماجہ کتاب النکاح باب ولیمہ)

حضرت فاطمہ الزہراءؓ عادت وخصائل، چال ڈھال اور بول چال میں رسول اللہ ﷺ کی بہت مشابہ تھیں۔ آپ نہایت متقی، دیندار، صابر وشاکر خاتون تھیں۔ اپنے گھر کا تمام کام کاج خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ آپ کے گھر میں اکثر فقر وفاقہ رہتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے سے گزر جاتے تھے۔ کھانے پینے کی اس قدر تنگی کے باوجود صدقہ خیرات کرنے میں بہت آگے تھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا! میں نے فاطمہؓ کو اور ان کے باپ کے سوا کوئی اور بہتر انسان کبھی نہیں دیکھا۔ (زرقانی)

ایک دن حضرت بی بی فاطمہ الزہراء اور ان کے شوہر حضرت علی المرتضٰیؓ دو دن سے بھوکے تھے۔ حضرت علیؓ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا، آپ نے اس درہم کے جوُ خریدے اور گھر پہنچے رات ہو چکی تھی۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے ہنسی خوشی اپنے شوہر کا استقبال کیا۔ ان سے جوُ لے کر چکی میں پیسے، اس کی روٹی پکائی اور حضرت علیؓ کے سامنے رکھ دی جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت رسول اللہؐ کا یہ ارشاد یاد آگیا کہ فاطمہؓ دنیا کی بہترین عورت ہیں۔ (تذکارِ صحابیاتؓ از طالب الہاشمی)

جس زمانے میں فتوحات شروع ہو چکی تھیں۔ مدینہ منورہ میں بکثرت

مالِ غنیمت آنا شروع ہو گیا تھا اور ہر طرف خوش حالی آنے لگی تھی۔ ایک دن حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ فاطمہؓ چکی پیستے پیستے تمہارے ہاتھ میں آبلے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکتے پھونکتے تمہارے چہرے کا رنگ بدل گیا ہے۔ اب حضور اکرم ﷺ کے پاس مال غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں۔ جاؤ ان سے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن شرم و حیا کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکیں۔ تھوڑی دیر اپنے والد ماجد کے پاس رہ کر واپس آ گئیں۔ واپس آ کے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے کنیز مانگنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ دوسری دفعہ حضرت علیؓ ان کے ساتھ گئے اور اپنی تکلیف بیان کی تو سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا! میں تم کو کوئی قیدی خدمت کے لئے نہیں دے سکتا۔ ابھی اصحاب صفہ کے کھانے پینے کا انتظام کرنا ہے۔ میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنھوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی خوشنودی کی خاطر فقر و فاقہ اختیار کیا۔ دونوں میاں بیوی خاموشی سے گھر واپس آ گئے۔

رات کو رسول کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا! تم جس چیز کے خواہش مند تھے اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور رات کو سوتے وقت سبحان اللہ، الحمدللہ ۳۳، ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے بہترین خادم ثابت ہو گا۔

جنگ احد میں جب نبی کریم ﷺ زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہ الزہراء ؓ آپ ﷺ کی حالت دیکھ کر بہت غمگین ہو گئیں۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے زخموں کو دھویا اور اور صاف کیا، خون روکنے کی کوشش کی لیکن خون بہنا بند نہیں ہو رہا تھا۔ آخر آپ ؓ نے کھجور کی چٹائی کو جلا کر زخم میں بھر دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔

حضرت علی مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی پانچ اولاد ہوئیں

(1) حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(2) حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(3) حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(4) حضرت ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(5) حضرت محسن ؓ (بعض مورخیں ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں)۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد 3 ر رمضان المبارک 11ھ ہجری منگل کی رات کو مدینہ منورہ میں ہوا۔

حضرت اسماء بنت عمیس ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ کے انتقال سے پہلے ان سے فرمایا! اے بنتِ رسول ؓ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی

شاخیں باندھ کر اسے ڈولی کی صورت بنا دیتے ہیں اور اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ حضرت بی بی فاطمہ ؓ نے ان سے بنا کر دکھانے کے لئے کہا۔ پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوائیں اور ان کو جوڑ کر اور پھر اس پر کپڑا تان کر سیدہ فاطمہ الزہراء ؓ کو دکھایا جسے انہوں نے بہت پسند فرمایا اور کہا کہ اسی طرح میرا جنازہ اٹھایا جائے۔

ابن جوزیؒ اور بعض دوسرے راویوں کے مطابق حضرت اسماء بنتِ عمیس ؓ (زوجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت سلمیٰ ام رافع (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ؓ کو غسل دیا اور خلیفۃ الرسول حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو قبر میں حضرت علی ؓ، حضرت عباس ؓ اور حضرت فضل بن عباس ؓ نے اتارا۔ آپ کی جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

طبقات ابن سعد کے مطابق وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۲۹ سال تھی۔ آپ ؓ سے اٹھارا (۱۸) احادیث مروی ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ

(حضرت علیؓ، جعفرؓ اور عقیلؓ کی والدہ)

حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا شمار ان جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے جو امت مسلمہ کے لئے سرمایا فخر و ناز ہیں۔ وہ سردار قریش ہاشم بن عبد المناف کی پوتی، حضرت عبد المطلب کی بھتیجی اور بہو، جناب ابو طالب کی زوجہ سرور کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چچی اور سمدھن، حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید جنگِ موتہ اور شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ ؓ کی والدہ اور خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بتول کی خوش دامن تھیں۔ آپ ؓ کی کنیت ام طالب تھی۔

حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد اسد بن ہاشم حضرت عبد المطلب کے بھائی تھے۔ حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی اولاد میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ لڑکوں میں طالب، عقیلؓ، جعفرؓ اور علیؓ تھے اور لڑکیوں میں ام ہانی (جن کا اصل نام ہند تھا) اور جمانہ اور ربطہ تھیں۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ ابتدائی دور میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ہر موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) شعبِ ابی طالب میں تین سال سخت حالات میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہیں۔

بچپن میں جب رسول اللہ ﷺ جناب ابو طالب کی کفالت میں تھے تو آپ ﷺ کی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد ؓ نے یہ مشاہدہ کیا کہ ان کے بیٹوں کے سامنے جو کھانا رکھا جاتا ہے وہ ان کے لئے ناکافی ہوتا ہے وہ بھوکے رہ جاتے ہیں۔ لیکن جب محمد (ﷺ) ان کے ساتھ مل کر کھاتے ہیں تو سب خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور کھانا پھر بھی بچ جاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بیٹوں کو حکم دے رکھا تھا کہ کھانے پر محمد (ﷺ) کا انتظار کیا کریں، جب وہ آجائیں تو سب مل کر کھایا کریں۔ تاکہ کھانے میں برکت اتر آئے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مخصوص رکھی ہے۔ پانی کا پیالہ ایک بیٹے کے لئے کافی نہیں ہوتا تھا۔ جب اس پیالے سے محمد (ﷺ) پی لیتے تھے تو وہ پانی کا ایک پیالہ تمام گھر کے افراد کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ ایک دن جناب ابو طالب نے فرمایا! اے میرے بھتیجے! آپ بڑے بابرکت ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد ؓ نے جب یہ بات اپنے شوہر کے منہ سے سنی تو انہیں اپنی بات پر پختہ یقین ہو گیا اور آپ ﷺ کی قدر میں مزید اضافہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد آپ ؓ نے بھی اپنے بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ آپ اللہ کے کلمے اور دین اسلام کو سربلند کرنے کے لئے پوری تندہی سے مصروف رہتی تھیں۔ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت کرتی تھیں اور آپ ﷺ کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں۔ آپ ؓ حضرت فاطمہ الزہراء ؓ کو اپنی بہو بنا کر اپنے آپ کو خوش قسمت ترین خاتون

سمجھتی تھیں۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسد ؓ پہلی ہاشمی خاتون تھیں جن کی شادی ہاشمی خاندان میں ہوئی۔ اس طرح حضرت علیؓ نجیب الطرفین ہاشمی ہوئے۔ حضرت علیؓ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سعادت نصیب کی اور ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت اور شفقت کرتیں تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی ایک سگی ماں کی طرح پرورش کی۔ آپؓ کے انتقال کا جب وقت قریب آیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آکر حضرت فاطمہ بنتِ اسد کے انتقال کی اطلاع دی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آگئے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ آؤ ہم اپنی ماں کے پاس جاتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ اٹھ کر چل دیئے۔ جب حضرت فاطمہ بنتِ اسد کو دیکھا تو سرہانے کھڑے ہو کر رقت انگیز لہجے میں فرمایا!

اے میری ماں۔ میری والدہ کے بعد آپؓ میری ماں تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے۔ حضورِ انور ﷺ نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی اور فرمایا! جناب ابو طالب کاروبار کیا کرتے تھے اور ان کے یہاں اکثر کھانا دعوت کا اہتمام ہوتا تھا۔ وہ ہم سب کو اپنے ساتھ کھانے پر جمع کر لیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ کا یہ معمول تھا کہ اس میں سے کچھ بچا لیا کرتیں تھیں تا کہ میں (رسول اللہ

ﷺ) اس میں سے بعد میں بھی کھالوں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ سے چھیالیس (۴۶) احادیث مروی ہیں۔ جنہیں اکابر صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔ (طبقات، اصابہ)

جن اکابرین نے آپؓ سے روایت کی ہیں ان میں آپؓ کے بیٹوں کے علاوہ عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، عبداللہ بن حارثؓ، شامل ہیں۔

آپؓ بہت عبادت گزار اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اکثر دوپہر کو آپ کے ہاں جا کر آرام فرماتے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب اپنی چچی حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ اسد کی وفات کی خبر ملی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوراً میت والے گھر میں تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے کھڑے ہوکر فرمایا۔

اے میری ماں! خدا آپؓ پر رحم کرے۔ آپؓ میری ماں کے بعد ماں تھیں۔ آپؓ خود بھوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھیں آپؓ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن مجھے پہناتی تھیں۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غمزدہ اہل خانہ کو اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائی اور ہدایت کی کہ انہیں میری قمیص کا کفن پہناؤ۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ (حبِ النبیؐ) اور حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (میزبانِ رسولؐ) کو حکم دیا کہ جنت البقیع میں

جا کر قبر کھودیں جب وہ قبر کا اوپر کا حصہ کھود چکے تو سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) خود نیچے اترے اور اپنے دست مبارک سے لحد کھودی اور خود ہی آپ ﷺ نے اس میں سے مٹی نکالی۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس میں لیٹ کر دعا مانگی۔ الٰہی! میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے۔

یہ دعا مانگ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر سے باہر نکلے تو شدتِ غم سے ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے کفن و دفن کے انتظامات فرمائے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا کرُتا ان کے کفن میں شامل کیا اور قبر تیار کرنے کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جنازے کو کاندھا دیا۔ قبر تیار ہونے کے بعد پہلے آپ ﷺ خود اس میں لیٹ گئے اور یہ دعا فرمائی!

”اللہ کی ذات جو زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے اور اس کو فنا نہیں۔ اے

ربِ کریم! تو فاطمہ بنتِ اسدؓ کی مغفرت فرمادے۔ آپ ان کو دلیلِ حق فرما دیجیے۔ ان کی قرارگاہ میں وسعت فرما دیجیے آپ نہایت رحم کرنے والے ہیں پھر ان کو دفن کیا''۔

حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ اس خاتون کے میرے اوپر بہت احسانات ہیں۔ آپؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ قبر کھودنے میں حضرت عمر فاروقؓ شریک تھے اور حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کو لحد میں رسول اللہ ﷺ، حضرت عباسؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اتارا۔

(اسدالغابہ، جلد پنجم)

(مجمع الزوائد از ہیثمی اور جمع الفوائد از محمد بن سلیمان القاسی المغربی)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

(والدہ حضرت عمر بن ابوسلمہؓ)

ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نام ہند اور کنیت ام سلمہ تھی، ان کی ماں عاتکہ بنتِ عمر بن ربیعہ بن مالک کنانیہ تھیں۔ آپؓ کے والد ابوامیّہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھے۔ ابوامیّہ قریش کے بلند مرتبہ شہسوار اور سخاوت میں مشہور تھے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی سے ہوا۔ آپؓ آغازِ اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں اور ان کے ساتھ حبشہ کے لئے ہجرت کی، وہاں سے واپس آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

آپؓ اور آپ کے شوہر کو سابقون اولون ہونے کا شرف حاصل ہے۔
آپؓ آغازِ اسلام میں اپنے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کے ساتھ ایمان لائیں اور ان کے ساتھ حبشہ کے لئے ہجرت کی۔ وہاں آپ کی چار اولادیں ہوئیں، زینب، سلمہ، عمر اور درّہ۔ وہاں سے واپس آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابوسلمہؓ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد اور رضائی بھائی تھے۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک تھے۔ غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے تھے اور اسی زخم کی وجہ سے ان کا 8/جمادی الاخریٰ 4ھ میں انتقال (شہید) ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی!

اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ

بلند فرما اور ان کے پس ماندگان کا حامی بن جا اور ہماری اور ان کی مغفرت فرما۔ اے رب العالمین! ان کی قبر کشادہ فرما اور اسے منور فرما۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے شوہر گھر تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ آج میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے ایک حدیث سنی ہے جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ جس کو کوئی مصیبت پہنچے وہ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون) پڑھے اور اس کے بعد دعا مانگے (اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی ھٰذا و عوضنی منھا خیرا منھا) اے اللہ! میں اس مصیبت میں اجر کی امید رکھتا ہوں اے اللہ! مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس سے بہتر فرماتا ہے۔

(مسند احمد)

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال ہو گیا تو مجھے یہ حدیث یاد تھی جب دعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو سوچنے لگی کہ مجھے ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کون ملے گا لیکن رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد تھا اس لئے پڑھ لیا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو محبت اور قرابت حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تھی اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی اور ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کے دوران جو سخت

آزمائشوں کے وقت جو ثابت قدمی دکھائی تھی اس کا خیال کرتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عدت پوری ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ کی معرفت نکاح کا پیغام دیا جو کچھ عذر و شرائط کے ساتھ انہوں نے قبول کرلیا تھا۔ شوال 4ھ ہجری بمطابق 626ء کو رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ سے نکاح کرلیا۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک چکی، ایک گھڑا اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا۔ یہی سامان آپ ﷺ نے دوسری ازواج مطہرات ؓ کو بھی دیا تھا۔ دو مشکیزوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نکاح کے بعد سیدہ ام سلمہ ؓ کو سیدہ زینب بنت خزیمہ ؓ کے حجرے میں لایا گیا جو اس وقت انتقال کر چکی تھیں۔ یہ حجرہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓ کو دے دیا گیا۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حسن و جمال، ذہانت، فقہی معلومات میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بعد آپ ؓ ہی کا مرتبہ ہے۔ جلیل القدر صحابہ کرام ؓ اور کبار تابعین آپ ؓ سے پوچھ کر مسائل کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ ان کی رائے اور عقل کے کمال کی مثال واقعہ حدیبیہ میں ہے۔ جبکہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرام ؓ کی ہدی ذبح کرنے اور حلق کرنے کا حکم دیا اور کسی نے نہ ہدی ذبح کی اور نہ حلق کروایا۔ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت رنج ہوا اور جا کر اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہا! ان کو کیا ہو گیا ہے کہ میرا حکم نہیں مانتے۔ ام المومنین

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا!
آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی طرف سے دل برداشتہ نہ ہوں ان کو صلح کی شرائط سے بہت صدمہ ہوا ہے آپ ﷺ ان سے کچھ نہ کہئے۔ آپ ﷺ خود اپنی ہدی ذبح کیجئے اور اپنا حلق کروا لیجئے۔ چنانچہ آپ (ﷺ) نے ایسا ہی کیا۔ اس پر صحابہؓ کو یقین ہو گیا کہ اب صلح کی شرائط تبدیل نہیں ہو سکتی اس لئے سب نے ہدی بھی ذبح کرنی شروع کر دی اور بال بھی کٹوانے لگے۔

(زرقانی)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے دین کی خاطر بہت تکالیف برداشت کیں ہیں۔ آپ کی ہجرتِ مدینہ کا واقعہ مشہور ہے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میرے شوہر حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہجرت کا ارادہ ہوا تو مجھ کو اونٹ پر بٹھایا میری گود میں چھوٹا بچہ سلمہ تھا جب ہم روانہ ہوئے تو میرے قبیلہ والوں نے حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گھیر لیا اور کہا کہ تو جا سکتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہماری لڑکی کو لے کر جائے، اسے نہیں لے جا سکتا۔ اتنے میں حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قبیلے والے بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ تو چلا جا لیکن بچہ ہمارے قبیلے کا ہے تو اسے نہیں لے کر جا سکتا۔ چنانچہ بنو عبدالاسد تو بچہ چھین کر لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لے گئے، ابو سلمہؓ تنہا مدینہ کو چلے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے خاوند اور بچہ دونوں جدا ہو گئے اور حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیوی اور بیٹا۔

اسی طرح سے ایک سال گزر گیا۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے شوہر اور بچہ کو یاد کر کے روتی رہیں۔ بالآخر ان کے گھر والوں کو ترس آ گیا انہوں نے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اپنے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنی سسرال والوں کی منتیں کیں کہ ان کا بچہ واپس کر دیں تو انہوں نے ان کا بچہ واپس کر دیا۔ وہ بچے کو لے کر مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ تقریباً پانچ سو کلو میٹر اکیلے اللہ کے سہارے جانے کے لئے جب وہ تنعیم پر پہنچیں تو ان کو عثمان بن طلحہ (وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) مل گئے۔ ان کو جب حالات کا علم ہوا تو وہ ان کو لے کر حفاظت سے مدینہ پہنچانے چلے گئے اور جب قباء کی آبادی نظر آئی تو بولے۔ تمہارا شوہر اسی بستی میں ہے۔ اسی میں چلی جاؤ اللہ برکت دے گا۔ اس کے بعد وہ مکہ لوٹ آئے۔ حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں! میں نے عثمان بن طلحہ ؓ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ (ابن ہشام)

حضرت سفینہ ؓ حضرت ام سلمہ ؓ کے غلام تھے۔ آپ ؓ نے حضرت سفینہ ؓ کو اس شرط پر آزاد کر دیا کی وہ ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کی خدمت کریں گے۔

ایک مرتبہ حضرت ابولبابہ ؓ نے اپنی ایک غلطی کی وجہ سے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ ؓ کے حجرے میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابولبابہ ؓ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔

حضرت ام سلمہ ؓ کو بے حد خوشی ہوئی اور آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو میں یہ خوشخبری ابولبابہ ؓ کو سنا دوں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی تو حضرت ام سلمہ ؓ نے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکار کر کہا! ابولبابہ ؓ مبارک ہو! تمہاری توبہ قبول ہوگئی۔

حضرت ابولبابہ ؓ نے سجدہ شکر ادا کیا اور یہ خبر آناً فاناً تمام صحابہ میں پھیل گئی اور صحابہ کرام ؓ ابولبابہ ؓ کو مبارک باد دینے کے لئے مسجد میں اکٹھے ہو گئے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ سورۃ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ۝

(سورۃ الاحزاب: ۳۲۔۳۳)

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو (نامحرم) سے نرم لہجہ سے بات نہ کیا کرو کہ اس سے اس شخص کو

خیال پیدا ہونے لگتا ہے جس کے دل میں مرض ہو، اور تم اچھی بات کہو۔
اور اپنے گھر میں بیٹھی رہا کرو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ
دکھاتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ)
کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت! بے شک اللہ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے
گندی باتیں دور کردے اور تمہیں خوب پاک وصاف کردے۔

آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے آپ کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔

رسول اللہ ﷺ پر آیت تطہیر آپ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نازل ہوئی جس میں امہات المومنین سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا تھا۔ اسی طرح سورۃ التوبہ اور سورۃ النساء کی چند آیات آپ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نازل ہوئیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔ علم و ہنر اور فضل و کمال میں امہات المومنین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کا ہی درجہ مانا جاتا ہے۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت نہایت عمدہ اور خوبصورت طریقے سے کیا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کے مسائل پر فتاویٰ بھی دیا کرتی تھیں۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اگر ان کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک کتاب بن جائے ان کے فتاویٰ متفق علیہ ہوا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت زاہدانہ زندگی بسر

کرتی تھیں۔ پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ آپ کا معمول تھا۔ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پابند تھیں۔ بہت زیادہ صدقہ خیرات کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت جبریل تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے باتیں کرنے لگے۔ ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ سے پوچھا کہ کہ تم ان کو جانتی ہو؟ آپ ؓ بولیں وحیہ کلبی ؓ تھے۔ آپ کو بتایا کہ وہ جبریل علیہ سلام تھے۔ غالباً یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہے۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دعا سکھائی اور فرمایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ پڑھ لیا کرو۔

﴿ اللّٰھم ان ھذا اقبال لیلک و ادبار بھارک و اصوات دعائک فاغفرلی ﴾

اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور دن کے جانے اور تیرے بلانے والے کا وقت ہے، سو مجھے بخش دے۔ (کتاب الاذکار)

آپ ؓ نے (۹۰) نوے سال کی عمر میں خلیفہ یزید بن معاویہ کے دور میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ بخاری ؒ نے تاریخ کبیر میں 58ھ ہجری تحریر کیا ہے۔ واقدی اور ابن عسا کر نے ذوالقعدہ 59ھ ہجری لکھا ہے۔ ابن ابی خثیمہ نے 61ھ ہجری کو صحیح قرار دیا ہے۔ بعض روایات میں وفات کے وقت آپ کی عمر (84) چوراسی سال لکھی ہے۔ حضرت

ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں آپؓ کی تدفین ہوئی۔ آپؓ کو قبر میں آپ کے بیٹوں عمرؓ، سلمہؓ اور عبداللہ بن عبداللہؓ اور عبداللہ بن وہبؓ نے اتارا۔ آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت ام سلمہؓ کا امہات المومنین میں سب سے آخر میں انتقال ہوا۔

حضرت ام سلمہؓ کو غزوہ مریسع، غزوہ خیبر، فتح مکہ، صلح حدیبیہ، غزوہ طائف، غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا ہے۔ غزوہ خیبر میں جب حضرت علی المرتضیٰؓ نے مشرک پہلوان مرحب کے منہ پر تلوار ماری تو اس کے دانت ٹوٹنے کی کڑکڑاہت آپ نے سنی تھی۔

آپؓ مجتہد صحابیات میں سے تھیں۔ علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اگر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔ ان کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ متفق علیہ ہیں۔ (اعلام الموقعین: ج ا ص ۱۳)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر سے ایک بیٹی تھیں جن کا نام زینبؓ تھا وہ اپنے زمانے کی فقیہہ خاتون تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر سے جو اولاد ہوئی ان میں "سلمہ" حبشہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی حضرت امامہؓ سے شادی کی۔ "عمر" حضرت علی مرتضیٰؓ کے زمانے میں فارس اور بحرین کے حاکم تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے ان میں یہ حضرات بھی شامل ہیں: حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ؓ، اسامہ بن زید ؓ، ہند بنت حارث الفراسیہ ؓ، صفیہ بنت شیبہ ؓ، عمر فاروق ؓ، زینب بنت ابوسلمہ ؓ، مصعب بن عبداللہ ؓ، عبداللہ بن رافع ؓ، نافع ؒ مولیٰ ابن عمر ؓ، امام شعبہ ؒ، ابوبکیر ؒ، خیرہ ؒ والدہ حسن بصری ؒ، سلیمان بن یسار ؒ، ابوعثمان نہدی ؒ، حمید ؒ، ابوسلمہ ؒ، سعید بن مسیّب ؒ، ابووائل ؒ، صفیہ بن محصن ؒ، امام شعبی ؒ، عبدالرحمان بن ہشام ؒ، عکرمہ ؒ، ابوبکر بن عبدالرحمان ؒ، عثمان بن عبداللہ ؒ، عروہ بن زبیر ؒ، کریب ؒ مولیٰ ابن عباس ؓ، قبیصہ بن زوہیب ؒ اور یعلیٰ بن مملک ؒ وغیرہ۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ

(حضرت زبیر بن عوامؓ کی والدہ)

آپ عبدالمطلب بن ہاشم کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام ہالہ تھا، جو وہیب بن عبد مناف بن زہرہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت امیر حمزہؓ آپ کے ماں کی طرف سے بھی سگے بھائی تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت صفیہؓ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں، آپؓ رسول اللہ ﷺ کی ہم عمر تھیں۔ حضرت صفیہؓ رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ کی بہن کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کی بہنوں کے نام اروٰی، عاتکہ، بیضاء، برّاہ، امیمہ تھا، یہ سب حضرت عبدالمطلب کی بیٹیاں تھیں۔

آپ کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا۔ یہ حضرت ابوسفیان کے بھائی تھے۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حارث بن حرب کے انتقال کے بعد آپؓ کا دوسرا نکاح عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ جن سے آپ کے تین بیٹے پیدا ہوئے، زبیر، سائب اور عبدالکعبہ۔ حضرت زبیرؓ کی کم عمری میں ہی ان کے والد کا انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت صفیہؓ اور ان کے بیٹے زبیرؓ نے ابتداء میں اسلام قبول کرلیا تھا، آپؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے اور آپؓ نے مدینہ منورہ کی ہجرت بھی کی۔ آپؓ شعر و شاعری بھی کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ خیبر کی کھجوروں میں سے آپ کو چالیس وسق کھجوریں دیں۔

(ایک وسق = ۷۰ کلو)

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بہادری کا قصہ:

غزوۃ احزاب میں بنوقریظہ کے لوگ حیی بن اخطب کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

ابن اسحٰق کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب اور حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت فارع نامی ایک قلعہ کے اندر تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں اور بچوں کو ان کے ساتھ رکھا تھا۔ جب بنوقریظہ والوں نے مسلمانوں سے دھوکہ کر کے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو مسلمانوں کو ان سے خطرہ ہو گیا۔

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک یہودی جاسوسی کرنے اس قلعے کے پاس چکر لگانے آیا تاکہ معلوم کرے کہ یہاں مسلمانوں کی فوج موجودگی کا پتہ لگائیں۔ رسول اللہ (ﷺ) اور دوسرے صحابہ کرام ؓ جنگ میں مصروف تھے۔ اگر دشمن ان عورتوں اور بچوں پر اچانک حملہ کر دیتے تو ان کی حفاظت کرنے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ مجھے یہ شخص مشکوک لگتا ہے اگر اب یہ قریب آئے تو اسے قتل کر دینا۔ حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ اب خود میں نے ہمت کی اور ایک خیمہ باندھنے کی لکڑی لی اور چپکے چپکے اس

یہودی کے قریب گئیں اور اس کو لکڑی مار مار کر ہلاک کر دیا اور قلعہ میں واپس آ گئیں۔ یہودی ڈر گئے کہ قلعے میں مسلمانوں کی فوج موجود ہے اور اسی طرح ان کو آگے بڑھ کر نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوئی۔ (ابن ہشام)

ہشام بن عروہ اپنی پردادی حضرت صفیہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جب مسلمان شکست کھا کر بھاگے تو حضرت صفیہ ؓ نیزہ لے کر نکلیں اور بھاگنے والوں کو روک کر کہنے لگیں تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کہاں بھاگے جا رہے ہو۔

حضرت حمزہ ؓ کی شہادت اور ان کی لاش کا مثلہ ہونے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ کو دیکھا تو حضرت زبیر ؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنے سے روکو کیونکہ دشمن نے ان کی لاش کا مثلہ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی پھوپھی اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھیں جس کا دکھ وہ برداشت نہ کر سکیں۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سگی بہن تھیں جب وہ لاش دیکھنے آئیں تو ان کے بیٹے حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو لاش دیکھنے سے روک دیا۔ انہوں نے منع کیا تو حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے میں نوحہ

کرنے نہیں آئی میں صبر کروں گی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کروں گی ۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر ان کو دیکھنے کی اجازت دے دی انہوں نے اپنے بھائی کی لاش اور ان کے جگر کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے دیکھے پھر انہوں نے کہا۔

" انا للّٰہ و انا الیہ را جعون "

حضرت صفیہ ؓ کا انتقال ۲۰ ھ میں حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ ؓ کی عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔ آپ کو جنت البقیع میں مغیرہ بن شعبہ ؓ کے گھر کے صحن میں دفن کیا گیا۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔

حضرت ام ایمنؓ

(حضرت اسامہ بن زیدؓ کی والدہ)

آپ کا نام برکتہ تھا اور کنیت ام الظباء اور ام ایمن تھی۔ آپ کے والد کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا جو حبشہ کے رہنے والے تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام ایمن برکت بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان۔

آپ اپنی کم عمری میں رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی کنیز تھیں۔ آپ حضرت عبداللہ (رسول اللہ ﷺ کی والد ماجد) کی خدمت کرتیں تھیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو آپ حضرت بی بی آمنہ (رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ) کی خدمت کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت آپؓ ہی حضرت آمنہؓ کی دیکھ بھال اور خدمت کرتیں تھیں۔

رسول کریم ﷺ کی عمر جب چھ سال ہوئی، آپ ﷺ کی والدہ صاحبہ آپ کو لے کر مدینہ منورہ کے سفر پر گئیں۔ حضرت ام ایمن بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ اسی سفر کی واپسی پر آپ ﷺ کی والدہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی اور آپؓ کا ابواء کے مقام پر انتقال ہوگیا۔ اس دوران حضرت ام ایمنؓ ہی ان کی دیکھ بھال کے لئے تھیں۔ ان کی اچانک موت اور ننھے حضور اکرم ﷺ کو دیکھ کے انہیں انتہائی صدمہ ہوا لیکن انہوں نے بہت حوصلہ اور صبر سے حضرت آمنہؓ کو سپرد خاک کیا اور رسول اکرم ﷺ کو انتہائی شفقت سے اپنے ہمراہ لے کر مکہ

مکرمہ پہنچیں اور آپ (ﷺ) کو آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے حوالے کیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی دیکھ بھال اور پرورش پر مامور کیا۔ حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حضرت ام ایمن ؓ رسول اللہ ﷺ کی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد ؓ کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت ام ایمن ؓ فرماتی تھیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو بھوک و پیاس کی شکایت کرتے ہوئے نہیں سنا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت ام ایمن ؓ یثرب میں حضرت آمنہ ؓ اور ننھے حضور اکرم ﷺ کے قیام کے دوران کی بات سناتی ہیں کہ یہود کی ایک جماعت کے لوگ آ آ کر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ لڑکا نبی آخر الزمان معلوم ہوتا اور یہی شہر اس کا دارالہجرت ہے۔ اس یہودی کی یہ بات میرے دل میں نقش ہوگئی۔

ام ایمن ؓ رسول اللہ ﷺ کو کنیز کے طور پر وراثت میں ملی تھیں لیکن آپ (ﷺ) نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ آپ ﷺ حضرت ام ایمن ؓ کو اہل بیت میں شمار کرتے تھے۔ ام ایمن ؓ کا پہلا نکاح عبید بن زید ؓ سے ہوا، جن کا تعلق بنوخزرج سے تھا۔ آپ ؓ مسلمان ہوگئے تھے۔ ان سے آپ کا بیٹا پیدا ہوا جن کا نام ایمن ؓ تھا۔ ان کے نام کی نسبت سے آپ ؓ نے کنیت اختیار کی تھی۔ ان کے یہ بیٹے زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے، ہجرتِ نبوی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ایمن ؓ غزوہ حنین میں شہید ہوئے تھے۔

آپ ابتدائے اسلام میں ایمان لے آئیں تھیں، آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ام ایمن ؓ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان کی تعظیم میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ام ایمن ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا! مجھے ایک اونٹ کی ضرورت ہے اس لئے حاضر ہوئی ہوں۔ کیونکہ آجکل ہمارے ہاں سواری کا کوئی جانور نہیں۔ نہ گدھا ہے، نہ اونٹ، کبھی دور کا سفر پیش آجائے تو بڑی مشکل ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا! میں آپ کو ایک اونٹ کا بچہ دے دیتا ہوں۔ ام ایمن ؓ نے فرمایا! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گی۔ مجھے تو اونٹ چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا! میں تو آپ کو اونٹ کا بچہ ہی دوں گا۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ اونٹ کا بچہ بھلا میرے کس کام کا۔ وہ تو میرا بوجھ نہیں برداشت نہیں کرسکتا۔ براہ کرم مجھے اونٹ عنایت فرما دیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آپ کو اونٹ کا بچہ ہی ملے گا اور میں آپ کو اس پر سوار کراؤں گا۔ اس کے ساتھ اپنے خادم کو حکم دیا۔ وہ تھوڑی دیر میں ایک جوان، تندرست اونٹ لے آیا اور اس کی مہار ام ایمن ؓ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری ماں! ذرا دیکھئے تو یہ اونٹ ہی کا بچہ ہے یا کوئی اور۔ ام ایمن ؓ حضور اکرم ﷺ کے اس لطیف مذاق کو اب سمجھیں اور

بے اختیار ہنس پڑیں اور آپ ﷺ کو دعائیں دینے لگیں۔ حاضرین مجلس بھی محظوظ ہوئے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا! اگر کوئی شخص جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ ام ایمن سے نکاح کرے۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت زید بن حارثہ ؓ نے ام ایمن ؓ سے نکاح کرلیا۔ بعثت کے سات سال بعد حضرت ام ایمن ؓ کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید ؓ پیدا ہوئے۔ جن کو رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔

حضرت ام ایمن ؓ نے کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر ۵ ؁ نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کر لی۔ آپ غزوہ احد سے پہلے مدینہ منورہ واپس آ گئیں تھیں۔ غزوہ احد میں حضرت ام ایمن ؓ نے زخمی مجاہدین کو پانی پلانے اور ان کی تیمارداری کا کام کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے بیٹے حیات تھے اور جنگ خیبر میں انہوں نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت ام ایمن ؓ اپنے بیٹے حضرت اسامہ بن زید ؓ کے ساتھ غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئیں تھیں۔

غزوہ احد میں خالد بن ولید کے حملے کے بعد مسلمانوں کی پوزیشن کمزور ہوئی تو لوگ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے تو ام ایمن ؓ بھاگنے والوں پر مٹی پھینک کر کہہ رہی تھیں: او بھاگنے والو! جاؤ گھر میں بیٹھ کر چرخہ پر سوت کاتو، اپنی تلوار میرے سپرد کردو، میں دشمن سے لڑتی ہوں۔ تم تو عورتوں سے بھی زیادہ کم حوصلہ ہو، مرد

تو میدان میں جم کرلڑتے ہیں۔ یہ اندازِ گفتگوام ایمنؓ کی جرأت، بہادری و شجاعت پر دلالت کرتا ہے۔ غزوہ احد میں ایک مشرک نے حضرت ام ایمن ؓ کو ایک تیر مارا تھا جس سے آپ زخمی ہوکر گر گئیں تھیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے بدلہ میں اس کافرکو تیر مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

حضرت ام ایمن ؓ کے شوہر حضرت زید بن حارثہ ؓ جنگ موتہ میں اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ حضرت ام ایمن ؓ نے ان کی شہادت کی خبرسن کرصبر وتحمل کا دامن تھامے رکھا اور اللہ کی مرضی کے آگے سرتسلیم خم کردیا۔ دوسرا صدمہ آپ ؓ نے اس وقت انتہائی صبرو تحمل سے برداشت کیا جب غزوہ حنین میں آپ کے بڑے صاحبزادے ایمنؓ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ پانی پی رہے تھے ام ایمنؓ پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی پانی پلا دیں۔ میں نے ام ایمن ؓ سے کہا کیا تم رسول اللہ ﷺ سے پانی پلانے کا کہہ رہی ہو۔ انہوں نے کہا! میں کیوں نہ کہوں، میں نے ان کی بہت خدمت کی ہے، اب میرا اتنا بھی حق نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ام ایمن ؓ سچ کہتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پانی پلایا۔

(سیرۃ النبی۔ ابن کثیر)

ایک مرتبہ حضرت ام ایمن ؓ نے آٹا چھان کراس کی چپاتیاں تیار کر کے

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ کیا ہے؟ آپ بولیں کہ ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے اس لئے میں نے چاہا کہ آپ کے لئے بھی اس قسم کی چپاتیاں تیار کروں۔ لیکن آپ ﷺ نے کمال زہد و ورع سے فرمایا کہ آٹے میں چوکر ملا کر گوندھا کرو۔ (سنن ابن ماجہ)

جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ پر تہمت لگی تو ام ایمن ؓ نے برملا کہا! اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کا اچھی طرح خیال رکھتی ہوں، میری معلومات کے مطابق عائشہ ؓ سراپہ خیر و برکت ہیں۔

(المغازی للواقدی)

رسول اللہ ﷺ کے وصال سے پہلے جب آپ ؐ کی بیماری شدید ہوئی تو اس وقت حضرت اسامہ بن زید ؓ لشکر لے کر روانہ ہو گئے تھے اور مدینہ کے باہر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ ان کو حضرت ام ایمن ؓ نے پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ پر نزع کا عالم طاری ہو گیا ہے۔ یہ پیغام ملنے کے بعد حضرت اسامہ ؓ واپس آ گئے تھے۔ انہیں پھر دوبارہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے خلیفہ بننے کے بعد روانہ فرمایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمن ؓ کو ایک کھجور کا باغ عطا فرمایا تھا جو انصار کے دئے ہوئے باغوں میں سے تھا۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کے باغات ان کو واپس کرنے شروع کر دئے۔ حضرت ام ایمن ؓ کے پاس حضرت انس بن مالک ؓ کا باغ تھا۔

ان سے واپس مانگا گیا تو وہ اس کو واپس نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہا یہ باغ واپس کر دیں اور ان کو اس سے دس گنا بڑا باغ عطا فرمادیا۔ (صحیح بخاری)

ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ اور ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے لمبی عمر پائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال پر آپ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ کے آنسو تھمنے کو نہیں آ رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے پاس تسلی دینے کے لئے تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا! رسول کریم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر چیز موجود ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے لیکن روتی اس لئے ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ بند گیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو گودوں میں کھلایا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے والد، والدہ، دادا اور دوسرے عزیز واقارب کو دیکھا تھا۔ آپ ﷺ اکثر ان کے گھر جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری ماں کے بعد ام ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ آپ کو امی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ حضرت ام ایمنؓ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ام ایمنؓ حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت تک زندہ رہیں۔ مورخین کی بڑی تعداد نے اسے ہی صحیح تسلیم کیا ہے۔

آپ سے پانچ احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں۔ آپ سے احادیث روایت کرنے والوں میں انس بن مالکؓ، حنش بن عبداللہؒ اور ابو یزید مدنیؒ شامل ہیں۔

حضرت ام ایمنؓ ۲۰ سال تک حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں رہیں۔ آپ بارہ سال مکہ مکرمہ میں اور آٹھ سال مدینہ منورہ میں رہیں۔ دونوں میاں بیوی رسول اللہ ﷺ کی بے حد خدمت کیا کرتے تھے۔ جنگِ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کی شہادت کے بعد آپ نے تیسرا نکاح نہیں کیا۔

آپ حضرت عثمان غنی بن عفانؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئی۔

حضرت (ام الخیر) سلمٰی بنت صخرؓ

(حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ)

آپ کا نام سلمٰی اور کنیت ام الخیر تھی۔ آپ کا تعلق قریش کے خاندان بنوتیم سے تھا۔

آپؓ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام الخیر سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن مرّہ۔

آپ کی شادی اپنے چچا کے بیٹے ابوقحافہؓ سے ہوئی۔ آپؓ کے ہاں جب بھی بچہ پیدا ہوتا تو چند دن بعد مر جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب بچہ پیدا ہوا تو وہ اس نومولود بچہ کو گود میں لے کر بیت اللہ کے پاس آئیں اور یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَتِیْقُکَ مِنَ الْمَوْتِ

الٰہی! اس کو موت سے آزادی عطا فرما

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور وہ بچہ روئے زمین کی مایہ ناز ہستی ثانی اثنین خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیقؓ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک لقب عتیق بھی ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ سیدنا محمد بن عبداللہ ﷺ کے گہرے دوست تھے۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت کے منصب پر فائز کیا تو آپ ﷺ ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا! اے ابوبکر! میں تمہاری اور تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں سو تم اللہ پر اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اسی وقت کہا! اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اپنا ہاتھ بڑھائیے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا!

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشۡهَدُ اَنَّکَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابتدائے اسلام میں ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لے کر خانہ کعبہ تشریف لے گئے تا کہ مشرکین مکہ کو اسلام کی دعوت دے سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں موجود مشرکین کو اسلام کی دعوت دی وہ آپ کی بات سن کر مشتعل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو مارنے کے لئے دوڑے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں بچانے کی کوشش کی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تو چھوڑ دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بری طرح سے مارنا شروع کر دیا۔ آپؓ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ زندہ نہیں بچیں گے۔ اسی دوران بنو تیم کے لوگ وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بچایا اور ان کو گھر لے آئے۔ بنو تیم کے لوگوں نے کہا کہ اگر ابوبکرؓ مر گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ گھر پہنچا کر آپؓ کے زخموں کی مرہم پٹی کی گئی۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہوش آیا تو انہوں نے سب سے پہلے یہ سوال

کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔

گھر والے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کو ملامت کرنے لگے کہ جن کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے تم انہی کے بارے میں پوچھتے ہو۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق ؓ برابر رسول اللہ ﷺ کی خیریت کے بارے میں پوچھتے رہے۔ بنو تیم کے لوگ غصہ میں آکر ان کے پاس سے چلے گئے۔ آپ ؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ ام جمیل حضرت فاطمہ بنت خطاب ؓ کے پاس جاؤ اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی خیریت معلوم کر کے آؤ۔

ایک روایت کے مطابق رات کو خود رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے گھر ان کی خیریت دریافت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کا یہ حال دیکھا تو آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور فرط محبت سے ان کی پیشانی چوم لی۔ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے نہایت عاجزی سے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ یہ میری والدہ ہیں ان کے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی دولت سے بہرہ مند فرمائے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی والدہ ام الخیر ؓ کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعا فوراً قبول کر لی اور وہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔ ایک دوسرے روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ خود اپنی والدہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور ان سے اپنی والدہ کے لئے ایمان کی دعا کی درخواست کی تھی۔

فتح مکہ کے دن حضرت ام الخیرؓ کے شوہر اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ابوقحافہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکی تھی، انہوں نے بھی اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پورا خاندان اسی طرح دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

حضرت ام الخیرؓ نے طویل عمر پائی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کے وقت آپؓ کے والد اور والدہ دونوں حیات تھے۔ آپؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت ۱۳ھ میں وفات پائی۔ آپؓ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کے شوہر حضرت ابوقحافہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔

(تاریخ طبری)

حضرت ام رومان بنت عامر ؓ

(ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی والدہ)

آپ کا نام زینب اور کنیت ام رومان ؓ تھی۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبدشمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن ہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ آپ کی ولادت تہامہ (سعودی عرب) میں ہوئی۔

آپ ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی زوجہ اور رسول کریم ﷺ کی ساس تھیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو کنانہ کے خاندان فراس سے تھا۔ آپ ؓ کے بطن سے آپ ؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن ؓ اور صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت ام رومان ؓ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔ آپ ؓ کے پہلے شوہر کا نام عبداللہ بن حارث بن سخبرہ تھا جن سے ایک بیٹا طفیل تھا۔ عبداللہ بن حارث کا خاندان سداۃ نامی مقام پر رہائش پذیر تھا پھر اس خاندان نے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کرلی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق کسی باہر کے شخص کو مکہ میں رہنے کے لئے مکہ مکرمہ کے کسی بڑے آدمی کو حلیف بنانا ہوتا تھا۔ اس لئے عبداللہ بن حارث نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اپنا حلیف بنالیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب عبداللہ کا مکہ میں انتقال ہو گیا تو ان کے بعد ام رومان ؓ سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے شادی کرلی۔

عرب کا رواج تھا کہ کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو اس بیوہ کی جلد از جلد شادی کرتے تھے تاکہ اس کو سہارا مل جائے۔ حضرت ام رومان ؓ بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ آپ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔

(طبقات ابن سعد: ۲۱۱/۶، ۲۱۲)

ام رومان ؓ اپنے بیٹے طفیل کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے گھر میں امن، سکھ وچین اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہیں تھیں۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ گھر تشریف لائے اور ام رومان ؓ سے بتایا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس دعوت وتبلیغ کے کام میں میں رسول اللہ ﷺ کا مددگار بننا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دعوت کا کام اپنے قریبی عزیز واقارب سے شروع کروں کیونکہ ان کو سمجھانا آسان ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ام رومان ؓ کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے فوراً قبول کر لی۔ حضرت ابو بکر ؓ بے انتہا خوش ہوئے اور ان سے فرمایا کہ ابھی اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھنا جب تک کہ اللہ تعالیٰ حالات سازگار نہ کر دے۔ حضرت ابو بکر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ام رومان ؓ کے اسلام قبول کرنے کا بتایا تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔

شعبان ۶ھ میں افک کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت ام رومان ؓ کے لئے یہ نہایت مصیبت کا وقت تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو اس واقعہ کی خبر

ہوئی تو آپ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے میکہ آئیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ بالا خانے میں تھے اور حضرت ام رومان ؓ نیچے بیٹھی ہوئیں تھیں۔ والدہ نے پوچھا! کیسے آنا ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام رومان ؓ بولیں! بیٹا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جو عورتیں اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہیں تو لوگ ان سے حسد کرنے لگتے ہیں اور ان پر الزام تراشیاں کرتے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو اس بات سے تسلی نہیں ہوئی اور وہ رونے لگیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ ان کے رونے کی آواز سن کر پریشان ہو گئے اور نیچے اتر آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو اس صدمہ کی وجہ سے بخار آ گیا تھا۔ حضرت ام رومان ؓ نے ان کو اپنی گود میں لٹا لیا۔ عصر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا! اگر واقعی تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے اپنے والدین سے کہا کہ آپ لوگ ان کی بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کیا جواب دے سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے خود ہی جواب دیا۔ اس دوران رسولِ کریم ﷺ پر وحی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی صاف طور پر برائت نازل ہوئی۔ حضرت ام رومان ؓ نے اپنے بیٹی سے کہا کہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ اس پر آپ ؓ نے فرمایا کہ میں صرف اللہ کا شکر ادا کروں گی۔

اسی سال کے آخیر میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اصحابِ صفہ میں سے تین اصحاب کو گھر پر مہمان کے طور پر لائے۔ گھر والوں سے کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ میں ایک کام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جارہا ہوں۔ ان کے آنے میں دیر ہوگئی۔ مہمانوں نے کہا کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ جب حضرت ابوبکر گھر تشریف لائے اور انہیں معلوم ہوا کہ مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تو وہ حضرت ام رومان ؓ پر ناراض ہوئے۔ حضرت ام رومان ؓ نے مہمانوں کے نہ کھانے کی وجہ بتلا دی۔ اس کے بعد مہمانوں نے کھانا کھایا اور اس میں اتنی برکت ہوئی کہ کھانا بالکل کم نہیں ہوا۔ آپ نے وہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کے لئے بھجوا دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ام رومان ؓ سے پوچھا کہ کتنا کھانا باقی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جتنا پکایا تھا اس سے تین گنا زیادہ اب بھی موجود ہے۔

سیدہ ام رومان ؓ اپنے خاوند کی بہترین معاون ثابت ہوئیں اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ اپنی بیوی کے لئے بہترین رفیق حیات ثابت ہوئے۔ ان دونوں سے بڑھ کر سعادت مند کون ہوسکتا ہے جن کے گھر سرور کائنات ﷺ اکثر تشریف لے جاتے تھے اور آپ ؓ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ کے گھر اللہ کا فرشتہ وحی لے کر آیا۔ یہ وحی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی برأت کے لئے سورۃ نور کی آیت ۱۱ تا ۲۰ تھیں۔

ہجرت کے سفر میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو رسول کریم ﷺ کی رفاقت کا عظیم الشان شرف حاصل ہوا۔ مکہ سے چلتے وقت انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو اللہ کے بھروسے پر دشمنوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا۔ جب مدینہ پہنچ کے کچھ اطمینان ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے اہل وعیال لانے کے لئے حضرت زید بن حارثہ ؓ اور حضرت ابو رافع ؓ کو مکہ بھیجنا چاہا تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ان کے ہمراہ عبداللہ بن اریقط کو اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابی بکر ؓ کے نام خط دے کر بھیجا کہ وہ بھی حضرت ام رومان ؓ، حضرت اسماء ؓ اور حضرت عائشہ ؓ کو لے کر مدینہ منورہ آ جائیں۔ چنانچہ حضرت ام رومان ؓ، حضرت اسماء ؓ اور حضرت عائشہ ؓ حضرت عبداللہ بن ابی بکر ؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئیں۔

امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں! امام ابن سعد ؒ کی یہ بات کہ ام رومان ؓ ۶ ھ میں وفات پا گئی تھیں صحیح نہیں ہے کیونکہ سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آیت تخییر (سورۃ التحریم: ۲۔۱) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے ابتدا کی تھی اور کہا تھا کہ اس مسئلہ میں جلدی نہ کرنا اپنے والدین ابوبکر ؓ اور والدہ ام رومان ؓ پر معاملہ پیش کرنا اور ان کی رائے سے فیصلہ کرنا۔

(مسند احمد: ۲۱۲،۲۱۱/۶ حدیث ۲۵۸۶۴ واسناد حسن لذاتہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں کہ واقعہ تخییر 9ھ میں پیش آیا تھا۔

(الاصابۃ: ۲۶۹/۴)

حضرت ام رومان ؓ کی انتقال ذوالحجہ ۹ ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔
حضور اکرم ﷺ حضرت ام رومان ؓ کے انتقال کی خبر سن کر بہت رنجیدہ ہوئے۔
آپ ﷺ ان کے جنازے میں گئے اور ان کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔
آپ ؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام رومان ؓ کے بارے میں فرمایا! جس کو جنت کی حوروں میں سے کسی عورت کو دیکھنا ہے وہ ام رومان ؓ کو دیکھ لے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے آپ ؓ کو لحد میں اتارنے کے بعد دعا فرماتے ہوئے کہا! اے اللہ! ام رومان ؓ نے تیرے لئے اور تیرے رسول (ﷺ) کے لئے جو تکلیفیں برداشت کی ہیں وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں۔

(طبقات ابن سعد: ۶/ ۲۱۱، ۲۱۲)

حضرت اسماء بنت عمیس ؓ

(حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ کی والدہ)

آپ کا نام اسماء اور کنیت ام عبداللہ تھی۔ آپ کے والد کا نام عمیس ؓ بن معبد بن حارث تھا۔ آپ ؓ کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: اسماء بنت عمیس بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک بن بشیر بن وہب بن شہران بن عفرس بن خلف بن اقبل (خثعم)۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیس ؓ کی ذوالہجرتین کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ آپ ؓ کا شمار ان جلیل القدر خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کیا اور اسلام کی خاطر سخت تکالیف برداشت کیں۔ آپ کی والدہ کا نام ہند (خولہ) بنت عوف تھا۔ ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث ؓ کی والدہ بھی یہی تھیں اس طرح سے آپ دونوں ماں کی طرف سے سگی بہنیں تھیں۔ جس وقت حضرت اسماء ؓ مسلمان ہوئیں اس وقت مسلمانوں کی تعداد تیس تھی اور ابھی رسول اللہ ﷺ دارالارقم میں مقیم نہیں ہوئے تھے اس لئے آپ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔

آپ ؓ کا پہلا نکاح حضرت جعفر طیار ؓ سے ہوا۔ آپ ؓ نے حضرت جعفر ؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور چودہ سال وہاں گزارے۔ حبشہ میں آپ ؓ کے بیٹے عبداللہ بن جعفر ؓ کی پیدائش ہوئی۔

حضرت مصعب بن زبیر ؓ روایت کرتے ہیں کہ حبشہ کے حکمران نجاشی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس سے چند دن پہلے حضرت اسماء بن عمیس ؓ کے ہاں بیٹا عبداللہ بن جعفر پیدا ہو چکے تھے۔ بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے۔ انہوں نے کہا! عبداللہ۔ نجاشی نے بھی اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھ لیا۔ حضرت اسماء ؓ نے اس بچہ کو گود لے لیا اور پوری مدت اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ اسے بھی دودھ پلایا۔ اس بنا پر حضرت اسماء ؓ کا ان کے ہاں بہت بلند مقام و مرتبہ ہو گیا۔ حبشہ میں جو بھی مسلمان ہوتا وہ اس کی اطلاع حضرت اسماء ؓ کو ضرور دیتا۔ (نسب قریش)

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ محرم ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا تو سارے مسلمان جو حبشہ میں تھے وہ مدینہ منورہ آ گئے ان میں حضرت اسماء بنت عمیس ؓ اور ان کے شوہر حضرت جعفر طیار ؓ بھی شامل تھے۔ خیبر کی فتح سے مسلمان بہت ہی خوش تھے۔ اپنے ان بھائیوں کے آنے سے ان کی خوشی دگنی ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کو گلے لگایا اور فرمایا! میں نہیں جانتا کہ مجھے جعفر ؓ کے آنے کی زیادہ خوشی ہے یا خیبر کی فتح کی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیس ؓ کی فضلیت بیان کرتے ہوئے فرمایا! تم کشتی والوں نے دو ہجرتیں کرنے کی سعادت حاصل کیا۔ حبشہ میں جو مسلمان رہ رہے تھے وہ تحویل قبلہ سے پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے انہیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہو گئی

تھی۔

امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہؓ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ نے رومیوں کے مقابلہ میں لشکر روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! ''تم زید بن حارثہؓ کو اپنا امیر بنانا، اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ کو اپنا امیر بنانا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کو اپنا امیر بنا لینا۔''

سیدنا جعفر طیارؓ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کوئی تھکا ماندہ تو نہ تھا کہ آپؐ نے زید بن حارثہؓ کو میرا امیر مقرر کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آپ چلیں، آپؓ کو معلوم نہیں کہ کون بہتر ہے۔

لشکر روانہ ہونے کے چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ خیر کرے، کیا میں تمہیں لشکر کے بارے میں وہ خبر نہ بتاؤں جو مجھے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے۔

ہوا یہ کہ مجاہدین روانہ ہوئے، ان کا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ امیر لشکر زید بن حارثہؓ دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو، تو لوگوں نے ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کا جھنڈا جعفر بن ابی طالبؓ نے اٹھا لیا۔ وہ بھی دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کے حق میں بھی مغفرت کی دعا کرو، تو لوگوں نے

ان کے لئے بھی مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد اسلام کا جھنڈا عبداللہ بن رواحہ ؓ نے تھام لیا۔ انہوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ بھی داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے حق میں بھی دعائے مغفرت کرو، لوگوں نے ان کے حق میں بھی دعائے مغفرت کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس کے بعد لشکر اسلام کا جھنڈا خالد بن ولید ؓ نے تھام لیا اور وہ امیر بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کی دو انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں اور فرمایا!

﴿ اَللّٰھُمَّ ھُوَ سَیفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ ﴾

الٰہی! وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

" فَانْتَصِرُبِہٖ "

تو اس کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما

اس دن سے حضرت خالد بن ولید ؓ کا نام "سیف اللہ" مشہور ہو گیا۔ (مسند احمد، سنن نسائی)

حضرت اسماء بنت عمیس ؓ بیان کرتی ہیں کہ جب جعفر ؓ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔

میں چمڑے کی کھالوں کو رنگ چکی تھی، آٹا گوندھ لیا تھا، بچوں کو نہلا دھلا کر ان کے سروں پر تیل لگا چکی تھی اور انہیں صاف ستھرے کپڑے پہنا دئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔

میں تمام بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئی تو آپ نے انہیں پیار کیا۔ میں نے دیکھا کی آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں گھبرا گئی۔ میں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، خیر تو ہے۔ کیا آپ ﷺ کو جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں! آج وہ سب شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ یہ بات سنتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں آہ وزاری کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ میرے رونے کی آواز سن کر عورتیں میرے گھر میں اکٹھی ہونے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر گئے اور اہل خانہ کو ارشاد فرمایا! آج جعفر کے گھر والوں کو فراموش نہ کرنا، ان کے لئے کھانا تیار کرو، وہ اپنے سربراہ کے غم میں مبتلا ہیں۔ (مسند احمد، سنن ابوداؤد)

حضرت جعفر طیارؓ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے بعد حضرت اسماءؓ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غزوۂ حنین (۸ ھ) کے موقع پر نکاح کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح پڑھایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؓ اور آپؓ کی اولاد پر بہت محبت اور شفقت نچھاور کرتے تھے۔ دو برس بعد ذوالقعدہ ۱۰ ھ میں آپؓ سے حضرت ابو بکر کے بیٹے محمدؓ پیدا ہوئے۔ آپؓ کے ہاں بیٹے کی ولادت حجۃ الوداع کے موقع پر احرام کی حالت میں ذوالحلیفہ میں ہوئی۔ حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اب میں کیا کروں

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غسل کر کے احرام باندھ لو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے انتقال کے بعد حضرت اسماءؓ نے ہی ان کی وصیت پر ان کو غسل دیا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے انتقال کے بعد آپؓ سے حضرت علیؓ نے شادی کر لی اور آپؓ کے بطن سے یحییٰ اور زید پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے اسلام کی خاطر بے انتہا تکالیف برداشت کیں۔ آپ کی حیات میں آپ کے بیٹے حضرت محمد بن ابو بکرؓ کو بری طرح سے شہید کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت اسماءؓ کے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے آپؓ کے بچے کو دیکھا تو اسے بہت دبلا پایا۔ آپ ﷺ نے حضرت اسماء سے پوچھا کہ یہ اتنا کمزور کیوں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اسے نظر بہت لگتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اس پر دم کیا کرو۔ حضرت اسماءؓ نے ایک خاص کلام پڑھ کر سنایا اور پوچھا کہ کیا میں یہ پڑھ سکتی ہوں۔ چونکہ اس میں کوئی شرکیہ آمیزش نہیں تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

امام بخاریؒ اور علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے ایک دن پہلے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت اسماءؓ نے آپ کے مرض ''ذات الجنب'' تشخیص کیا اور آپ ﷺ کو اس کی دوا پلانا چاہی۔ حضور اکرم ﷺ دوا پینے کے عادی نہیں تھے، آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ اسی دوران آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔ ان دونوں نے آپ ﷺ کا دہن مبارک کھول

کر دوا پلا دی۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ کی غشی دور ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ تدبیر اسماءؓ نے بتائی ہوگی۔ وہ حبشہ سے اپنے ساتھ حکمت لائی ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے بھی اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت اسماء خواب کی تعبیر کا فن بھی جانتی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان سے اکثر اپنے خواب کی تعبیر پوچھا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے ان کو زیر ناف دو ٹھونگیں ماری ہیں۔ انہوں نے حضرت اسماءؓ سے اس کی تعبیر پوچھی تو آپؓ نے فرمایا! ایک عجمی شخص آپؓ کو قتل کرے گا۔ چند دن گزرے تھے کہ فیروز ابولؤلو مجوسی نے آپؓ کے زیر ناف خنجر مارے۔ (طبقات ابن سعد)

سیّدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے انتقال پر حضرت اسماءؓ زوجہ صدیق اکبرؓ نے ان کو غسل دیا تھا اور پردہ کے ساتھ جنازہ قبرستان لے جانے کا سارا انتظام کیا تھا۔ (اسد الغابہ)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، ام الفضل زوجہ عباسؓ، قاسم بن محمدؒ، عبداللہ بن شدادؒ، عروہ بن مسیّبؒ، ابو یزید مدنیؒ، ام عون بنت محمد بن جعفرؒ، فاطمہ بنت علیؒ، اور بلند مرتبہ تابعین شامل ہیں۔ آپؓ نے قرآن کا علم براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا انتقال ۴۰ھ میں ان کے شوہر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تھوڑے عرصہ بعد ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مصیبت اور تکالیف میں پڑھنے کے لئے دعا بتائی تھی۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور عون بن جعفر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ کے دوسرے شوہر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور تیسرے شوہر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یحییٰ بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(ریاض النضرۃ)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ؓ

(حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کی والدہ)

آپ ؓ کا نام اسماء اور لقب ذات النطاقین تھا۔ آپ ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ ؓ کی والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ عبداللہ بن ابوبکر ؓ آپ ؓ کے ماں کی طرف سے بھی سگے بھائی تھے۔

آپ ؓ نسب اس طرح ہے: اسماء بنت ابوبکر صدیق ؓ بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی۔

آپ ؓ بعثتِ رسول اللہ ﷺ سے چودہ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ آپ ؓ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوگئیں تھیں آپ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ اسلام لانے والوں میں آپ ؓ کا نمبر (۱۷) ہے۔ شروع میں مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ ؓ کا بھی شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے بے انتہا مظالم برداشت کیئے۔

آپ ؓ کا نکاح حضرت زبیر بن عوام ؓ سے ہوا۔ حضرت زبیر بن عوام ؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ آپ کے بیٹے ہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ پیدا ہوئے تو ان کو پیدائش کے بعد رسول اللہ ﷺ کی گود میں لا کر دے دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کھجور منگوا کر اسے اپنے منہ میں چبا کر اس بچہ کے منہ میں ڈال دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ

کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مدینہ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے۔ ان کی پیدائش سے مسلمانوں کو اس قدر خوشی ہوئی کہ انہوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ پورا شہر گونج اٹھا۔ اس پر یہودی شرمندہ ہو کر رہ گئے کیونکہ یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمان مہاجرین پر جادو کر دیا ہے اب ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر ؓ کی نسبت سے اپنی کنیت ام عبداللہ رکھی تھی۔

ہجرت کے وقت حضرت اسماء ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے توشہ کو اپنے کمر بند سے باندھا تھا جس کی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاقین ہو گیا تھا۔ کفار و مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے گھر کا گھیرا کیا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ سورۃ یٰس کی آیت کا ورد کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ساتھ لے کے مکہ مکرمہ کو الوداع کہہ کر ہجرت کے لئے نکل گئے تھے۔ جب کفار کو معلوم ہوا تو وہ پاگلوں کی طرح آپ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے فوراً حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر پہنچے، دروازے سے آواز دی تو حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا! لڑکی تیرا باپ کہاں ہے۔ حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بولیں مجھے خبر نہیں۔ یہ سن کر اس نے اس زور سے ان کے منہ پر طمانچہ مارا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی کان کی بالی ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔ اس کے بعد کفارِ مکہ مکہ اور اس کے اطراف میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کرنے کے لئے پھیل گئے۔

ہجرت کی رات رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو لے کر مکہ سے خفیہ طور پر غارِ ثور میں تشریف لے گئے۔ حضرت اسماء ؓ اس راز کو جانتی تھیں وہ روزآنہ رات کو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن ابوبکر ؓ کے ساتھ غارِ ثور میں آپ لوگوں کے لئے تازہ کھانا کھلا کر واپس آتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے نابینا والد ابوقحافہ ؓ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے حضرت اسماء ؓ سے مخاطب ہو کر بولے! بیٹی ابوبکر نے تمہیں دوہری مصیبت میں ڈال دیا، خود بھی چلا گیا اور سارا مال بھی ساتھ لے گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ واقعی گھر میں رکھی ہوئی ساری رقم اپنے ساتھ لے گئے تھے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو ضرورت پڑے تو کام آسکے۔ حضرت اسماء ؓ نے اپنے نابینا دادا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور ان سے کہا! نہیں دادا جان! انہوں نے کافی رقم ہمارے لئے چھوڑی ہے۔ پھر انہوں نے ایک کپڑے میں کچھ پتھر ڈالے اور ایک گڑھے یا طاق میں رکھ دئے جہاں حضرت ابوبکر ؓ اپنا مال رکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد اپنے دادا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے گئیں اور کہا! دادا جان! آپ ہاتھ لگا کر دیکھ لیں یہاں کیا رکھا ہوا ہے۔ ابوقحافہ ؓ نے کپڑے کی پوٹلی پر ہاتھ رکھا تو مطمئن ہو گئے اور بولے! ابوبکر نے اچھا کیا، تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا۔

مسند ابویعلیٰ میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت اسماء ؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کفار کے ہاتھوں جو تکالیف پہنچیں تھیں آپ ؓ نے

ان میں سے کون سی تکلیف زیادہ سخت دیکھی۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا!

ایک دن بہت سے مشرکین مسجد حرام میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے معبودوں کو یہ اور یہ کہا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ تمام مشرکین نبی کریم ﷺ پر جھپٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کے شور وغوغا کی آواز پہنچی۔ اس وقت وہ گھر میں ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے آکر بتایا کہ قریش محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے درپہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً مسجد حرام کی طرف بھاگ کر گئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کفار سے چھڑاتے ہوئے کہا کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس اپنے رب کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر آیا ہے۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو تو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے اور ان کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب انہیں اٹھا کر گھر لایا گیا تو ان کی بہت بری حالت تھی۔ جب ان کو ہوش آیا تو کہہ رہے تھے

''تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَام''

ہجرتِ مدینہ کے بعد حضرت اسماءؓ نے چند سال بڑی تنگی اور مفلسی کے گزارے۔ آپ اپنے ہاں سے کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کوٹ کر اپنے اونٹ اور گھوڑے کو کھلاتیں۔ پانی کی مشک پھٹ جاتی تو اس کو خود سیتیں۔ اس کے علاوہ گھر کا تمام کام خود کیا کرتی تھیں۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ نے فرمایا! جب حضرت زبیرؓ سے میرا نکاح ہوا تو اس وقت نہ ان کے پاس زمین تھی نہ غلام اور نہ کچھ سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے۔ میں ان کے جانوروں کو کھلاتی تھی، پانی پلاتی تھی، ڈول سیتی تھی، آٹا گوندھتی تھی۔ انصار کی چند عورتیں میری ہمسایہ تھیں وہ روٹی پکا دیتی تھیں۔ وہ عورتیں مخلص تھیں۔ بعد میں رسول اللہ نے حضرت زبیرؓ کو ایک زمین جو عطا فرمائی تھی، وہاں کام کرتیں اور سر پر کھجور کی گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھیں۔ یہ زمین میرے گھر سے تین فرسخ کی مسافت پر تھی۔

شروع شروع میں حضرت اسماءؓ غربت و افلاس کی وجہ سے ہر چیز ناپ تول کر خرچ کیا کرتی تھیں۔ سرکار دو جہاں ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا! اسماءؓ ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی نپی تلی روزی دے گا۔

حضرت اسماءؓ بہت عابدہ اور زاہدہ تھیں، سادہ زندگی گزارتی تھیں۔ ہمیشہ روکھی سوکھی پر صبر و شکر کیا کرتی تھیں۔ سستا اور موٹا کپڑا پہنا کرتی تھیں۔ جب آپ کی آسودگی بڑھی تو زیادہ تر مال صدقہ و خیرات میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ مال جمع کر کے رکھنے سے سخت نفرت کرتی تھیں۔ حاجت مندوں کی مدد کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتی تھیں۔ آپ بہت مضبوط حافظہ کی مالک تھیں۔ آپؓ نے اپنا پہلا حج رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا جس کی تمام تفصیل انہیں بہت اچھی طرح سے یاد تھیں اور وہ اکثر اسے بیان فرماتی تھیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت اسماءؓ نے فرمایا! میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا، کعبہ کی دیوار کا سہارا لئے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے۔ اے گروہ قریش! واللہ میرے سوا تم میں کوئی دین ابراہیمؑ پر نہیں۔ (یہ اسلام سے قبل کی بات ہے)

علامہ ابن سعدؒ نے طبقات میں لکھا ہے کہ ان کی زندگی کے آخری دور میں ان کے صاحبزادے منذر بن زبیرؓ عراق کی فتح کے بعد لڑائی کے میدان سے واپس آئے تو ان کے مال غنیمت کے حصہ میں قیمتی زنانہ کپڑے بھی تھے۔ وہ انہیں لے کر اپنے والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت اسماءؓ نے وہ کپڑے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا! بیٹا میں تو موٹا کپڑا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ منذر بن زبیرؓ ان کے لئے موٹے کپڑے لائے جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لئے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت اسماءؓ کی والدہ جو مسلمان نہیں ہوئیں تھیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں طلاق دے دی تھی اپنی بیٹی اسماءؓ کے پاس آئیں اور ان سے کچھ رقم مدد کے طور پر مانگی۔ حضرت اسماءؓ ان کی مدد کرنا چاہتی تھیں لیکن ان کے شرک کی وجہ سے رک گئیں۔ آپؓ نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ مشرک ہیں کیا میں ان کی مالی مدد کر سکتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں! اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

سرور کائنات احمد مجتبیٰ ﷺ کا ایک جبہ مبارک ام المومنین سیدہ عائشہ

صدیقہ ؓ کے پاس تھا۔ انہوں نے اپنے وفات کے وقت یہ جبہ مبارک اپنی بہن حضرت اسماء ؓ کے سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے مرتے دم تک اسے اپنے پاس رکھا۔ اگر گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو اس جبہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی بیمار کو پلا دیتی تھیں اس سے وہ شفایاب ہو جاتا تھا۔ (سیر الصحابیات)

حضرت اسماء ؓ بڑی نڈر اور بہادر خاتون تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ شام کے میدانِ جہاد میں تشریف لے گئیں اور کئی دوسری خواتین کے ساتھ یرموک کی ہولناک لڑائی میں جنگی خدمات انجام دیں۔

حجاج بن یوسف نے جب مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ کا محاصرہ سخت کر دیا تو آپ ؓ اپنی والدہ کے پاس آئے اور عرض کیا! اماں جان! میرے ساتھیوں نے بے وفائی کی ہے اب سوائے چند جانثاروں کے کوئی بھی میرا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ اگر ہتھیار ڈال دوں تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو امان مل سکتی ہے۔

حضرت اسماء ؓ نے فرمایا! اے میرے فرزند! اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑ کر شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذلت برداشت نہ کرو۔ اور اگر یہ تمام دنیا طلبی کے لئے تھا تو تم سے برا کوئی شخص نہیں جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔

حضرت ابن زبیر ؓ نے کہا کہ میں موت سے نہیں ڈرتا، صرف یہ خیال

ہے کہ میری موت کے بعد میری لاش کا مثلہ کریں گئے اور صلیب پر لٹکائیں گے جس سے آپ کو رنج ہوگا۔ اس پر بہادر والدہ حضرت اسماءؓ نے فرمایا! بیٹے جب بکری ذبح کر ڈالی جائے تو پھر اس کی کھال کھینچی جائے یا اس کے جسم کے ٹکڑے کیئے جائیں، اسے پرواہ نہیں ہوتی۔ تم اللہ پر بھروسہ کر کے اپنا کام کیئے جاؤ، راہ حق میں تلواروں سے قیمہ ہونا گمراہوں کی غلامی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ موت کے خوف سے غلامی کی ذلت کبھی قبول نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنی ماں کی باتوں سے بہت حوصلہ ملا اور انہوں نے تلوار سونت لی، رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے، کافی دیر تک داد شجاعت دیتے رہے۔ آخر زخموں سے چور چور ہو کر شہادت کے درجہ پر فائز ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ نہایت صابر خاتون تھیں۔ حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ آپؓ کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہ تھی لیکن اس موقع پر آپ نے جس عزم و استقلال، صبر اور تحمل سے کام لیا اس کی تاریخ میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت اسماءؓ کی طبیعت نیکی کی طرف مائل رہتی تھی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے، نماز کو بہت طویل کر دیا تو حضرت اسماءؓ نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں جن میں ایک موٹی تھی اور دوسری کمزور تھی یہ دیکھ کر انہوں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے ان سے

زیادہ دیر تک کھڑے ہونا چاہیئے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ ؓ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں جب درد ہوتا تو آپ سر پکڑ کر کہتیں کہ یہ میرے گناہ کی وجہ سے ہے اور جو گناہ اللہ معاف کر دیتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ حق گوئی میں آپ اپنی مثال آپ رکھتی تھیں۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر کے سامنے بھی وہ حق گوئی سے بات کرنے سے نہیں گھبراتی تھیں۔ ایک دن وہ منبر پر بیٹھا تھا۔ حضرت اسماء ؓ اپنی کنیز کے ساتھ آئیں اور دریافت کیا کہ امیر کہاں ہے۔ معلوم ہوا تو وہ حجاج کے قریب گئیں۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہوئے! تمہارے بیٹے نے اللہ کے گھر میں الحاد پھیلایا ہوا تھا۔ اس لئے اللہ نے اسے دردناک عذاب دیا۔ حضرت اسماء ؓ نے برجستہ جواب دیا! تو جھوٹا ہے وہ ملحد نہ تھا بلکہ صائم، پارسا اور شب بیدار تھا۔ آپ انتہائی صابر خاتون تھیں۔ بے حد سخی تھیں، خیرات کرتے وقت اپنے والد کی طرح انہیں کبھی بھی فقر کا خوف نہیں ہوا۔

حضرت اسماء ؓ کے تقدس کا عام چرچا تھا، لوگ ان سے دعا کرواتے تھے۔ جب کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی اور آپ کے پاس دعا کے لئے آتی تو آپ اس کے سینے پر پانی چھڑکتیں اور کہتیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ حضرت ابن عمر ؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ بخار آتشِ جہنم کی گرمی ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ گھر کا کوئی آدمی جب بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کا جبہ (جس کو حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے اپنی وفات کے وقت ان کے سپرد کیا تھا) پانی میں بھگوتیں اور مریض

کو پلا دیتی تھیں۔ اس سے بیمار کو شفا ہو جاتی تھی۔

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کا انتقال آپؓ کے بیٹے کی شہادت کے بیس روز بعد 73ھ میں مکہ میں سو سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کی قبر مبارک مکہ مکرمہ میں آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے برابر میں ہے۔

انتقال کے وقت آپؓ کے تمام دانت اور عقل بالکل صحیح سالم تھی۔ آپ دراز قد اور لحیم شحیم تھیں، آخر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ حضرت اسماءؓ کی اولاد کے نام حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عروہؓ، حضرت منذرؓ، حضرت عاصمؓ، حضرت مہاجرؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت ام الحسنؓ، اور حضرت عائشہؓ ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ سے چھپن (۵۶) احادیث مروی ہیں جو صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ آپؓ سے حدیث بیان کرنے والوں میں عبداللہ بن زبیرؓ، عروہ بن زبیرؓ، عباد بن عبداللہؓ، عبادہ بن حمزہؒ، ابن عباسؓ، عبداللہ بن عروہؒ، عبداللہ بن کیسانؒ، وہب بن کیسانؒ، ابو بکر بن زبیرؒ، عامر بن زبیرؒ، مطلب بن حنطبؒ، مسلم معریؒ، ابونوفلؒ، ابوعقاربؒ، محمد بن منکدرؒ، فاطمہ بنت منذرؒ، صفیہ بنت شیبہؒ اور ابن ابی ملیکہؒ شامل ہیں۔

حضرت سمیہ بنت خباطؓ

(حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ)

آپ کا نام سمیّہ اور آپ کے والد کا نام خباط ہے۔ آپ زمانہ جاہلیت میں مکہ کے ایک رئیس ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے تقریباً پانچ سال پہلے قحطانی نسل کا ایک شخص یاسر بن عامر اپنے دو بھائی حارث اور مالک کے ساتھ تیسرے بھائی کو تلاش کرتے ہوئے مکہ پہنچے اور یہیں مستقل اقامت اختیار کر لی اور ابوحذیفہ بن مغیرہ کے حلیف بن گئے۔ اس نے یاسر کی شادی سمیّہ نامی خاتون سے کر دی۔ ان سے یاسر کے دو بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام عبداللہ اور عمار تھے۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اعلان ہو گیا۔ اس پورے خاندان نے جو رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کو صادق اور امین کے نام سے جانتے تھے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپؓ ساتواں نمبر تھا۔

ان ہی دنوں میں ابوحذیفہ مخزومی کا انتقال ہو گیا تو یہ پورا خاندان ان کے ورثاء کو غلاموں کے طور پر ملا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ اسلام کے دشمن بن گئے تھے اور جو بھی مسلمان ہوتا اس کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔ ان لوگوں کو جب اس خاندان کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور ان کو مارنا پیٹنا اور ہر قسم کی تکلیف پہنچانا شروع کر دیا۔ وہ ان کو مجبور کرتے کہ اسلام سے پھر

جاؤ نہیں تو سخت آزمائش کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت یاسرؓ اوران کی بیوی سمیہؓ کے دل میں ایمان گھر کر چکا تھا اس لئے تمام ظلم اور اذیتوں کے بعد بھی اسلام سے مرتد ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کو انگاروں سے داغنا، پانی میں غوطے دینا، تپتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹانا، لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں گھسیٹنا روز کا معمول بن گیا تھا۔

حضرت سمیّہ بنت خباطؓ نہایت بلند پایہ صحابیات میں سے تھیں۔ آپ نے اپنی کمزوری اور بڑھاپے کے باوجود بے انتہا ظلم سہے اور اسی ظلم کے دوران اپنی جان دے دی۔ آپ کو اسلام کی پہلی شہید خاتون ہونے کا عظیم الشان شرف حاصل ہوا۔ آپؓ ابتداء میں ایمان لے آئیں تھیں اور آپؓ ان لوگوں میں شامل تھیں جنہیں سب سے پہلے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بنومخزوم کے محلے سے گزر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ کفار قریش نے ایک ضعیف عورت کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹایا ہوا ہے اور پاس کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہے ہیں اور اس خاتون کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں "محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھو"

رسول اللہ ﷺ اس مظلوم کی بے بسی دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور آپؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا! "صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے"

وہ ظلم سہنے والی اور جنت کی بشارت پانے والی خاتون حضرت سمیّہ بنت خباطؓ تھیں۔

ایک دن حضرت سمیّہ دن بھر کی سختیاں جھیلنے کے بعد شام کو گھر آئیں تو ابو جہل نے انہیں گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہو گیا کہ اس نے اپنا برچھا نکالا اور کھینچ کر حضرت سمیّہ کے مارا۔ ان کے برچھا لگا تو وہ زمین پر گر گئیں اور اسی وقت ان کی جان آفرین کے سپرد ہو گئی۔ ان کے ساتھ ان کے بیٹے عبداللہ ؓ کو بھی مار مار کر شہید کر دیا۔ حضرت یاسر ؓ کو وہ پہلے ہی شہید کر چکے تھے۔ اب ان کے بیٹے عمار ؓ اکیلے رہ گئے تھے۔

حضرت عمار ؓ اپنی والدہ کی مظلومانہ شہادت کبھی نہیں بھولتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی ابو جہل کی سفا کی اور بربریت اور حضرت سمیّہ ؓ کی اذیت ناک شہادت یاد رہی۔

غزوۂ بدر میں جب ابو جہل جہنم واصل ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر ؓ کو بلا کر فرمایا!

﴿ قَدْ قَتَلَ اللّٰهُ قَاتِلَ اُمِّکَ ﴾

اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا

حضرت ہند بنت عوف بن زہیرؓ

(ام المومنین حضرت میمونہؓ کی والدہ)

حضرت ہند بنت عوف بن زہیرؓ وہ صحابیہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی دو ازواج (امہات المومنین) کی والدہ ہیں۔ ان کی تین بیٹیاں نبی کریم ﷺ اور حضرت علیؓ کی چچیاں تھیں۔ آپ تین خلفاء راشدین کی ساس تھیں۔

آپ کا نسب: ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن حمیر

آپ نے تین افراد سے یکہ بعد دیگرے شادیاں کیں اور ان کے بچوں کی ماں بنیں۔ شوہروں کے نام خزیمہ، حارث اور عمیس تھے۔

آپؓ کی بیٹیاں اور داماد:

۱۔ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ ہلالیہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ تھیں۔

۲۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کی زوجہ تھیں ان کی شہادت کے بعد آپؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شادی کی اور ان کی وفات کے بعد حضرت علی مرتضیٰؓ نے آپ سے شادی کر لی تھی۔

۳۔ حضرت سلمہ بنت عمیسؓ حضرت امیر حمزہ شہید کی زوجہ تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد آپ نے حضرت شداد بن اسامہؓ سے شادی کی۔

ان کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنیں۔

۴۔ حضرت اروٰی بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت امیر حمزہ شہید رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔

۵۔ ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔

۶۔ ام الفضل حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔

۷۔ ام خالد لبابہ صغرٰی بنت حارث مشرک دشمن ولید بن مغیرہ کی زوجہ تھیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

آپ کی بیٹیاں جلیل القدر صحابیات تھیں جو عرب کے معزز ترین اشخاص کی بیویاں بنیں۔ اسی لئے آپ کو عرب میں عظیم ترین دامادوں کی ساس کہا جاتا ہے۔

آپ کے دامادوں کی فہرست:

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دوبار داماد بنے۔

۲۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت عبیداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ (غزوہ بدر میں شہید ہوئے)

۷۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ (غزوہ احد میں شہید ہوئے)

۸۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

۹۔ حضرت عمر فاروقؓ

۱۰۔ حضرت مسعود بن عمرو

۱۱۔ حضرت ابورہم بن عبدالعزیٰ

۱۲۔ ولید بن مغیرہ

۱۳۔ شداد بن اسامہ

آپ کے نواسے اور نواسیاں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

۲۔ حضرت فضل بن عباسؓ

۳۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ

۴۔ حضرت محمد بن ابوبکرؓ

۵۔ حضرت یحییٰ بن علی مرتضیٰؓ

۶۔ حضرت خالد بن ولیدؓ

حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(رئیس خزرج حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی والدہ)

آپ نے اسلام قبول کیا اور صحابیت کے درجہ پر فائز ہوئیں۔ آپ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی والدہ تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں، انہوں نے ایک منت مانگی تھی اسے پورا نہ کرسکیں اب کیا کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم ان کی طرف سے پورا کردو۔

ایک روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کی والدہ کا آخری وقت آ گیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کوئی وصیت کرنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وصیت مال کے بارے میں کی جاتی ہے اور یہ مال میرا نہیں میرے بیٹے کا ہے۔ آپ حضرت سعد ؓ کی واپسی سے پہلے ہی انتقال کر گئیں۔ جب حضرت سعد بن عبادہ ؓ غزوہ سے واپس آئے وہ وہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں اگر اپنی والدہ کی طرف سے کچھ خیرات کروں تو کیا اس کا ان کو کوئی فائدہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ اس پر حضرت سعد ؓ نے ایک زمین کا قطعہ اپنی والدہ کی طرف سے ایک مسکین کو صدقہ کے طور پر دے دیا۔

روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی وفات کا وقت آیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کو حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی وفات کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی حالانکہ ان کی وفات کو ایک مہینہ گزر چکا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی کیا صورت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا! پانی پلاؤ۔ سقایہ آل سعد جو مدینہ میں ہے اسی صدقہ کا نتیجہ ہے۔

(سیر انصار ج۲۔ مسند احمد ج۵ ص۲۸۵)

حضرت عمرہ ؓ نے ۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ریطہ بنت منبہ بن حجاج ؓ

(حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ کی والدہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ ؓ کے والد مشہور مجاہد صحابی حضرت عمرو بن عاص ؓ تھے۔

اسلام لانے سے پہلے ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاص ؓ اپنی بیوی حضرت ریطہ بنے منبہ ؓ کے پاس آئے اور کہا رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے متعلق باتیں کرنے لگے۔ آپ ؓ کی بیوی ریطہ نے کہا! محمد (رسول اللہ ﷺ) کا کیا معاملہ ہے؟ عمرو بن عاص کہنے لگے کہ مجھے تو تعجب ہے کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ نہ وہ شاعر ہیں اور نہ کاہن ہیں اس کے باوجود ان پر ایمان لانے والے ان کی ہر بات مانتے ہیں اور اس دین کو چھوڑنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ ریطہ بنت منبہ نے کہا کہ یہ کلام آتا کہاں سے ہے؟ محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کا خیال ہے کہ آسمانوں نے ایک فرشتہ جبرائیل یہ کلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاتا ہے۔

حضرت ریطہ بنت منبہ ؓ کے دل میں اسلام کی عظمت گھر کر گئی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اس دوران حضرت عمر بن عاص ؓ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت ریطہ بنت منبہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شرابی اور زانی بہت بڑا گناہ گار ہے اس پر اسے ضرور سزا ملے گی اور فرمایا کہ چوروں

میں سب سے بڑا چور نماز کا چور ہے۔ (ایک وہ جو نماز نہیں پڑھتا اور دوسرا وہ جو نماز میں ارکان جلدی میں پوری طرح ادا نہیں کرتا)

مدینہ منورہ میں اس وقت چار فقیہہ سب سے بڑے مانے جاتے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ

حضرت حمنہ بنت سفیانؓ

(حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ)

حضرت حمنہ بنت سفیانؓ کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے، آپؓ نے فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت سعدؓ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی طرف سے ماموں لگتے تھے۔ حضرت سعدؓ اور حضرت آمنہ بنت وہبؓ بنو زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہر طرف اندھیرا ہے جس میں کچھ نظر نہیں آ رہا۔ اچانک ایک چاند نظر آیا، حضرت سعد اس چاند کی طرف چلنے لگتے ہیں تو ان سے پہلے دیکھا کہ حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ موجود ہیں۔ حضرت سعد صبح اٹھ کر پریشانی میں مبتلا ہو گئے کہ وہ کون سی چیز ہے جس میں زیدؓ، علیؓ اور ابو بکرؓ مجھ سے سبقت لے گئے۔ اتنے میں ان کی ملاقات حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ہو گئی۔ انہوں نے آپ کو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں بتایا اور ان کے اوصاف بتائے تو آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ نے اپنا خواب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سنایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے سورج غروب ہونے کے بعد غسل کیا اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ سے اللہ کی عبادت شروع کی تو ان کی والدہ نے دیکھ کہ کہا کہ الہ (بت) کہاں ہے جس کو تم سجدہ کر رہے ہو۔

اس پر حضرت سعد ؓ نے عبادت سے فارغ ہو کر اپنی والدہ سے کہا کہ میں تمام جہانوں کے مالک رب العالمین (پروردگار) کے لئے نماز پڑھ رہا تھا۔ والدہ نے پوچھا کون رب العالمین؟ حضرت سعد ؓ نے کہا! جو رحمان و رحیم ہے، ہر چیز کا خالق ہے، جس نے زمین و آسمان کو بنایا ہے۔ اس پر ان کی والدہ نے غصہ میں کہا کہ تم لات و مناۃ کے علاوہ کسی کی عبادت کر رہے ہو۔ حضرت سعد ؓ نے فرمایا! یہ بت تو پتھر ہیں جو کسی کو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔

حضرت سعد ؓ کی والدہ نے کہا کہ اگر تم نے لات، مناۃ اور عزیٰ کی عبادت نہیں کی تو میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی اسی طرح مر جاؤں گی۔ اس پر حضرت سعد ؓ اپنے والدہ کو سمجھاتے رہے۔ لیکن وہ کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئیں تو حضرت سعد ؓ نے فرمایا! " اللہ کی قسم "! اے ماں! اگر تمہاری جیسی میری سو مائیں بھی ہوں اور میرے سامنے ایک ایک کر کے سب کی جان نکلتی جائے تب بھی میں اس دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے بعد کہا کہ اب تمہاری مرضی کچھ کھاؤ یا نہ کھاؤ۔

ان کی میں اپنے بیٹے کی استقامت اور ایمان پر پختگی دیکھ کر حیران ہو گئیں اور انہوں نے اپنی ضد چھوڑ کر کھانا پینا شروع کر دیا۔ ان کے دل میں اسلام کی عظمت گھر کر گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ

وَفِصَالُهُ فِیْ عَامَیْنِ أَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ إِلَیَّ الْمَصِیْرُ (14) وَإِن جَاهَدَاکَ عَلی أَن تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِیْ الدُّنْیَا مَعْرُوفاً وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَیَّ ثُمَّ إِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَأُنَبِّئُکُم بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُونَ (15)

(سورۃ لقمان ۔ ۱۵)

ہم نے انسان کو جسے تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے، اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی جاتی ہے کہ میرا بھی شکر ادا کرتا رہے اور اپنے ماں باپ کا بھی، تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ تمہیں مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کور جس کا تمہیں کچھ علم نہیں تو ان کا کہنا نہیں ماننا۔ ہاں دنیا کے کاموں میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور اس شخص کے راستے پر چلنا جو میری طرف رجوع کرتا ہو پھر میری ہی طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے، تو جو کام تم کیا کرتے رہے میں تم کا آگاہ کروں گا۔

حضرت ام عبد بنت عبد ود ؓ

(حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی والدہ ؓ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ جلیل القدر صحابہ، قاری، قرآن، مفسر قرآن، تھے۔ آپ کی دعوت پر آپ ؓ کی والدہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ آپ کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ عبداللہ بن مسعود ؓ کے والد مسعود بن غافل کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ اپنے والدہ اور بھائی عتبہ بن مسعود کے ساتھ رہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ قریش کے سردار عقبہ بن ابی مغیط کی بکریاں چراتے تھے۔

پہلی دفعہ جب رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جس پر کفار نے آپ دونوں کو مارنا شروع کر دیا تھا اور آپ دونوں بہت زخمی ہو گئے تھے۔ یہ منظر حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ دیکھ رہے تھے۔ آپ ان دونوں کی استقامت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ سچے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ گھر آئے اور اپنی والدہ کو یہ خوشخبری سنائی۔ آپ ؓ کی والدہ نے کہا کہ عقبہ بن ابی مقیط کی بکریاں اس کو واپس کر دو وہ اللہ کا دشمن ہے۔ والدہ نے پوچھا کہ وہ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ؓ نے فرمایا! وہ

دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف بلاتے ہیں۔ ام عبداللہ ؓ نے پوچھا کہ کیا موت کے بعد کوئی دوبارہ اٹھنے کا تصور ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا! مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ کے ہاں جنت اور جہنم ہے جس میں اچھے اور برے اعمال کرنے والے کو جزا و سزا ملے گی۔ ابن مسعود ؓ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ اچھے اخلاق کی طرف بلاتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔

ام عبداللہ ؓ نے پوچھا کہ ہبل، مناۃ، لات اور عزیٰ کا کیا ہے؟ ابن مسعود ؓ نے فرمایا! ہاں یہ سب پتھر ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ ام عبداللہ ؓ نے بیٹے کی باتیں سن کر فوراً اسلام قبول کرلیا۔

حضرت (خنساء) تماضر بنت عمرو رضی اللہ عنہا

(چار شہید بیٹوں کی والدہ)

آپ قبیلہ بنو کلب کے سردار اصغ بن عمرو کلبی کی بیٹی تھیں۔ اسلام سے پہلے آپ کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا۔ شعبان ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دومۃ الجندل کی مہم پر ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کی ایک سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی امامت میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے دیکھا کہ لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے ہیں اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ایک رکعت مکمل کر چکے تھے پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور نماز میں شامل ہو گئے۔ جب حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر گھبرا گئے اور کثرت سے تسبیحات کہنا شروع کر دیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو لوگوں سے فرمایا! تم نے ٹھیک کیا، تم نے اچھا کیا۔ پھر فرمایا! کسی نبی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ اس نے اپنی امت کے صالح مرد کے پیچھے نماز ادا نہ کر لی ہو۔

(صحیح مسلم، طبقات ابن سعد)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دومۃ الجندل کی مہم پر بھیجنے سے پہلے اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پہ عمامہ باندھا اور لڑائی میں سب سے اچھی صورت اختیار کرنے کو کہا اور بنوکلب کی طرف روانہ کیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کرلینا۔ وہاں پہنچ کر آپؓ نے تین روز تک اسلام کی دعوت دی جس میں اللہ کے کرم اور مہربانی سے تمام قوم نے اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہاں کے سردار اصبغ بن عمرو کلبی کی بیٹی حضرت تماضر بنت اصبغ سے شادی کرلی۔ ان کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے۔ تماضرؓ آخر وقت تک حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نکاح میں رہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ترکہ میں سے آپ کو حصہ دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن کے صاحبزادے حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہی ماں تھیں۔

بعض روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنے آخری وقت کی بیماری میں آپؓ کو طلاق دے دی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی وفات کے بعد آپؓ نے حضرت زبیرؓ سے شادی کرلی تھی۔ لیکن ان سے بھی تھوڑے دن بعد علیحدگی ہوگئی تھی۔

آپ کا نام تماضر بنت عمرو اور آپ کا لقب خنساء ہے جس کے معنی ہیں ہرنی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کو خنساء کہہ کر آواز دی۔ جب سے آپ کا نام خنساء پڑ گیا۔ آپ ؓ عرب کی شاعرہ ارثی العرب کے نام سے مشہور تھیں۔ آپ کا تعلق نجد کے قبیلہ بنوسلیم سے تھا جو بنو قیس بن عیلان کی ایک شاخ ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: تماضر بن عمرو بن حارث بن الشرید بن رباح بن تفیظہ بن عصیتہ بن خفاف بن امراءالقیس بن بہثہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ آپ ؓ کے قبیلہ کی تعریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بلا شبہ ہر قوم کی ایک پناہ گاہ ہوتی ہے اور عرب کی پناہ گاہ قبیلہ قیس بن عیلان ہے۔

آپ کا شمار عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ شجاعت و ہمت اور سخاوت و ہمدردی میں مشہور تھیں۔ آپ بہت چست و مضبوط جسم کی مالک تھیں، بہت عقلمند اور خوبرو تھیں۔

آپ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے تقریباً تین سال بعد پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد عمرو بنوسلیم کے سردار تھے اور بہت اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ حضرت خنساء ؓ کے دو بھائی معاویہ اور صخر تھے۔ ان دونوں کو قتل کر دیا گیا جس پر حضرت خنساء ؓ بہت روئیں اور ان کے لئے اشعار کہے۔ حضرت خنساء میں حربی صلاحیت کے ساتھ ساتھ شعر و ادب سے بھی بہت دلچسپی تھی۔ آپ بچپن سے ہی اشعار کہا

کرتی تھیں۔ بڑے ہوکر مشہور شاعرہ بنیں۔ آپ کے مرثیہ بہت مشہور ہوئے۔
اب کی شادی اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیٰ سے ہوئی۔ ان سے آپ کے ایک بیٹے ابوشجرہ عبداللہ پیدا ہوئے۔ رواحہ بن عبدالعزیٰ کا جلد انتقال ہوگیا۔ عبدالعزیٰ ایک بہادر اور ہمت والے شخص تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک چشمہ سے متصل دلدلی زمین کو قابل کاشت بنانے کی کوشش کی۔ وہاں کی آب و ہوا مرطوب تھی۔ ان کی صحت پر برا اثر پڑا اور وہ بخار میں مبتلا ہوکر انتقال کر گئے۔
پھر آپ کا نکاح اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص مرداس بن ابی عامر سے ہوا۔ ان سے آپ کے تین بیٹے پیدا ہوئے، جن کے نام عمر، زید اور معاویہ تھے۔ پھر ایک بیٹی عمرہ پیدا ہوئی۔ آپؓ کے شوہر مرداس بخار میں مبتلا ہوئے اور اسی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد آپؓ نے ساری زندگی بیوگی میں کاٹ دی۔ آپ کے بھائی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد آپؓ کے دونوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے ان کی یاد میں بہت پر اثر مرثیے لکھے جو بہت مشہور ہوئے۔
آپ کو جب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ایمان قبول کرلیا۔ علامہ ابن اثیرؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ اس موقعہ پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا کلام بھی سنایا۔ رسول اللہ

ﷺ بڑی دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنتے رہے۔ وہ سناتی جاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ فرماتے! شاباش اے خنساء ؓ :

قبول اسلام کے بعد آپ اپنے قبیلہ میں واپس آئیں اور لوگوں کو پیغامِ رسالت قبول کرنے کی ترغیب دینی شروع کر دی۔ آپ کی زبان میں تاثیر پہلے سے ہی موجود تھی اور پھر حق نے لوگوں کے دلوں میں خوب اثر کیا۔ ایک بڑی تعداد نے آپ کے کہنے سے اسلام قبول کیا۔ آپ وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ تشریف لاتی رہتی تھیں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے فیضیاب ہوتی رہتی تھیں۔

جنگ قادسیہ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت کی سب سے خونریز جنگ تھی۔ یہ جنگ ایران کے خلاف فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس جنگ میں ایران کی طرف سے دو لاکھ فوج تین سو ہاتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں اتری تھی۔ جن کے مقابلہ میں مسلمان فوج تیس سے چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ اور ساز و سامان میں بھی ایرانی فوج سے کہیں کمتر تھی۔ لیکن اس کی خوبی یہ تھی کہ اس میں حصہ لینے والے مجاہدین کے حوصلے بہت بلند تھے اور وہ جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔

اس جنگ میں حضرت خنساء ؓ اپنے چار بیٹوں کے ساتھ موجود تھیں۔ جنگ شروع ہونے والی رات کو حضرت خنساء ؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت

کی۔ اس ذات لایزال کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ کی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا ہے اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے ہیں تو تم جنگ کی اس آگ میں گھس جانا اور راہ حق میں دیوانہ وار تلوار چلانا۔ اگر ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہو جائے تو یہ اس سے بھی بہتر ہے کہ تم آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔

ان کے چاروں بیٹوں نے جواب دیا!

اماں جان! ان شاء اللہ ! ہم آپ کی توقعات پر پورا اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔

صبح جب جنگ کا معرکہ شروع ہوا تو چاروں بھائیوں نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامیں اور جنگ کے میدان میں کود پڑے۔ اس بوڑھی خاتون کے چہرے پر ایک خاص قسم کا عزم و جلال تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کو میدان جنگ میں بھیج کر

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوئی۔ یا الٰہی! میری عزیز ترین دولت یہی ہے جو میں نے تیرے حضور پیش کر دی ہے۔

اپنی ماں کی پُر اثر باتیں سن کر چاروں بھائی شہادت کے شوق کے جذبہ سے لبریز میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ وہ کسی طرح بھی پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ آخر ایک ایک کر کے شہادت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچنے شروع ہو گئے۔ بالآخر چاروں بھائیوں نے حق کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ کے چاروں بیٹوں کے نام، عبداللہ ؓ، ابوشجرہ ؓ، زید ؓ اور معاویہ ؓ تھے۔

جب حضرت خنساء ؓ نے اپنے بیٹوں کی شہادت کی خبر سنی تو رونے اور گریہ کرنے کے بجائے پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہو گئیں اور ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے!

اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت سے مشرف کیا۔
باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ
اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ
رَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۲۰۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں
ثابت قدمی دکھاؤ، حق کی خدمت کرنے کے لئے تیار رہو،
اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

تسلیم ورضا، صبر وتحمل کا ایسا مظاہرہ دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا جو حضرت خنساء بنت عمرو ؓ نے کر کے دکھایا۔ آپ ؓ اپنے وقت کی مشہور شاعرہ تھیں۔ آپ ؓ کا دیوان بہت ضخیم ہے، یہ دیوان ۱۸۸۸ء میں بیروت سے مع شرح چھپا تھا۔

حضرت خنساء اپنی زندگی کے آخری لمحے تک دین کے لئے جدو جہد کرتی رہیں۔ آپ ؓ کی وفات ۲۴ھ بمطابق ۶۴۸ء میں ہوئی۔ دوسری روایت میں اموی خلیفہ امیر معاویہ ؓ کے دور میں ہوئی۔

حضرت ام الفضل لبابہ الکبریٰ ؓ

(حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی والدہ)

آپ کا نام لبابہ اور کنیت ام الفضل ہے اور کبریٰ آپ ؓ کا لقب ہے۔ آپ کا تعلق بنو ہلال سے تھا۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن حرام بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ آپ کی والدہ کا نام ہند (یا خولہ) بنت عوف تھا جو بنو کنانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

حضرت ام الفضل ؓ کی شادی رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ سے ہوئی۔ حضرت ام الفضل ؓ کی حقیقی بہن ام المومنین حضرت میمونہ ؓ تھیں۔ ان کی ماں کی طرف سے سگی بہن حضرت اسماء بنت عمیس ؓ تھیں جن کی شادی حضرت جعفر طیار ؓ سے ہوئی تھی۔ ان کی چوتھی بہن حضرت سلمٰی ؓ حضرت امیر حمزہ ؓ کی بیوی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے بعد خواتین میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حضرت ام الفضل ؓ کو حاصل ہوا۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ حضرت ام الفضل ؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عباس ؓ کے اسلام کا اعلان کرنے کے بعد ناتواں اور کمزور لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ ؓ نے بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح شروع میں بہت تکالیف برداشت کیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ ؓ کی بہت عزت وقدر کرتے تھے۔

جب ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ کا انتقال ہوا تو ام الفضل ؓ اور ام ایمن ؓ نے مل کر ان کو غسل دیا۔ رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر آپ ؓ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہاں آرام بھی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ام الفضل ؓ نہایت پرہیز گار اور عبادت گار خاتون تھیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ سے بے حد محبت اور عقیدت کرتی تھیں۔ آپ ؓ باقاعدگی سے نفلی روزے رکھتی تھیں۔ علامہ ابن عبدالبر ؒ نے استیعاب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ام الفضل ؓ، میمونہ ؓ، سلمیٰ ؓ اور اسماء ؓ چار مومنہ بہنیں ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ام الفضل ؓ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم کا کوئی حصہ ان کے گھر پر ہے۔ آپ ؓ نے جب یہ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ میری لختِ جگر فاطمہ الزہراء ؓ کو فرزند عطا فرمائے گا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حسین ؓ پیدا ہوئے اور انہوں نے ان کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی اور ان کی رضائی ماں اور کفیل بن گئیں۔

غزوۂ بدر میں قریش مکہ کو جب ذلت آمیز شکست کی خبر پہنچی تو گھر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ ابولہب کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ ہر وقت غم سے نڈھال رہتا۔ اسی دوران وہ غم سے نڈھال اپنا لنگڑا پاؤں گھسیٹتا ہوا اپنے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب کے گھر پہنچا۔ حضرت عباس مشرکین کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنے گئے اور اور شکست کھانے کے بعد گرفتار ہو کر مسلمانوں کے

قیدی بن گئے تھے۔ حضرت عباس کے گھر میں ان کا غلام ابو رافع بیٹھا ہوا تیر بنانے میں مصروف تھا۔ ابو رافعؓ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ابولہب جو جنگ بدر میں نہیں گیا تھا، اس کو شکست کی خبر ملی تو اس پر ذلت کی سیاسی چھا گئی۔ اتنے میں اسے خبر ملی کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آ گیا ہے تو ابولہب نے اسے اپنے پاس بلایا اور جنگِ بدر کا حال پوچھا! بھتیجے صحیح صحیح بتاؤ کیا ہوا۔

اس نے کہا کہ بس ان لوگوں سے ہماری جنگ ہوئی اور ہم نے اپنے کندھے ان کے حوالے کر دئے وہ جس طرح سے چاہتے تھے قتل کرتے تھے جیسے چاہتے تھے قید کرتے تھے اور خدا کی قسم! اس کے بارے میں ان لوگوں کو ملامت نہیں کرسکتا ۔ درحقیقت ہماری مڈبھیڑ کچھ ایسے گورے چٹے لوگوں سے ہوئی جو آسمان اور زمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور خدا کی قسم! نہ وہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے اور نہ کوئی چیز ان کے مقابلہ میں ٹک سکتی تھی۔ معلوم نہیں وہ کون تھے۔ ابو رافعؓ نے سن کر کہا! وہ فرشتے تھے۔

یہ سن کر ابولہب بھڑک اٹھا اور ابو رافع کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا۔ ابو رافع بھی سنبھل کر ابولہب سے گتھم گتھا ہو گیا۔ لیکن ابولہب نے اسے زمین پر گرا کر پیٹنا شروع کر دیا۔ قریب ہی حضرت ام الفضلؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ اس منظر کی تاب نہ لاسکیں اور انہوں نے ایک موٹی سی لکڑی اٹھائی اور زور سے ابولہب کو ماری کہ اس کے سر سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ پھر زور سے بولیں:

او بے حیا! اس کا آقا یہاں موجود نہیں ہے اور تو اس کو کمزور سمجھ کر مارتا ہے۔

ابولہب کو حضرت ام الفضل کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی اور خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔ یہ واقعہ آب زمزم کے احاطے کے اندر پیش آیا۔

حضرت ام الفضلؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ حجۃ الوداع میں جب لوگوں کو عرفہ کے دن یہ شک ہوا کہ رسول اللہ ﷺ روزے سے ہیں تو انہوں نے حضرت ام الفضلؓ سے ذکر کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ کا پیالہ بھیجا جو رسول اللہ ﷺ نے پی لیا، جس سے صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ یوم العرفہ کے دن روزے سے نہیں ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ام الفضلؓ کی وفات حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عثمان غنیؓ نے پڑھائی۔ اس وقت آپ کے شوہر حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ حیات تھے۔

آپ کی سات اولادیں ہوئیں جن میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام فضلؓ (ان کے نام سے آپ کی کنیت اختیار کی)، عبداللہؓ، عبیداللہؓ، معبدؓ، قثمؓ اور عبدالرحمٰنؓ اور بیٹی ام حبیبہ اربابؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے وقت کے حدیث وفقہ کے امام تھے۔

حضرت ام الفضلؓ سے تیس احادیث مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن حارثؓ، عمیر، کریب، قابوس اور آپ کے بیٹے شامل ہیں۔ احادیث کی چھ بڑی کتابوں میں آپ کی احادیث موجود ہیں۔

آپ ؓ ہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے آخری نماز مغرب کی پڑھائی تھی اور اس میں سورۃ المرسلات تلاوت کی تھی۔ آپ عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں، پیر اور جمعرات کا روزہ آپ کا معمول تھا۔ آپ رسول اللہ ﷺ سے بے حد محبت کرتی تھیں اور ان کے آرام کا بہت خیال کرتی تھیں۔

آپ کے بیٹے ایک ہی شہر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی قبریں بہت دور دور ہوئیں۔ حضرت فضل بن عباس ؓ شام کے علاقے اجنادین میں شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ عبداللہ بن عباس ؓ طائف میں دفن ہوئے۔ عبیداللہ بن عباس ؓ یمن میں اور معبد بن عباس ؓ اور عبدالرحمان بن عباس ؓ افریقہ میں اور حضرت قثم بن عباس ؓ سمرقند میں مدفون ہوئے۔

(طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ

(رسولِ کریم ﷺ کی رضائی والدہ)

آپ کا نام حلیمہ اور لقب سعدیہ تھا۔ آپ ؓ کی کنیت ام کبشہ تھی۔ آپ کے والد کا نام ابوذ ؤیب عبداللہ بن حارث تھا۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنوسعد بن بکر سے تھا جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا۔ یہ قبیلہ فصاحت و بلاغت اور اپنے علاقے کے پانی کی شیرینی کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ میری پرورش قبیلہ بنوسعد میں ہوئی۔

آپ کا نسب: حلیمہ بنت ابی ذؤیب بن عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

عرب کے بڑے گھرانوں میں یہ دستور تھا کہ وہ بچوں کو ماں کے پاس نہیں رکھتے تھے بلکہ اکثر پرورش کے لئے گاؤں دیہات کی عورتوں کو دے دیتے تھے۔ قرب وجوار کے قبائلی دیہات میں بھیج دیتے تھے تاکہ بچے دیہات کی کھلی آب وہوا میں پرورش پائیں۔ وہ چند سال بعد ان کو واپس والدین کے پاس پہنچا دیتے تھے۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد گاؤں کی عورتیں شہر آتیں اور جو بچے اس دوران پیدا ہوتے تھے ان کی پرورش کے لئے دیہات میں اپنے گھر لے جاتی تھیں اس کے عوض ان کو اچھا خاصہ معاوضہ ملتا تھا جس سے وہ اپنا گزر بسر کرتیں تھیں۔ سرورکونین ﷺ نے بھی اس دنیا میں آنے کے بعد سات دن اپنی والدہ کا دودھ پیا ان کے بعد حضرت ثوبیہ ؓ نے دودھ پلایا۔ اسی دوران قبیلہ بنوسعد کی

چند عورتیں بچوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئیں۔

قبیلہ بنی سعد بن بکر کی خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت ابی ذویب کو آپ ﷺ کی رضاعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ؓ کے شوہر کا نام حضرت حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالعزیٰ اور کنیت ابو کبشہ تھی۔ انہیں حارث سعدی کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رضاعی بہن بھائی عبداللہ، انیسہ، حذامہ یا جذامہ تھے۔ حذامہ جن کا لقب شیما ؓ تھا اور آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گود میں کھلاتی تھیں۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ ﷺ کے چچیرے بھائی حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رضاعی بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پورا گھرانہ مسلمان ہو گیا تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں اور میرا شوہر رضاعت کے لئے بچے حاصل کرنے والی عورتوں کی جماعت کے ساتھ گھر سے نکلے میری سواری انتہائی کمزور اور لاغر تھی، سب سواریوں سے پیچھے چل رہی تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ اس لئے کوئی کھانے پینے کے قابل شے نظر نہ آئی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی تھی جو ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ میرا بچہ بھی بھوک سے ساری رات چیختا اور روتا رہتا تھا۔ اس کے رونے کی وجہ سے ہم بھی سو نہیں سکتے تھے۔ نہ میرے پستانوں میں اتنا دودھ تھا کہ اس کو پورا ہوا اور نہ میری اونٹنی اتنا دودھ دیتی تھی۔ مگر ہم اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں تھے اور امید لگائے

ہوئے تھے کہ اللہ کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا اور ہماری تنگ دستی خوش حالی میں تبدیل ہو جائے گی۔ ہم سب سے آخیر میں مکہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ جتنے بچے قابل رضاعت تھے وہ دوسری عورتوں نے لے لئے ہیں صرف ایک بچہ باقی رہ گیا ہے۔ جو یتیم ہے اس لئے جب دوسری عورتوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے خیال کیا کے اس کا انعام اور خرچہ کم ملے گا اس لئے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ خالی ہاتھ واپس جانا ٹھیک نہیں تو میں نے اپنے خاوند سے کہا میں اس یتیم بچہ لے کر واپس جاؤں گی۔ میں ان کے گھر گئی، بچہ کی ماں کی اجازت سے انہیں اٹھایا اور چھاتی سے لگایا اور اپنے خاوند کے پاس لے آئی اور کہا کہ ان کے صدقے اللہ ہمیں خیر و برکت عطا فرمائے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں! میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلانے کے لئے سینہ کے ساتھ لگایا تو پستان دودھ سے بھرپور معلوم ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خوب سیر ہو کر پیا اور پھر آپ (ﷺ) کے رضاعی بھائی نے بھی خوب پیا۔ جو پہلے اکیلے سیراب نہ ہوتے تھے۔ صبح اٹھ کر جب وانٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ حارث نے اس سے اتنا دودھ نکالا جتنا درکار تھا اور دونوں میاں بیوی نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ وہ رات ہمارے لئے خیر و برکت والی تھی جس میں ہم سب پیٹ بھر کر سیراب ہوئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے شوہر حضرت

حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بولے: اے حلیمہ! تونے بڑے مقدس اور مبارک بچے کو حاصل کیا ہے۔ ہمارے بچے بھی میٹھی نیند کے ساتھ سو رہے ہیں اور ہمارا پیٹ بھی بھرا ہوا ہے۔ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ بچے کو لے کر جب ہم واپسی کے لئے چلے تو ہماری اونٹنی سب سے تیز بھاگ رہی تھی ہم تمام قافلے والوں سے آگے نکل گئے۔ قافلے کے دوسرے لوگ آواز دے دے کر آہستہ چلنے کو کہہ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ یہ وہی سواری ہے جس پر تم یہاں آئے تھے۔ یہ تو بالکل بدل گئی۔ اس طرح ہم مسافت طے کرتے ہوئے بنی سعد بن بکر کی آبادی میں اپنے گھر کو پہنچے۔ رفتہ رفتہ ہماری خشک سالی اور قحط سالی سرسبز اور شادابی میں بدل گئی۔ زمین پر بھی خوب سبزہ لہرانے لگا۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں حلیمہ کی جان ہے! یہ صرف ہمارے لئے ہو رہا تھا۔ ہماری بکریاں پیٹ بھر کر شام کو واپس آتیں اور ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے، لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ اپنے جانور اس چراہ گاہ میں کیوں نہیں چراتے جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔

حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے گھر والے اس نصیبوں والے بچے پر دل و جان سے فدا تھے اور نہایت شفقت اور محبت سے ان کی پرورش کر رہے تھے۔

دو سال کی عمر میں حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے بچوں کے مقابلہ میں صحت مند اور دوگنا بڑے لگتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ

تعالیٰ عنہا)، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی والدہ کے پاس لے کر آئیں۔ وہ اپنے پیارے سے بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور انہیں خوب پیار کیا۔ حضرت آمنہ ؓ حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ سے فرمانے لگیں کہ اپنے بچے کو جدا کرنے کا دل تو نہیں چاہ رہا۔ لیکن مکہ میں وبا پھیلنے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پھر واپسی حضرت حلیمہ ؓ کے ساتھ بھیج دیا۔

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں چار سال رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ مال مویشی چرانے جاتے تھے۔ جو گھر کے قریب ہی ہوتے تھے ایک موقعہ پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس دو فرشتے حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ آئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زمین پر لٹا کر سینہ مبارک چاک کیا اور سیاہ رنگ کا لوتھڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر آپ ﷺ کے سینے کے اندرونی حصہ کو برف کے پانی سے دھویا جو ایک سنہری برتن میں تھا۔ دھونے کے بعد قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینے پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگادی۔ (سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ہزار آدمی کے ساتھ تولا گیا تو آپ ﷺ ان سب پر بھاری ہو گئے اس پر ایک نے دوسرے سے کہا چھوڑو ان کو اگر امّت کے سارے لوگ ترازو کے برابر ایک پلڑے میں رکھیں پھر بھی یہ ان سب پر بھاری ہو جائیں گے۔

مہرِ نبوت: بعض روایات میں ہے کہ مہرِ نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علماء بنی اسرائیل آپ ﷺ کو اسی علامت سے جانتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ شقِ صدر کے بعد لگائی گئی۔ پہلا قول زیادہ معتبر ہے، ہوسکتا ہے جن روایات میں شقِ صدر کے بعد مہر لگانا مذکور ہے وہ اس مہر کی تجدید ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

(سیرت المصطفی ﷺ بحوالہ زرقانی)

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ کھیلنے نکلے تو تھوڑی دیر بعد پچھلی طرف سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھے اور اپنے باپ سے کہا فوراً اٹھو! میرے قریشی بھائی کی خبر لو کیونکہ دو آمیوں نے آ کر ان کو لٹا دیا اور ان کا پیٹ چاک کر دیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں اور میرا خاوند دونوں اس طرف بھاگ کے گئے جب ہم پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لیٹے ہوئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رنگ زردی مائل تھا ہم نے باری باری ان کو سینے سے لگایا اور پوچھا اے بیٹے! کیا ہوا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دو شخص میرے پاس آئے جن کے کپڑے سفید تھے، انہوں نے مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کیا آگے معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کی ہم ڈر گئے ان کو اٹھا

کر واپس لے آئے ، میرے خاوند نے کہا کہ اے حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! اس بچے کو آسیب وغیرہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا چلو اس کو اس کی والدہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی اور ناگوار بات نہ ہو جائے۔ جب ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی والدہ کے پاس واپس لائے اور انہوں نے ہمیں کچھ پریشان دیکھا تو پوچھا کہ کیا بات ہے ہم نے کہا کہ اب ہم ان کو نہیں رکھ سکتے ان کی جو کفالت اور خدمت ہم کر سکتے تھے وہ پوری طرح کر دی ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ ہمارے پاس رہے تو ان کو کوئی عارضہ لاحق نہ ہو جائے، لہٰذا اب ان کا اپنی والدہ کے پاس رہنا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا! یہ بات نہیں ہے مجھے سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ تمہارے اور ان کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا ہے ان کے بے حد اسرار کرنے پر ہم نے اصل بات بتا دی۔ انہوں نے کہا کہ تم ان کے طرف سے خوفزدہ نہ ہو۔ میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ میں تمہیں ان کے متعلق بتاؤں جب میں حاملہ ہوئی تھی تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی ماں کا حمل وجنین اتنا خفیف ولطیف ہو گا اور اتنا عظیم برکتوں والا ہوگا۔ جب میں نے انہیں جنم دیا تو اس طرح زمین پر نہیں آئے جس طرح بچے گرتے ہیں بلکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ہاتھوں پر رکھے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ اچھا تو اب ان کو میرے پاس رہنے دو۔ (الوفا)

جب حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ آپ کو واپس مکہ لے آئیں تو آپ ﷺ اپنی

والدہ کے پاس رہے۔ حضرت آمنہ آپ ﷺ کو کبھی اپنے سے دور نہیں جانے دیتیں تھیں۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کیے ہوئے ہے۔ جب آپ ﷺ چلتے ہیں تو وہ بھی ساتھ ساتھ چلنے لگتا ہے اور جب آپ ﷺ رک جاتے ہیں تو وہ بھی رک جاتا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ آپ ﷺ کی رضاعت کے پچاس سال بعد اپنی بیٹی شیماء کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو خوش آمدید کہا اور ان کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی۔ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ اپنی چادر بچھا دیتے تھے اور صحابہ کرام ؓ سے بتاتے تھے کہ یہ میری رضائی ماں ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ اس کے بعد کافی عرصہ حیات رہیں۔ ابن سعد ؒ نے محمد بن منکدر ؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہیں دیکھ کہ رسول اللہ ﷺ "میری ماں! میری ماں! کہتے ہوئے اٹھے اور ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور ان کو اس پر بیٹھنے کو کہا۔

طبقات ابن سعدؒ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے شادی کے بعد ایک مرتبہ حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے علاقے میں قحط سالی کی شکایت کی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ عطا

فرمایا۔

علامہ سہیلیؒ نے روضۃ الانف میں ایک اور واقعہ لکھا ہے جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے ان کو کئی اونٹ ہدیہ میں دئے اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ انہیں دعائیں دیتی ہوئے رخصت ہوئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ گاہے بگاہے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی رہتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ نہایت احترام وعزت سے اور محبت و احسان سے پیش آتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰؓ کو صحابیت کا شرف حاصل تھا۔

غزوہ حنین کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے طائف میں بنوہوازن اور بنوثقیف کے قلعوں پر قبضہ کیا تو قبائل ہوازن کی طرف سے ایک وفد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا واسطہ دے کر معافی کی درخواست کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ظہر کے وقت نماز کے بعد جب سب لوگ اکٹھے ہوں گے تو اس وقت درخواست کرنا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہوازن کے وفد سے فرمایا! جس قدر قیدی میرے اور عبدالمطلب کے خاندان کے حصے میں ہیں انہیں آزاد سمجھو۔ اس پر تمام مہاجر وانصار بولے!

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے اس لئے بنوہوازن کے تمام قیدی آزاد کر دئے گئے۔ اس طرح

مختصر سے وقت میں تقریباً چھ ہزار قیدی آزاد ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ نیک دل اور باوقار خاتون تھیں۔ حرص وطمع سے پاک، قناعت پسند، ملنسار اور شفیق خاتون تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چار رضائی بہن بھائی تھے، عبداللہ بن حارثؓ، انیسہ بن حارث، حذافہ بنت حارث اور شیما بنت حارثؓ۔

آپ ؓ سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔ آپ ؓ نے مدینہ منورہ کی ہجرت نہیں کی لیکن کبھی کبھار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی رہتی تھیں۔

آپ ؓ کی وفات ۸ ھ/۶۲۹ ء میں ہوئی۔ آپ مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے اندر مدفون ہیں۔

حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(حضرت ابو ہریرہ ؓ کی والدہ)

آپ ؓ کا نام امیمہ ؓ اور کنیت ام ابو ہریرہ ؓ تھی۔ آپ کے باپ کا نام صبیح بن حارث تھا۔ آپ کی شہرت کے دو سبب تھے ایک تو یہ کہ آپ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ ؓ کی والدہ تھیں اور دوسرے یہ کہ آپ کے اسلام لانے کے لئے خود رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔

جب حضرت ابو ہریرہ ؓ مسلمان ہوئے تو اس وقت آپ کی والدہ مشرکہ تھیں اور اسلام سے سخت متنفر تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ اسلام کے سچے شیدائی تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ ان کی والدہ اس نعمت سے کسی طرح محروم نہ رہ جائیں لیکن اپنی ماں کے آگے ان کا بس نہیں چلتا تھا۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہ ؓ کی والدہ نے ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی شان میں کچھ نا مناسب الفاظ ادا کئے۔ حضرت ابو ہریرہ کو سخت صدمہ پہنچا اور وہ روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی! یارسول اللہ ﷺ! میری ماں کے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین حق قبول کرنے کی توفیق دے۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لئے دعا مانگی۔

﴿اللّٰھم اھد ام ابی ھریرہ﴾

اے اللہ! ابو ہریرہ ؓ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔

اس کا اتنی جلدی اثر ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی والدہ کی دل کی کیفیت

ایک دم بدل گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کروا کر گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کی والدہ غسل کر کے بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ کو دیکھ کر انہیں نے فرمایا! بیٹا! گواہ رہنا، میں اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقِ دل سے ایمان لاتی ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انتہائی خوش ہوئے اور فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر اپنی والدہ کے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے، اللہ کا شکر ادا کیا اور ان کی والدہ کے لئے دعائیں دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے اللہ! اپنے بندے کی (یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) اور ان کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! پھر کوئی بندہ مومن ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے مجھے سنا ہو یا دیکھا ہو اور اس نے مجھ سے محبت نہ کی ہو۔ اکثر ہوتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ سے دین کے بارے میں سیکھتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے پوچھا کہ بیٹا مجھے شفاعت کے بارے میں بتاؤ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سناتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں قیامت کے دن تمام آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور قیامت کے دن میری ہی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور اسے قبول بھی کیا جائے گا۔ یہ سن کے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا O

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے ان کا سوال رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے بتایا کہ اس سے مراد شفاعت کا وہ مقام ہے جہاں پر رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے اللہ کے حضور شفاعت کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ حد درجہ اپنی ماں کی خدمت کرتے تھے، وہ ضعیف العمر تھیں جس کی وجہ سے آپ ؓ ان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی بار حج کا ارادہ کیا لیکن اس خیال سے کہ ماں کا کون خیال رکھے گا حج پر نہ جا سکے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے والدہ کے انتقال کے بعد حج کی سعادت حاصل کی۔

مدینہ کے گورنر مروان بن حکم جب بھی مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو حضرت ابو ہریرہ ؓ کو اپنا جانشین بناتے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ اپنی والدہ کے نہایت فرنانبردار اور مطیع تھے۔ ان کی والدہ علیحدہ مکان میں رہتی تھی جو حضرت ابو ہریرہ ؓ کے مکان سے قریب ہی تھا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ جب گھر سے نکلتے تو سیدھے اپنی والدہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوتیاور زور سے فرماتے!

السلام علیک یا امّتاہ و رحمة اللّٰہ و برکاتہ

والدہ جواب دیتیں! **وعلیک یا بنیّ و رحمة اللّٰہ و برکاتہ**

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے! **رحمک اللّٰہ کما ربّیانی صغیرا**

والدہ جواب دیتیں! **رحمک اللّٰہ کما بررتنی کبیرا**

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا (نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا)

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حبیب رضی اللہ عنہ کی والدہ)

آپ کا نام نسیبہ اور کنیت ام عمارہ تھا۔ آپ نے اپنی کنیت سے شہرت پائی۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان بنونجار سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام رباب بنت عبداللہ تھا۔ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مہذول بن عمر بن غنم بن مازن بن نجار خارجیہ انصاریہ۔

رسول اللہ ﷺ کی پردادی یعنی حضرت ہاشم بن عبد مناف کی اہلیہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ بنونجار کا خاندان یثرب میں معزز اور اعلیٰ خاندان مانا جاتا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر میں انصار کے کسی گھرانے میں شامل ہوتا تو بنونجار میں شامل ہوتا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار، صبر و تحمل والی، جرأت و شجاعت کی پیکر، جذبہ جہاد سے سرشار مجاہدہ، خاوند کی وفادار اور خدمت گزار اور اولاد سے شفقت و محبت کرنے والی خاتون تھیں۔ قرآن و حدیث کے علوم کی عالمہ و فاضلہ تھیں۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا جو آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان سے آپ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حبیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے انہوں نے

تاریخ میں بہت شہرت پائی۔ زید بن عاصم کی وفات کے بعد ام عمارہ ؓ نے عربہ بن عمرو ؓ سے نکاح کیا۔ ان سے دو بچے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے۔

ام عمارہ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ جب حضرت مصعب بن عمیر ؓ ہجرت مدینہ سے پہلے بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے اس وقت آپ اپنے پورے خاندان کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ آپ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھیں اور مسلمانوں میں پہلی خاتون ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کے بعد یہ شرف ام منیع ؓ کو حاصل ہوا۔ آپ ؓ کے ایک بھائی عبداللہ بن کعب مازنی ؓ بدری صحابی تھے۔ آپ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کا شدت سے انتظار تھا۔

غزوہ احد وہ غزوہ ہے جس میں مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ آپ ؓ اس غزوہ میں شریک تھیں۔ آپ ؓ نے اس جنگ میں ایسی بہادری، شجاعت، جانبازی، ہمت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں آپ '' خاتونِ احد '' کے نام سے مشہور ہوگئیں۔

طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ ام عمارہ ؓ اور ان کے شوہر عربہ بن عمرو ؓ اور دونوں بیٹے عبداللہ ؓ اور حبیب ؓ بھی اس جنگ میں شریک تھے۔

جب تک اس جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، ام عمارہ ؓ دوسری خواتین کے ساتھ مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر مجاہدین کو پلاتی تھیں اور زخمیوں کی دیکھ

بھال کرتی تھیں۔ جب کچھ مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمان انتشار کا شکار ہو گئے۔ اس گھبراہٹ میں مسلمان مجاہدین کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے چند جانثاروں کے ساتھ اکیلے رہ گئے تھے۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھال لی اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئیں اور دشمن کو روکنے لگیں۔ جب کفار رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو ام عمارہ ؓ بھی بڑی بہادری سے ان چند جانثاروں کے ساتھ دشمن کو پیچھے دھکیلتیں۔ یہ بہت نازک وقت تھا، بڑے بڑے بہادروں کے قدم ڈگمگا گئے تھے لیکن یہ بہادر خاتون بڑی استقامت اور شجاعت سے جنگ کے میدان میں ڈٹی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ایک مشرک نے آپ کے سر پر پہنچ کر اپنے تلوار سے آپ ؓ پر وار کیا۔ آپ ؓ نے بڑی پھرتی سے اس کے وار کو اپنی ڈھال سے روکا اور پلٹ کر دشمن کے گھوڑے کے پاؤں پر ایسا وار کیا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر گر پڑے۔

رسول اللہ ﷺ یہ سارا ماجرہ دیکھ رہے تھے۔ عبداللہ ؓ کو پکار کر فرمایا! عبداللہ ؓ اپنی ماں کی مدد کرو۔ عبداللہ ؓ فوراً اپنی ماں کی طرف لپکے اور تلوار کے ایک بھرپور وار سے اس مشرک کا کام تمام کر دیا۔ عین اسی وقت ایک دوسرا مشرک عبداللہ ؓ پر حملہ آور ہوا جس سے ان کا بازو زخمی ہو گیا۔ ام عمارہ ؓ نے اپنے ہاتھ سے ان کے بازو پر پٹی باندھی اور ان سے فرمایا! بیٹے جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی جانثاری کو دیکھ کر فرمایا!

"من یطیق ما تطیقین یا ام عمارہ"

(اے ام عمارہ! جتنی طاقت تم میں ہے اور کسی میں کہاں ہوگی)

اسی اثنا میں وہ دشمن جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا پھر پلٹ کر حملہ آور ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے پکار کر فرمایا! ام عمارہ سنبھلنا! یہ وہی بدبخت ہے جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا۔ حضرت ام عمارہ انتہائی جوشِ غضب سے اس پر جھپٹیں اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کے نیچے گرا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ام عمارہ تم نے اپنے بیٹے کا خوب بدلہ لیا۔

اسی دوران ایک بدبخت نے رسول اللہ ﷺ پر ایک پتھر پھینکا جو آپ ﷺ کے منہ پر لگا اور آپ کے دو دانت شہید ہو گئے۔ صحابہ فوراً رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے۔ اسی اثنا میں ابن قمیہ نامی ایک کافر دوڑتا ہوا آیا اور رسول اللہ ﷺ پر تلوار سے بھرپور وار کیا۔ رسول اللہ ﷺ خود پہنے ہوئے تھے ابن قمیہ کی تلوار خود پر پڑی۔ خود کی دو کڑیاں آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں گڑ گئیں اور خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ کسی کو روکنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ ام عمارہ بے تاب ہو گئیں اور انہوں نے ابن قمیہ پر حملہ کر دیا۔ یہ شخص قریش کا نامی گرامی شہسوار تھا، ام عمارہ اس سے بالکل مرعوب نہیں ہوئیں۔ وہ دوہری زرہ پہنے ہوا تھا۔ ام عمارہ کا وار خالی گیا۔ ابن قمیہ نے پلٹ کر ام عمارہ پر تلوار سے حملہ کیا جو ان کے کندھے پر لگی۔ ام عمارہ زخمی ہو گئیں لیکن ابن قمیہ کو وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہیں ہوئی وہ وار کرتے ہی وہاں سے بھاگ گیا۔ ام عمارہ

کے زخم سے بہت تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پٹی بندھوائی اور کئی صحابہ کا نام لے کر فرمایا! واللہ! آج ام عمارہ ؓ نے ان سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی۔

ام عمارہ ؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میرے لئے دعا فرمایئے کہ جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت خشوع وخضوع سے ان کے لئے دعا مانگی اور با آواز بلند فرمایا!

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رَفقَائیِ فِی الَجنَّۃ"

حضرت ام عمارہ ؓ کو بڑی مسرت ہوئی اوران کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے۔ **ما ابالی ما اصابنی من الدنیا**

(اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں)

جب لڑائی ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہیں لے گئے جب تک آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن کعب مازنی ؓ کو بھیج کر حضرت ام عمارہ ؓ کی خیریت دریافت نہ کر لی۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ احد کے دن میں دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا ام عمارہ ہی ام عمارہ نظر آتی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں حضرت ام عمارہ ؓ کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ ام عمارہ ؓ بیعت رضوان، جنگ خیبر، عمرۃ القضاء اورغزوہ حنین میں بھی شریک تھیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ؓ فتح مکہ

کے موقعہ پر بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ (تذکارِ صحابیات)

جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے حمراء الاسد کی طرف تمام مجاہدین پیش قدمی کریں۔ سیدہ ام عمارہ ؓ نے بھی ارادہ کیا کہ وہ مجاہدین کے ساتھ حمراء الاسد کی طرف روانہ ہوں لیکن زخموں سے زیادہ مقدار میں خون بہہ جانے کی وجہ سے کمزوری بہت زیادہ ہو چکی تھی جس کی وجہ سے وہ سفر پر روانہ نہ ہو سکیں۔ حضرت ام عمارہ ؓ اپنے یادداشت بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ جنگ میں شدت کی وجہ سے مجاہدین رسول اللہ ﷺ کے آس پاس سے بکھر گئے۔ آپ ﷺ کے پاس صرف چند افراد رہ گئے تھے جو تقریباً دس افراد تھے۔ اس حالت میں میں اپنے بیٹے اور خاوند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے لگی۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اچانک سارے عرب میں ارتداد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فوری طور پر اس فتنہ سے نپٹنے کے لئے فوجی مہمات شروع کر دیں۔ ان فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ مسیلمہ کذاب کا تھا۔ یہ شخص یمامہ کے علاقے نجد کے قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی حیات کے آخری دنوں میں مرتد ہو کر اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔

اس نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا تھا:

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام۔

میں تمہاری نبوت میں شریک کیا گیا ہوں۔ نصف ملک میرا اور نصف قریش کا ہے۔ لیکن قریش ایک زیادتی پسند قوم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے خط کا جواب لکھا اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (ﷺ) کا خط مسیلمہ کذاب کے نام۔

جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد تجھ کو معلوم ہو کہ ملک اللہ کا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے اور آخرت کی بہتری پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

اس خط کے بھیجنے کے کچھ عرصہ بعد رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی شیطانی چالوں سے لوگوں کو اپنا معتقد بنانا شروع کر دیا۔ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے پاس چالیس ہزار جنگجو اکٹھے کر لئے۔ اپنے علاقے میں جو شخص اس کی نبوت کا انکار کرتا یہ اس پر سخت ظلم کرتا۔

انہی دنوں میں ایک دفعہ حضرت ام عمارہؓ کے بیٹے حبیب بن زیدؓ عمان سے مدینہ آ رہے تھے کہ راستے میں ان کو مسیلمہ کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور ان کو مسیلمہ کذاب کے پاس لے گئے۔ اس نے ان سے پوچھا؟

محمد (ﷺ) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت حبیبؓ نے بلا جھجک کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

مسیلمہ کذاب بولا: نہیں! یہ کہو مسیلمہ اللہ کا سچا رسول ہے۔

حضرت حبیب ؓ نے اس کی بات نہایت حقارت سے ٹھکرا دی۔ مسیلمہ کذاب نے غضبناک ہو کر اپنی تلوار سے وار کر کے ان کا ایک بازو کاٹ دیا اور کہا کہ اب میری بات مانو گے یا نہیں۔

حضرت حبیب ؓ نے کہا! ہرگز نہیں۔

مسیلمہ کذاب نے ان کا دوسرا بازو بھی کاٹ دیا اور بولا! اب بھی میری رسالت تسلیم کر لو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ حضرت ام عمارہ ؓ کے دلیر اور سچے مومن بیٹے نے کہا! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں

اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ

مسیلمہ کذاب ان کا جواب سن کر غصہ سے پاگل ہو گیا اور ان کا ایک ایک عضو کاٹنا شروع کر دیا۔ جب آپ کا جسم زمین پر تڑپتا تو وہ قہقہے لگاتا۔ حضرت حبیب ؓ نے اپنے جسم کے ٹکڑے کروا کر جان دے دی لیکن اپنے ایمان پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دی۔

جب حضرت عمارہ ؓ کو ان کے بیٹے کی اس مظلومانہ شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے بیٹے کی ثابت قدمی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ عہد کیا کہ وہ مسیلمہ کذاب سے اس قتل کا بدلہ ضرور لیں گی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید ؓ کی سربراہی میں ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں حضرت ام عمارہ ؓ بھی شامل ہو گئیں۔ مسیلمہ کذاب نے

بھی مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے زبردست تیاری کر رکھی تھی۔ چالیس ہزار جنگجوؤں کا لشکر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ بہت گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں اور کفار کی تعداد میں ایک اور چار کا فرق تھا۔ مسلمان مجاہدین اتنی بہادری اور جیداری سے لڑے کہ مسیلمہ کذاب کی فوج کا منہ پھیر دیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے کئی بڑے بڑے تجربہ کار مجاہد سردار شہید ہوگئے جن میں حضرت زید بن خطاب ؓ، حضرت ابوحذیفہ ؓ، حضرت سالم ؓ مولیٰ ابوحذیفہ ؓ اور حضرت ثابت بن قیس ؓ شامل تھے۔

حضرت ام عمارہ ؓ معرکہ شروع ہونے سے ہی بڑے جوش وخروش اور جذبے سے لڑ رہی تھیں۔ اس وقت تک تقریباً بارہ سو مسلمان جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ لیکن مرتدین کہیں زیادہ تعداد میں جہنم واصل ہو چکے تھے۔ لڑائی کا رخ مسلمانوں کے حق میں پلٹنا شروع ہو گیا تھا۔ مسیلمہ لڑائی کا رنگ دیکھ کر اپنے سپاہیوں کو جوش دلا رہا تھا۔

اسی وقت حضرت ام عمارہ ؓ نے اسے تاک لیا اور تلواروں اور برچھیوں کے درمیان سے راستہ بناتی ہوئی مسیلمہ کذاب کی طرف بڑھیں۔ ان کی اس کوشش میں ان کو گیارہ زخم لگے اور ایک ہاتھ کی کلائی بھی کٹ گئی۔ وہ مسیلمہ کذاب کے قریب پہنچ کر اس پر برچھی سے وار کرنا چاہتی تھیں کہ اتنے میں مسیلمہ پر دو ہتھیار ایک ساتھ پڑے اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے نظر اوپر اٹھا کر دیکھا تو ان کے بیٹے عبداللہ ؓ ان کے ساتھ کھڑے تھے اور قریب ہی وحشی ؓ

کھڑے تھے۔ وحشی ؓ نے اپنا حربہ مسیلمہ کذاب پر پھینکا تھا اور عبداللہ ؓ نے اسی وقت اس پر تلوار سے وار کیا تھا۔ اس حملہ سے مسیلمہ جان بر نہ ہو سکا اور اپنے انجام بد کو پہنچ گیا۔ حضرت ام عمارہ ؓ نے اپنے بیٹے (حبیب ؓ) کے قاتل کی موت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید ؓ جو حضرت ام عمارہ ؓ کی عظمت اور فضیلت سے واقف تھے۔ انہوں نے بڑی توجہ اور محبت سے حضرت ام عمارہ ؓ کا علاج کروایا اور جلد ہی ان کے زخم بھر گئے لیکن ان کا ایک ہاتھ ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گیا تھا۔ حضرت ام عمارہ ؓ حضرت خالد بن ولید ؓ کے اس عمل کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور ان کی تعریف میں فرماتی تھیں! خالد ؓ نے بڑی غمخواری سے میرا علاج کروایا اور وہ بڑے ہمدرد اور نیک شخص ہیں۔

حضرت ام عمارہ ؓ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد تک حیات رہیں۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ بہت عمدہ چادر ان کے پاس لائی گئی جو سائز میں بھی بڑی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ چادر عبداللہ بن عمر ؓ کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید ؓ کو دے دی جائے۔ اس پر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ میں چادر اس کو دوں گا جو صفیہ ؓ سے کہیں بہتر ہے۔ اس کے بعد یہ چادر حضرت ام عمارہ ؓ کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔

ایک مرتبہ حضرت ام عمارہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! قرآن میں اکثر و بیشتر مردوں کا ہی تذکرہ ہوتا

ہے، عورتیں بیچاری محروم رہ جاتی ہیں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(سورۃ الاحزاب ۔ ۳۵)

بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ام عمارہ ؓ سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ پر اپنی جان چھڑکتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار ان کے گھر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی کبھی کبھار حضرت ام عمارہ ؓ کے گھر ان کی خیریت دریافت کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

مسند احمد ؒ اور اصابہ میں روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام عمارہ ؓ کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! آپ بھی کھاؤ تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! روزہ دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تو فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ام عمارہ ؓ کے سامنے کھانا کھایا۔

حضرت ام عمارہ ؓ سے کئی احادیث مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں ام سعد ؓ، حارث بن عبداللہ ؓ، عباد بن تمیم بن زید ؓ، ابن کعب، ام سعد بنت سعد بن ربیع، لیلیٰ ؓ (کنیز) اور عکرمہ ؒ شامل ہیں۔

آپ کی چار اولادیں تھیں، حبیب ؓ، عبداللہ ؓ، تمیم ؓ اور خولہ ؓ۔ ان کی صحیح تاریخ وفات کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت ام سُلیمؓ بنت ملحان

(حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ)

حضرت ام سلیمؓ کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ کے مختلف نام کتابوں میں لکھے ہیں، رملہ، سہلہ، رمیشہ، غمیصا اور رمیصاء۔ لیکن سب لوگوں نے آپ کی کنیت ام سلیم ہی لکھی ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھا۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

آپؓ رسول اللہ ﷺ کی رضائی خالہ تھیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دادی سلمیٰ کا تعلق بنونجار سے تھا اور ام سلیمؓ حضرت سلمیٰ کے بھائی کی پوتی تھیں۔ حضرت ام حرامؓ آپ کی سگی بہن تھیں اور حضرت حرام بن ملحانؓ آپ کے سگے بھائی تھے جو بئر معونہ کے سانحہ میں شہید ہو گئے تھے۔ آپؓ کی والدہ کا نام ملیکہ بنت مالک بن عدی تھا۔

آپؓ بڑے فضائل والی، حسین وجمیل، ذہین وخوش اخلاق، بہادر، علم وفضل، فہم وبصیرت، باوفا، صبر وتحمل اور نہایت نیک طبیعت کی مالک تھیں۔ مدینہ منورہ میں آپؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپؓ کو اسلام سے گہری محبت تھی اور آپؓ دشمن کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتی تھیں۔

حضرت ام سلیم ؓ کی پہلی شادی اپنے چچا کے بیٹے مالک بن نضر سے ہوئی۔ جن سے آپ ؓ کے بیٹے حضرت انس بن مالک ؓ اور ایک بیٹی برّا پیدا ہوئے۔ ام سلیم ؓ اپنے ایمان میں بہت پختہ تھیں لیکن آپ ؓ کے شوہر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ آپ ؓ کے ایمان لانے کا سن کر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے تھے۔ یہ بیعتِ عقبہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت ام سلیم ؓ نے اپنے بیٹے انس بن مالک ؓ کی پرورش بہت عمدہ انداز سے کی اور ان کو بہت اچھے اخلاق کا حامل بنایا۔ ان کو والدہ نے کم عمری ہی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے آپ ﷺ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بچہ کو اپنے پاس رکھنا قبول کیا تو ام سلیم ؓ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔

حضرت ام سلیم ؓ کو ابو طلحہ بن زید نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ لکڑی کے ایک بت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلیم ؓ کو شرک سے سخت نفرت تھی، آپ ؓ نے ایک مشرک سے نکاح کرنے سے منع کر دیا اور ان سے کہا!

میں تو خدائے واحد اور اس کے سچے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ افسوس ہے تم پر کہ جس خدا کو پوجتے ہو وہ ایک درخت کی لکڑی ہے جو زمین سے اگا ہے اور اس کو فلاں حبشی سے گھڑ کر تیار کیا ہے۔ میں خدائے واحد کی پرستار ہوں اور تم خود ساختہ بتوں کے پجاری، جو کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے بھلا میرا اور تمہارا میل کیسے ہو سکتا ہے۔

ام سلیم ؓ نے کہا! ابوطلحہ! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے بتوں کو جن کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے خاندان کا فلاں غلام اپنے ہاتھ سے تراشتا ہے۔ جب تمہیں ضرورت محسوس ہوتی ہے تو تم لکڑی کے بنائے ہوئے ان بتوں کو چولہے میں آگ کی نذر کر دیتے ہو اور وہ آگ میں جل کر بھسم ہو جاتے ہیں۔

حضرت ام سلیم ؓ نے یہ باتیں اتنے پر اثر انداز سے کہیں کہ ابوطلحہ کے دل پر اس کا اثر ہوا۔ انہوں نے کچھ دن تک ان کی بات پر غور کیا اور پھر ایک دن وہ ام سلیم ؓ کے پاس آئے اور کہا۔ مجھ پر حق واضح ہو گیا ہے اور اب میں تمہارے دین کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت ابوطلحہ ؓ اس وقت بہت معمولی حیثیت کے انسان تھے۔ لیکن ان کے اسلام لانے کی ام سلیم ؓ کو اتنی خوشی ہوئی کہ انہوں نے بے ساختہ کہا!

﴿ فانی اتزوّجل و لا ا خذ منک صدٰ قا غیرہ ﴾

پھر میں تم سے نکاح کرتی ہوں اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتی

ام سلیم ؓ نے حضرت ابوطلحہ بن زید ؓ سے شادی کر لی اور اپنا مہر ان کا اسلام لانا مقرر کر لیا۔ حضرت ابوطلحہ ؓ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے جوش ایمان، محبتِ رسول اللہ ﷺ اور جذبہ ایثار کی وجہ سے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہونے لگے۔ آپ ؓ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے تھے۔ ابوطلحہ ؓ کی مالی حالت بہت اچھی ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت سخی بھی تھے۔ ان سے ام سلیم ؓ کے دو بیٹے حضرت عبداللہ ؓ اور حضرت

ابو عمیر ؓ پیدا ہوئے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کیا۔ یہ تقریب حضرت ام سلیم ؓ کے گھر منعقد ہوئی۔

حضرت ام سلیم ؓ اور ان کے شوہر حضرت ابو طلحہ ؓ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ حضرت ام سلیم ؓ میدان جنگ میں مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ آپ ؓ نے غزوہ خیبر میں بھی حصہ لیا تھا۔ آپ صحابہ کرام ؓ کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی دیکھ بھال کرتیں، مجاہدین کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتیں اور ان کو ستّو گھول گھول کر پلاتی تھیں۔

جب خیبر فتح ہو گیا اور حضرت صفیہ بنت حیی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت ام سلیم ؓ کے سپرد کیا کہ ان کو نہلا دھلا کے دلہن بنائیں کیونکہ جنگ کی مشقت نے حضرت صفیہ ؓ کو خستہ حال کر دیا تھا۔ حضرت ام سلیم ؓ نے نہایت دل و جان سے اس سعادت کو سرانجام دیا۔

حضرت ام سلیم ؓ اور ان کے شوہر حضرت ابو طلحہ ؓ غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئے تھے۔ حضرت ابو طلحہ ؓ بہت بہادری سے رسول اللہ ﷺ کے محافظ کے طور پر دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ حضرت ام سلیم ؓ بھی خنجر لے کر دشمن کے مقابلہ پر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو خنجر کے ساتھ دیکھا تو پوچھا!

ام سلیم خنجر کا کیا کرو گی؟ انہوں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ سن کر تبسم فرمانے لگے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد، خیبر، حنین کے علاوہ اورغزوات میں بھی حصہ لیا تھا۔

وہ صحابہ وصحابیات جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے تھے ان میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ہی نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کیا تھا جو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا تھا تو آپ نے اس مشکیزے کا منہ کاٹ کر اپنے پاس تبرکاً محفوظ کر لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب حج کے لئے تشریف لے جانے لگے تو آپ ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہا حج پر نہیں جا رہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس سواری کا جانور نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ازواج مطہرات کے ساتھ سواری پر بٹھا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے فرمایا! میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں اچانک ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ رمیصاء (ام سلیم رضی اللہ عنہا) کو جنت میں پایا۔ (بخاری)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ابوعمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ بڑا پیارا بچہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس بچہ کو بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ

رسول اللہ ﷺ نے اسے بہت اداس دیکھا تو پوچھا! ام سلیم ؓ نے کہا کہ آج یہ بہت سست اور اداس ہے۔ آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ ابو عمیر ؓ کے پاس ایک چڑیا تھی یہ اس سے کھیلا کرتا تھا، آج وہ مرگئی اسی لئے یہ غمگین ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور مسکراتے ہوئے پوچھا!

یا ابو عمیر! ما فعل النغیر

اے ابوعمیر! تمہارے نغیر کا کیا ہوا۔

ابوعمیر نے ہنس کر جواب دیا اور پھر کھیل میں مشغول ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ جملہ ضرب المثال کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ابوعمیر کی بچپن میں ہی وفات ہو گئی تھی۔ حضرت ابوطلحہ ؓ باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت ام سلیم ؓ نے انتہائی صبر و استقامت سے بچے کی میت کو غسل دے کر کفنایا اور ایک طرف لٹا دیا۔ اپنے گھر والوں کو بھی منع کر دیا کہ جب ابوطلحہ ؓ گھر آئیں تو ایک دم سے ان کو بچہ کی موت کی خبر نہیں دینا۔ رات کو جب ابوطلحہ ؓ گھر آئے تو ام سلیم ؓ نے انہیں کھانا کھلایا اور جب وہ اطمینان سے بستر پر لیٹ گئے تو ان سے مخاطب ہو کر کہا! اگر تم کو کوئی چیز ادھار دی جائے اور پھر وہ واپس لے لی جائے تو اس کو واپس لینا تم کو نا گوار گزرے گا۔ حضرت ابوطلحہ ؓ نے جواب دیا! ہرگز نہیں۔

ام سلیم ؓ بولیں! تمہارا لڑکا اللہ تعالیٰ کی امانت تھا جو اللہ نے واپس لے لی۔ اب تم کو اس پر صبر کرنا چاہیئے۔

حضرت ابوطلحہؓ نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ ام سلیمؓ بولیں! تاکہ تم اطمینان سے کھانا کھالو۔

صبح کو ابوطلحہؓ نے پورا واقعہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ام سلیمؓ کے صبر کی داد دی اور فرمایا! اللہ تعالیٰ ام سلیمؓ اور تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹا عطا فرمایا جن کا نام عبداللہؓ تھا۔ ان سے حضرت ابوطلحہؓ کی نسل چلی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہؓ گھر تشریف لائے اور ام سلیمؓ سے فرمایا! رسول اللہ ﷺ بہت بھوکے ہیں کچھ کھانا بھجوادو۔ انہوں نے چند روٹیاں اپنے بیٹے حضرت انسؓ کو دیں کہ یہ اسی وقت جاکے رسول اللہ ﷺ کو کھلا دو۔ جب حضرت انسؓ مسجد پہنچے تو وہاں رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ سے پوچھا! ابوطلحہؓ نے تمہیں بھیجا ہے۔ انہوں نے عرض کی! بے شک یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے پوچھا کھانے کے لئے؟ انہوں نے کہا! جی ہاں۔

رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کرامؓ کھڑے ہوگئے اور صحابہ کرام کو لے کر حضرت ام سلیمؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوطلحہؓ کو فکر ہوئی کہ اتنے آدمیوں کے لئے کھانا ناکافی ہوگا۔ حضرت ام سلیمؓ سے کہا کہ اب کیا تدبیر کی جائے کہ تمام اصحاب کھانا کھاسکیں۔ انہوں نے نہایت اطمینان سے کہا! یہ بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ جب وہ سب لوگ تشریف لائے تو

جو کچھ بھی کھانا تھا مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ وہ تمام لوگوں کو پورا ہو گیا سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ ایک پریشان حال شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کھانے کا سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ازواج مطہرات کے پاس پچھوایا کہ کچھ کھانے کو ہو تو بھیجوا دیں۔ سب کی طرف سے جواب آیا کہ آج کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے اور نہ انہوں نے کچھ کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا! کوئی ہے جو اس بندے کو اپنا مہمان بنائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک سن کر ابو طلحہ ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! اس کو میں اپنا مہمان بناؤں گا۔

یہ کہہ کر آپ ؓ فوراً گھر گئے اور اپنی بیوی ام سلیم ؓ سے پوچھا! کھانے کے لئے کچھ ہے۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کے لئے تھوڑا سا رکھا ہے۔ اس کے سوا گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت ابو طلحہ ؓ نے کہا! کوئی بات نہیں۔ بچوں کو بہلا کر سلا دو۔ جب وہ سو جائیں تو ہم اس کھانے کو مہمان کے آگے رکھ دیں گے۔ تم چراغ درست کرنے کے بہانے اسے بجھا دینا۔ اندھیرے میں مہمان کھانا کھاتا رہے گا اور ہم یوں ہی ظاہر کریں گے کہ جیسے ہم بھی کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر دونوں میاں بیوی اور بچے بھوکے سو گئے۔ صبح کو جب حضرت ابو طلحہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط

(سورۃ الحشر ۔ ۹)

وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر تنگی ہی ہو۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو طلحہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! رات کو مہمان کے ساتھ تم لوگوں کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیمؓ نے ایک بکری پالی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ میری والدہ نے اس بکری کے دودھ سے گھی بنایا اور ایک کپی میں جمع کیا۔ آپ نے وہ گھی سے بھری ہوئی کُپی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھجوائی کہ اس سے سالن بنا لیا کریں۔ آپؓ کی خادمہ وہ گھی کی کُپی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ یہ کپی کا گھی دوسرے برتن میں ڈال کر خالی کپی اس بچی کو واپس کر دو۔ وہ خادمہ خالی کپی لے کر گھر واپس آ گئی اور ایک جگہ رکھ دی۔ اس وقت حضرت ام سلیمؓ گھر پر موجود نہیں تھیں۔

جب حضرت ام سلیمؓ واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ کپی گھی سے بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے لڑکی سے کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ بیٹی یہ گھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کے دے آؤ۔ اس نے کہا کہ جیسا آپؓ نے کہا تھا میں وہ گھی رسول اللہ ﷺ کو دے آئی تھی۔ اگر آپ

کو یقین نہ ہوتو ان سے معلوم کر لیں۔ حضرت ام سلیم ؓ لڑکی کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے ہاتھ آپ کے لئے گھی کی ایک کپی بھجوائی تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں! یہ آئی تھی اور گھی دے گئی تھی۔

حضرت ام سلیم ؓ نے فرمایا! قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ کپی بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ام سلیم ؓ! تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا جیسا کہ تم نے اس کے نبی (ﷺ) کو کھانے کو دیا ہے۔ تم اسے کھاؤ اور کھلاؤ۔

حضرت ام سلیم ؓ فرماتی ہیں کہ میں گھر آئی اور اس گھی کو اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کیا۔ پھر بھی اس کپی میں اتنا گھی تھا کہ میں نے اسے دو ماہ تک استعمال کیا۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری والدہ کے پاس تشریف لائے۔ میری والدہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ ﷺ روزے سے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا! کھجور کو کھجور والے برتن میں اور گھی کو گھی والے برتن میں واپس ڈال دو۔ پھر آپ ﷺ گھر کے ایک کونے کی طرف گئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے ام سلیم ؓ اور ان کے

اہل خانہ کے حق میں خیر و برکت کی دعا کی۔ ام سلیم ؓ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میری ایک خاص دلی تمنا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا! وہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے کے لئے بھی دعا کریں تو رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں دنیا و آخرت کی خیر و برکت کی دعا کی۔

آپ ﷺ نے میرے لئے یہ دعا کی:

﴿ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُ مَالاً وَ وَلَدًا وَ بَارِکْ لَهٗ فِیْهِ ﴾

یا الٰہی! اسے مال اور اولاد عطا فرما کر اور اسے برکت عطا فرما

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں مجھ سے زیادہ مالدار کوئی نہ تھا۔ آپ ؓ کی بڑی بیٹی فرماتی ہیں کہ ابا جان کی نسل سے تقریباً ایک سو بیس افراد کو دفن کیا جا چکا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۵ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب ؓ سے نکاح کیا تو اس موقعہ پر حضرت ام سلیم ایک بڑے برتن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس بن مالک ؓ کے ہاتھ بھیجا اور فرمایا کہ اس حقیر سے تحفہ کو قبول فرمائیں۔ (صحیح مسلم)

۷ھ میں خیبر کا علاقہ فتح ہوا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سردار کی بیٹی ام المومنین حضرت صفیہ ؓ سے نکاح کیا۔ دلہن کو سنوارنے اور سجانے کی ساری ذمہ داری حضرت ام سلیم ؓ نے پوری کی۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ حالتِ حمل میں

اونٹنی پر سوار تھیں جسے رسول اللہ ﷺ کا غلام انجشہ ہانک رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا! اے انجشہ ! اپنے سواری کو ذرا آہستہ چلاؤ، اس پر خاتون سوار ہیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں اپنا سر منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ ؓ نے آپ ﷺ کے بال مبارک اپنے پاس محفوظ کر لئے اور واپس مدینہ منورہ لا کر اپنی بیوی حضرت ام سلیم ؓ کے سپرد کر دئے۔ انہوں نے ان بالوں کو تبرک کے طور پر حفاظت سے رکھ لیا۔

حضرت ام سلیم ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ آپ ؓ سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ جنہیں آپ ؓ کے بیٹے حضرت انس بن مالک ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، ابوسلمہ ؓ، عمرو بن عاصم ؓ، حضرت زید بن ثابت ؓ اور عمرو بن عاصم ؓ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ام سلیم ؓ بہت سمجھدار، عاقل اور قابل عورت تھیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے میری پرورش اور تربیت بہت خوبی سے کی۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں جنت میں گیا تو مجھے کچھ آہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا! کون ہے، تو لوگوں نے کہا! انس کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہیں۔

حضرت حسنہ ؓ

(حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ کی والدہ)

آپ ؓ حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ کی والدہ ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن مطاع کندی سے ہوا۔ اور آپ ؓ کے بطن سے آپ ؓ کے بیٹے شرجیل ؓ پیدا ہوئے۔ حضرت شرجیل ابھی کمسن تھے کہ آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ حضرت حسنہ ؓ اپنے کم عمر بچے کو لے کر مکہ مکرمہ آ گئیں۔ حضرت حسنہ ؓ کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔

حضرت حسنہ ؓ نے مکہ میں بنوجمح کے ایک شخص سفیان بن معمر سے نکاح کر لیا۔ یہ بعثت سے پچیس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ مکہ کے لوگ حضرت شرجیل ؓ کے آباؤ اجداد سے واقف نہیں تھے اس لئے انہوں نے انہیں ان کی ماں کی نسبت سے شرجیل بن حسنہ ؓ کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ حضرت سفیان بن معمر سے حضرت حسنہ ؓ کے دو بیٹے جابر ؓ اور جنادہ ؓ پیدا ہوئے۔ حضرت حسنہ ؓ کے تینوں بیٹے انتہائی سعادت مند اور نیک طبیعت کے تھے۔ بعثت کا اعلان ہوتے ہی پورا گھرانہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ یہ شرف بہت کم گھرانوں کو حاصل ہے کہ پورا گھرانہ مسلمان ہو گیا ہو۔

جس طرح سابقون اولون کے مسلمانوں نے کفار کے انتہائی ظلم وستم برداشت کئے اسی طرح اس گھرانے کو بھی ان تمام اذیتوں اور تکالیف سے گزرنا

پڑا۔ پھر آپ ؓ نے بھی اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر لی۔ اپنا گھر کفار کے لئے چھوڑ دیا۔ حبشہ میں آپ لوگ تیرا سال تک رہے۔ اور غزوہ خیبر کے موقعہ پر آپؓ اپنے پورے خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائیں۔

حضرت حسنہ ؓ کے بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں جابر ؓ اور جنادہ ؓ نے وفات پائی۔ حضرت شرجیل ؓ ۱۸ھ میں امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کے ساتھ کفار کے ساتھ جہاد میں تھے کہ طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کا سایہ ان کی والدہ حضرت حسنہ ؓ پر قائم رکھے اور ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

حضرت ہندہ بنت عتبہؓ

(حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ)

آپ کا نام ہندہ اور آپ کا تعلق قریش کے خاندان بنوشمس سے تھا۔

آپ کا نسب اس طرح ہے: ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن شمس بن عبد مناف۔

آپؓ کی ولادت ۵۸۴ ء میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

عتبہ بن ربیعہ کا شمار قریش کے معزز سرداروں میں ہوتا تھا۔ ہندہؓ کی والدہ کا نام صفیہ بنت امیہ تھا۔ حضرت ہندہؓ کا نکاح فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے ہوا۔ لیکن ان سے علیحدگی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ کا نکاح ابوسفیان بن حربؓ سے ہوا۔ آپ ایک خوددار، باحمیت، غیرت مند، صائب الرائے اور نہایت فہم وفراست والی خاتون تھیں۔

ہندہؓ کا باپ عتبہ بن ربیعہ اور شوہر ابوسفیان اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ ہندہؓ بھی اسلام دشمنی میں کسی سے کم نہیں تھیں۔ غزوہ بدر میں ہندہؓ کا باپ اور بھائی قریش کے دوسرے بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ مارے گئے تھے۔ اس جنگ میں ابوجہل بھی مارا گیا تھا۔ تمام سرداروں کی لاشوں کو قلیب نامی کنویں میں پھینک دیا گیا تھا۔

اس موقعہ پر ہندہ نے اپنے باپ، چچا اور بھائی کے غم میں ایک مرثیہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے: میں دونوں بطحا کے لیڈروں اور بغاوت کا ارادہ کرنے والے ہر باغی سے ان کی حمایت کرنے والے پر روتی ہوں۔ تجھ پر افسوس! تو جان لے

میرا باپ عتبہ خیرات بانٹنے والا تھا۔ شیبہ اور میرا بھائی ولید جو حسب نسب کی حفاظت کرنے والا تھا۔ ہائے یہ سب مارے گئے۔ یہ سب آل غالب کے معزز فرزند تھے۔ جن کی تعداد بڑھتی ہی رہتی تھی۔

اب قریش کے مشرکین کی سرداری ابوسفیان کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے قریش نے جو تیاریاں کی تھیں ان میں ہندہ ؓ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اپنی شعلہ بیان تقریروں سے انتقام کی آگ کے شعلوں کو خوب ہوا دی تھی۔ خوب تیاریاں کر کے قریش کے مشرکین نے ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ منورہ پر بھرپور حملہ کیا اور غزوہ احد کا معرکہ پیش آیا۔

ہندہ نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے خاص طور پر اپنے باپ کے قاتل حضرت حمزہ ؓ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ انہوں نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو حضرت حمزہ ؓ کے قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا جو بھالا پھینکنے میں ماہر مانا جاتا تھا۔ وحشی کو انعام واکرام کی لالچ کے ساتھ اسے آزادی دلانے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ جب لڑائی اپنے زوروں پر تھی ہندہ اپنی اشتعال انگیز تقریروں اور اشعار سے کفار کو خوب جوش دلا رہی تھی۔ وحشی اپنے شکار کی گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ جوں ہی حضرت حمزہ ؓ اس کی زد میں آئے اس نے اپنا بھالا پھینکا جو حضرت حمزہ ؓ کے جسم کے آر پار ہو گیا اور اس سے ان کی روح پرواز کر گئی۔ ان کی شہادت پر کفار کی عورتوں نے خوشی سے گیت گائے۔ ہندہ نے اپنے انتقام کے جوش میں حضرت حمزہ ؓ کا پیٹ چاک کر دیا

اوران کا جگر نکال کر اپنے دانتوں سے چبا دیا لیکن حلق سے اتار نہ سکی اور اگل دیا۔ رسول اللہ ﷺ کوان کی شہادت اور دردناک سلوک کا بے حد صدمہ ہوا تھا۔

فتح مکہ کے موقعہ پر ۸ھ جب رسول اللہ ﷺ دس ہزار کا اسلامی لشکر لے کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ اس وقت انتقام لینے کی پوری پوری طاقت اور موقع رکھتے تھے لیکن آپ ﷺ رحمت للعالمین کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا جن میں ابوسفیان اور ان کی بیوی ہندہ بھی تھیں۔ بلکہ آپ ﷺ نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں بھی پناہ لے گا تو اس کو بھی امان ہے۔

لشکر اسلام کے مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے پہلے ابوسفیان نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا! اے میری قوم! میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، تم بھی اسلام قبول کرلو۔ کیونکہ میں نے مشاہدہ کر لیا کہ محمد (ﷺ) ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ تمہاری طرف آ رہے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کرسکو گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم مسلمان ہونے کا اعلان کر دو۔

ہندہ ابوسفیان ؓ کے اس اعلان سے پہلے تو سٹ پٹا گئیں اور مقابلہ کی باتیں کرنے لگیں۔ لیکن جب ابوسفیان ؓ نے ان کو سمجھایا تو انہوں نے بھی اپنے شوہر کی بات تسلیم کر لی۔ کیونکہ ہندہ پر بھی اسلام کی حقانیت واضح ہوگئی تھی۔ انہوں نے برقہ پوش عورتوں کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان ؓ کی مدد سے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور اس طرح گفتگو کی:

ہندہؓ: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہم سے کن باتوں پر بیعت لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ! شرک نہ کرو اور اللہ کی واحدانیت کا اقرار کرو۔

ہندہؓ: یہ عہد آپ نے مردوں سے نہیں لیا تاہم ہمیں منظور ہے۔

رسول اللہ ﷺ! چوری نہ کرو۔

ہندہؓ: میں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ کر لیتی ہوں، معلوم نہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ! اپنے اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہندہؓ: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا، جب بڑے ہوئے تو آپ ؐ نے قتل کر ڈالا۔

رسول اللہ ﷺ کی سخت ترین دشمن ہونے اور انتہائی گستاخانہ گفتگو کرنے کے باوجود آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ جبکہ ہندہ ؓ کو خود اپنی جان بخشی کی امید نہیں تھی۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے رحم و کرم سے اسے معاف کر دیا تو ان کی زندگی یکسر بدل گئی اور وہ صدق دل سے مسلمان ہو گئیں۔ اس وقت ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا:

"یارسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے آپ ؐ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا، لیکن آج حضور ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب و محترم نہیں"۔

اس کے بعد انہوں نے گھر جا کر اپنے بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ہندہ ؓ کی زندگی ایک دم بدل گئی۔ انہوں نے اپنی باقی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ جس جوش وخروش سے دونوں میاں بیوی اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے اسی جوش وخروش سے وہ کفار کے خلاف جہاد میں حصہ لینے لگے۔

خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے دور خلافت میں جنگ یرموک ایک زبردست اور سخت ترین جنگ تھی جس میں دشمن کی دو لاکھ فوج کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس ہزار تھی۔ اس جنگ میں ہندہ ؓ اور ان کے شوہر حضرت ابوسفیان ؓ نے بڑے جوش و جذبہ سے شرکت کی۔ جب بھی مسلمانوں کی پوزیشن کمزور پڑنے لگتی تو حضرت ہندہ ؓ اپنے جوشیلے اشعار کے ذریعہ ان کے حوصلے بلند کرتیں اور اور اسلام کی خاطر مر مٹنے کی ترغیب دیتیں۔

اسی جنگ میں ایک موقعہ پر رومی فوجی عورتوں کے خیموں تک آ پہنچے تو تمام عورتوں میں جن میں حضرت ام حکیم ؓ، خولہ بنت ازور ؓ، ام ابان ؓ اور ہندہ ؓ شامل تھیں نے خیمے گاڑنے کی لکڑیاں لے کر رومیوں سے مقابلہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس دوران مسلمانوں کا ایک دستہ آ پہنچا اور انہوں نے رومیوں کو واصل جہنم کیا۔

حضرت ہندہ ؓ نے حضرت عثمان غنی ؓ کے دور خلافت میں وفات پائی اور مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئیں۔ آپ کی اولاد میں اسلام کے مایہ ناز سپہ سالار اور

کا تبِ وحی حضرت امیر معاویہ ؓ ہیں۔ حضرت ہندہ ؓ ایک خوددار، فصیح و بلیغ، غیرت منداور دانشمند اور حسین خاتون تھیں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق آپ طبعاً نہایت فیاض تھیں۔

(تذکارِ صحابیات)

آپ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہے۔ آپ ؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد دینی احکامات پر بڑی دلجمعی سے عمل کیا۔

آپ کی اولاد میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ، مریم بن حکم، جویریہ بن ابوسفیان ؓ، عتبہ بن ابوسفیان۔

حضرت ہند بنت عمرو بن حرام رضی اللہ عنہا

(حضرت خلاد رضی اللہ عنہ کی والدہ)

حضرت ہند بنت عمرو رضی اللہ عنہا کا تعلق مدینہ طیبہ کے انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنوسلمہ سے تھا۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ہند بنت عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج۔

آپ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ جن کا شمار انصار کے جلیل القدر صحابیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ دونوں میاں بیوی کو سابقون اولون کا شرف حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے خلاد رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ ۳ھ میں جب غزوہ احد ہوا۔ اس جنگ میں آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ، آپ کے فرزند حضرت خلاد بن عمرو رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ جنگ کے دوران جب مسلمانوں پر سخت وقت آیا تو آپ بھی میدان جنگ میں موجود تھیں۔ آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے شوہر عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ شہید ہو

گئے۔ آپ نے انا للہ۔۔ پڑھی اور پوچھا کہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔ پھر آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے بیٹے خلادؓ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ آپ نے پھر انا للہ۔۔ پڑھی اور پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔ تیسری دفعہ آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمروؓ (حضرت جابرؓ کے والد) بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اس غم ناک خبر سننے کے بعد بھی آپؓ نے انا للہ ۔۔ پڑھی اور رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت کرنے نکل پڑیں کہ خدانخواستہ آپ ﷺ کو کوئی زخم تو نہیں آیا۔ جب لوگوں نے بتایا کہ اللہ کے فضل سے رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں تو آپؓ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ آپؓ فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو بے اختیار عرض کیا!

کل مصیبتۃ بعدک جلل

آپ سلامت ہیں تو سب مصیبتیں کمتر ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ہندؓ ایک اونٹ پر اپنے شوہر، فرزند اور بھائی کی لاشیں لاد کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملاقات ہو گئی جو میدان احد کی طرف رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی خیریت معلوم کرنے جا رہی تھیں۔ ام المومنینؓ نے آپؓ سے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کی؟ آپؓ نے فرمایا! الحمدللہ حضور ﷺ

بخیریت ہیں۔ یہ لاشیں میرے شوہر، بھائی اور بیٹے کی ہیں جنہوں نے لڑائی میں شہادت پائی ہے۔

اتنے میں ان کا اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ انہوں نے ہر چند اسے مدینہ کی طرف ہانکا لیکن اس نے مدینہ کی طرف ایک قدم نہیں اٹھایا۔ ام المومنین ؓ نے فرمایا کہ اس پر بوجھ بہت زیادہ ہے۔ حضرت ہند ؓ نے عرض کیا! نہیں ام المومنین ؓ! اس پر تو اس سے زیادہ بوجھ لادا جاتا ہے۔ بالآخر انہوں نے اس اونٹ کا رخ احد کی طرف کی تو وہ فوراً چل پڑا۔ حضرت ہند ؓ تینوں شہیدوں کی لاشیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ دوسرے شہیدوں کو دفنا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے تینوں شہیدوں کو باقی شہداء کے ساتھ دفن کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہند ؓ سے پوچھا؟ کیا ان میں سے کسی نے گھر سے چلتے وقت کچھ کہا تھا۔

حضرت ہند ؓ نے عرض کیا! ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! میرے شوہر نے گھر سے چلتے وقت یہ دعا کی تھی کہ یا الٰہی! مجھ کو شہادت نصیب فرمایئے، اور مجھ کو ناامید اپنے اہل وعیال میں واپس نہ لایئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے ایسے افراد بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دیں تو اللہ ان کی لاج رکھ لے۔ ان میں سے ایک عمرو بن جموح ؓ ہیں۔ میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ جنت میں لنگڑاتے ہوئے چل رہے ہیں۔ (اصابہ)

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت عمرو بن جموحؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا جائے ۔ وہ دونوں دنیا میں ایک دوسرے سے بہت مخلصانہ محبت رکھتے تھے۔

حضرت ہندؓ نے اپنی باقی زندگی عبادت اور پرہیزگاری میں گزاری۔ آپؓ کثرت سے روزے رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

حضرت عفراء بنت عبید ؓ

(حضرت معاذ ؓ اور معوذ ؓ کی والدہ)

حضرت عفراء بنت عبید ؓ کے والد کا نام عبید بن ثعلبہ انصاری تھا اور ان کی والدہ کا نام رعاۃ بنت عدی تھا۔ آپ ؓ کی پہلی شادی حارث بن رفاعہ سے ہوئی، ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے معاذ، معوذ اور عوف۔ حارث بن رفاعہ کی وفات کے بعد آپ کی دوسری شادی حضرت بکیر بن لیثی ؓ سے ہوئی۔ ان سے چار بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ریاس، عاقل، خالد اور عامر تھے۔ (الاصابہ)

آپ ؓ کے یہ ساتوں بیٹے غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ ؓ خوش قسمت ترین ماں تھیں جن کے سات بیٹے اسلام کی پہلی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لئے جنگ میں شریک ہوئے۔ ماں کی تربیت اور عمدہ پرورش کی وجہ سے بعض مورخین نے کتابوں میں حضرت معاذ ؓ اور حضرت معوذ ؓ کو ابن عفراء لکھا ہے۔ آپ کے تینوں بیٹے حضرت معاذ ؓ، حضرت معوذ ؓ اور حضرت عوف ؓ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

غزوہ بدر میں جب کفار مکہ کے تین سردار عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں مبارزت دی تو مسلمانوں کی طرف سے جو تین جوان سامنے آئے وہ معوذ بن عفراء ؓ، عوف بن عفراء ؓ اور عبداللہ بن رواحہ ؓ تھے۔ لیکن کفار مکہ نے ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارے مقابلے کے لئے

ہمارے قبیلے کے لوگ آ گئے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبید بن حارثؓ کو مقابلے کے لئے بھیجا۔

(سنن ابوداؤد)

حضرت عفراء بنت عبیدؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے ساتوں بیٹوں نے شہادت کا اعلیٰ مقام پایا جو کسی اور ماں کو حاصل نہیں ہوا۔ آپؓ کے چار بیٹے حضرت عوفؓ، معوذؓ، معاذؓ اور عاقل غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ حضرت معوذؓ اور حضرت معاذؓ کو غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل کو قتل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت خالدؓ معرکہ رجیع میں شہید ہوئے، حضرت عامرؓ بیئر معونہ میں شہید ہوئے اور حضرت ایاسؓ نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ (الاصابہ)

بعض روایت میں آیا ہے کہ حضرت معوذؓ نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں شہادت پائی۔ (واللہ عالم بصواب)

حضرت ام علقمہ ؓ

(حضرت علقمہ ؓ کی والدہ)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت ہے کہ علقمہ ؓ نام کے ایک صحابی تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگ ان کو کلمہ شہادت پڑھنے کی تلقین کرنے لگے لیکن ان کی زبان سے کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا۔

حضرت علقمہ ؓ کی بیوی نے آدمی بھیج کے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کرائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا وہ نماز پڑھتا ہے؟ لوگوں نے کہا! ہاں۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام ؓ کے ساتھ علقمہ ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے علقمہ ؓ کو دیکھا اور فرمایا! علقمہ کہو لا الہ الا اللہ۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں یہ کہنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا علقمہ ؓ کے ماں باپ زندہ ہیں۔

آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ علقمہ ؓ کی ماں زندہ ہیں اور وہ علقمہ سے ناراض ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ام علقمہ ؓ کو پیغام بھجوایا کہ میں آپ ؓ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ میرے پاس آجائیں نہیں تو میں آپ کے پاس آجاؤں گا۔

ام علقمہ ؓ نے پیغام بھجوایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں زحمت کرتے ہیں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتی ہوں۔

چنانچہ حضرت ام علقمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو گئیں۔
رسول اللہ ﷺ نے علقمہ ؓ کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ علقمہ ؓ نہایت نیک آدمی ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے کہنے میں آ کر میری نافرمانی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اس کی خطا معاف کر دو تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔

ام علقمہ ؓ نے کہا کہ میں بہت دکھی ہوں اور میرا دل اسے معاف کرنے کو نہیں چاہتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور اس میں علقمہ ؓ کو جلا دو۔

ام علقمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سن کر گھبرا گئیں اور کہنے لگیں! کیا میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں یہ عذاب بہت ہلکا ہے۔ اللہ کی قسم! جب تک آپ اس سے ناراض ہیں نہ اس کی نماز قبول ہو گی اور نہ صدقہ۔

ام علقمہ ؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو اور حاضرین کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں نے علقمہ ؓ کو معاف کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو کہ علقمہ ؓ کی زبان سے کلمۂ شہادت جاری ہوا یا نہیں۔ حاضرین نے دیکھا تو وہ کلمہ شہادت پڑھ

رہے ہیں اور یہ کلمہ پڑھتے پڑھتے ان کی روح پرواز کرگئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسے جہنم کی آگ سے بچالیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو غسل دو اور کفن پہناؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنازے کے ساتھ قبرستان تک گئے، جب ان کو دفن کر دیا تو آپ ﷺ صحابہ کرام ؓ سے مخاطب ہوئے:

''جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کے فرض قبول کرتا ہے اور نہ نفل۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے اور اپنی ماں سے نیکی کرے اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرلے۔ اللہ کی رضا ماں کی رضا پر موقوف ہے اور اللہ کی ناراضگی ماں کی ناراضگی میں ہے۔'' (طبرانی)

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کے دربار میں بہادر اور اللہ والی خاتون حضرت ام علقمہ ؓ کو پیش کیا گیا۔ جب انہوں نے حجاج کو دیکھا تو نفرت اور حقارت سے اپنا منہ دوسری طرف پھیرلیا۔ حجاج کے لئے یہ بات نہ صرف حیران کن تھا بلکہ اس کے غیظ اور غضب کو بھڑکانے کا سبب بھی تھا۔ حجاج نے انتہائی غصہ سے ام علقمہ ؓ

کومخاطب کرتے ہوئے کہا!

اے خارجیہ! میری طرف منہ کر کے دیکھو۔ (حجاج اپنے نظریہ کے علاوہ دوسروں کوخارجی یعنی اسلام سے خارج سمجھتا تھا)

ام علقمہ ؓ نے فرمایا! جو منہ بارگاہ خداوندی سے مردود ہو چکا ہواس کی طرف کیونکہ دیکھوں۔

یہ ایک ایسا جملہ تھا جوحجاج کے ہوش گم کر دینے کے لئے کافی تھا۔ جس شخص کے سامنے بڑے بڑے بہادر اس کے بے ہودہ باتیں خاموشی سے سنتے تھے اس کے سامنے ایک کمزور عورت زنجیروں سے بندھی ہوئی بھرے دربار میں اسے للکار رہی تھی۔ یہ توہین وہ کیسی برداشت کرسکتا تھا وہ غصہ سے کانپنے لگا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ اس عورت کے خون کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے مصاحبوں کے کہا کہ اس کا خون حلال ہے۔ مصاحبوں کا تو کام ہی ہاں میں ہاں ملانا ہوتا ہے۔ اس بات کا مطلب یہ تھا کہ ام علقمہ ؓ کے موت کا فیصلہ ہو چکا ہے لیکن وہ بہادر خاتون یہ سن کر مسکرا رہیں تھیں۔

حجاج! اس موقعہ پرتمہارے مسکرانے کی کیا وجہ ہے؟

ام علقمہ ؓ! تیرے مصاحبوں نے تو غلاموں کو بھی مات کر دیا۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں درباریوں سے پوچھا تھا توانہوں نے کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کے بھائی کو چند روز کی مہلت

دو مگر تیرے مصاحب ان سے بڑھے ہوئے ہیں کہ ایک بے گناہ عورت کے خون کو حلال قرار دے رہے ہیں۔

حجاج ام علقمہ ؓ کا جواب سن کر شرمندہ ہو گیا اور اپنی تلوار نیام میں رکھ کر ام علقمہ ؓ کو آزاد کر دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حجاج نے تلوار نیام سے باہر نکالی ہو اور بغیر کسی کا خون کئے واپس نیام میں چلی گئی ہو۔ ام علقمہ ؓ کی شجاعت اور دلیری کی وجہ سے یہ حجاج کی ذلت آمیز شکست اور شرمندگی کا موقع تھا۔

حضرت جمیلہ بنت عبداللہؓ

(حضرت عبداللہ بن حنظلہ اسدیؓ کی والدہ)

حضرت جمیلہ بنت عبداللہؓ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیٔ بن سلول کی بیٹی تھیں، آپ کی والدہ کا نام خولہ بنت منذر تھا۔ حضرت جمیلہ ؓ نے یکہ بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی صحابی رسول غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر اسدیؓ سے کی جو جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن حنظلہ اسدیؓ تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے غزوہ احد کے دن حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ کی شہادت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ایک دوسری وایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے دیکھا فرشتے زمین و آسمان کے درمیان حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں، چاندی کے برتنوں میں بادلوں کا پانی ڈال رہے ہیں۔

اس کے متعلق جب ان کی اہلیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ جنبی تھے، جہاد کی پکار سن کر فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے غسل کرنے تک کا انتظار نہیں کیا۔ اس لئے انہیں فرشتوں نے غسل دیا۔

(مستدرک حاکم)

حضرت حنظلہؓ کے بعد حضرت جمیلہؓ نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے شادی کر لی لیکن ان کی آپس میں نہ بنی تو ان میں علیحدگی ہو گئی۔ حضرت ثابت

بن قیسؓ کے آپ کا ایک بیٹا محمد نام ہوا۔ پھر آپؓ کی شادی مالک بن وخشمؓ سے ہوئی جو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ان سے ایک بیٹی فریعہ پیدا ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد بنوخزرج کے ہی ایک شخص خبیب بن لیافؓ سے ہوئی جن سے ایک بیتا عبداللہؓ پیدا ہوئے۔

حضرت جمیلہؓ کے دو بیٹے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ اور محمد بن ثابتؓ معرکہ جراء میں شہید ہوئے۔

حضرت سلافہ بنت سعد انصاری ؓ

(حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کی والدہ)

حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کے والد غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے تھے اور حضرت علی ؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ زمانہ اسلام سے پہلے خانہ کعبہ کی کلید برداری کا منصب انہی کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت عثمان بن طلحہ ؓ نے فتح مکہ سے پہلے حضرت خالد بن ولید ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ فتح مکہ کے وقت خانہ کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ ؓ ہی تھے۔ فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو بھیجا کہ جا کر عثمان بن طلحہ ؓ سے خانہ کعبہ کی چابی لے آؤ کیوں کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ حضرت بلال ؓ جب عثمان بن طلحہ ؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ چابی تو میری والدہ کے پاس ہے۔ حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کے کہنے پر وہ ان کی والدہ کے پاس گئے اور ان سے بیت اللہ کی چابی مانگی۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا!

لات وعزیٰ کی قسم! میں محمد (ﷺ) کو چابی نہیں دوں گی۔

حضرت عثمان بن طلحہ ؓ نے کہا! اے اماں جان! یہ چابی مجھے دے دو کیونکہ جن کا حکم آیا ہے وہ رد نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تم نے چابی ان کو نہیں دی تو میں اور میرا بھائی شیبہ مارے جائیں گے۔

ان کی والدہ نے ان کو چابی دے دی۔ رسول اللہ ﷺ تک چابی

حضرت عمرؓ کے ذریعہ پہنچائی گئی۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ دروازے پر سے لوگوں کو ہٹاتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں تصاویر دیکھیں، انبیاء کرام، فرشتوں کی، حضرت مریمؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تصاویر بنائی ہوئی تھیں۔ اس کے ساتھ قسمت آزمائی کے لئے تیر رکھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

قاتل اللّٰہ قوما یصورون مالا یخلقون

ہلاک کرے ایسی قوم کو جس نے یہ تصاویر بنائیں جو یہ تخلیق نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے ذریعہ تمام تصاویر مٹوا دیں۔ بیت اللہ کو تمام تصاویر اور مجسموں سے پاک کر کے پانی سے دھلوادیا۔

سلافہ بنت سعد یہ تمام منظر دیکھ رہیں تھیں اور سوچ رہیں تھیں کہ جن لوگوں نے رسول اللہ (ﷺ) کو تکالیف پہنچائی ہیں آپ (ﷺ) ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اتنے میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی آواز آئی کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم لوگ میرے بارے میں کیا خیال کرتے ہو کہ میں اب کیا کرنے والا ہوں۔ مکہ والوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہمیں آپ سے خیر کی امید ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا۔ تم پر آج کے دن کوئی پکڑ نہیں اللہ تمہیں معاف کرے، وہی بہت رحم کرنے والا ہے۔ پس آج تم سب تمام الزامات سے بری اور آزاد ہو۔

اس وقت حضرت علیؓ کے ہاتھ میں بیت اللہ کی چابیاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلایا اور حضرت علیؓ سے چابیاں لے کران کے حوالے کر دیں اور فرمایا! یہ چابیاں لو اے عثمان، اب یہ تمہاری نسل میں رہیں گی جو تم سے یہ چابیاں چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

حضرت عثمان بن طلحہؓ نے چابیاں لے کر اپنی والدہ کے حوالے کر دیں۔ انہوں نے جب چابیاں پکڑیں تو بولیں کہ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ میری آنکھیں اس کی تصدیق نہیں کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ آج آپ ﷺ ہم سے قتل و غارت کرنے کا حساب لیں گے یا تو ماردیں گے یا جلاوطن کر دیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے تو سب کو معاف کر دیا، پہلے میرا خیال تھا کہ آپ ﷺ اپنے چچا عباسؓ اور بنی عبدالمطلب کو چابی اور پانی پلانے کا منصب دے دیں گے مگر آپ تو ایسے شفیق اور مہربان ہیں کہ رحمت اور شفقت کی بہار لے آئے ہیں اور اس کو سب پر بکھیر دیا۔ پھر سلافہ بنت سعدؓ نے اپنے بیٹے حضرت عثمان بن طلحہؓ سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو میں کلمہ پڑھ کران کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتی ہوں۔

حضرت عثمان بن طلحہ ؓ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔

اے ماں! کیا آپ حق کو قبول کرنے والی ہیں۔

ماں نے کہا! ہاں۔ میں حق کو قبول کرتے ہوئے کہتی ہوں!

اشهد ان لا الهٰ الا اللّٰه و ان محمد ا عبده و رسوله

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

ام البنین حضرت فاطمہ بنت حزام ؓ

(حضرت عباسؒ بن علیؓ کی والدہ)

حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی اہلیہ تھیں جو حضرت فاطمہ الزہراؓ کی وفات کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں۔ آپ کے چار فرزند تھے، عباس بن علیؒ، جعفر بن علیؒ، عثمان بن علیؒ اور عبداللہ بن علیؒ۔ حضرت عباس بن علیؒ قافلہ حسینیؓ میں علمبردار تھے اور سب بھائی ۱۰ ارمحرم ۶۱ ھ کو شہید ہوئے۔

آپ کا نسب: ام البنین حضرت فاطمہ بنت حزام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ بن الوحید بن عامر بن کعب بن کلاب۔ آپ کی والد کا نسب، ثمامہ بنت سہل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب تھا۔

آپ کو باب الحوائج، ام البنین اور ام العباس کے القابات سے پکارا جاتا تھا۔

آپ کی وفات ۶۸۳ء میں مدینہ میں ہوئی اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت کبشہ بنت رافع بن عبید ؓ

(حضرت سعد بن معاذ ؓ کی والدہ)

حضرت کبشہ بنت رافع بن عبید ؓ جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ آپ کے والدہ کا نام ام ربع بنت مالک اور خاوند کا نام معاذ بن نعمان تھا۔ آپ کی اولاد میں سعد، عمرو، ایاس، عقرب اور ام حزام تھے۔

آپ ؓ کی بیٹے حضرت سعد بن معاذ ؓ غزوہ احزاب میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے تھے اور بعد میں اسی زخم کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے۔ آپ ؓ بنو خزرج کے سردار تھے۔ آپ کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی تھی۔

حضرت سعد بن معاذ ؓ کی والدہ حضرت کبشہ ؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر ؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ ان کی تبلیغ سے حضرت سعد ؓ نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت سعد ؓ اتنے ہر دل عزیز سردار تھے کہ ان کے کہنے پر پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا، آپ ؓ کی والدہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت ہالہ بنت خویلدؓ

(حضرت ابوالعاصؓ کی والدہ)

حضرت ہالہ بنت خویلدؓ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کی بہن اور خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ کی بیٹی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی سالی تھیں۔ آپ ؓ حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ (ﷺ) کی خالہ اور ساس تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔

آپؓ اسلام کے شروع دنوں میں مسلمان ہوگئیں تھیں اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ آپ ؓ بھی رسول اللہ ﷺ سے ملنے آتی رہتی تھیں۔ آپ کی شادی ربیع بن عبدالعزیٰ سے ہوئی جن سے حضرت ابوالعاص پیدا ہوئے جو رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے۔ (اسدالغابہ)

عبداللہ بن مبارکؒ اور ایک نیک خاتون کا قصہ

(تین نوجون بیٹوں کی والدہ)

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں گھر سے حج کے لئے نکلا۔ میں نے پہلے روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ابھی میں راستے میں ہی تھا کہ مجھے ایک جگہ جس کا نام ''سواد'' تھا ایک بوڑھی عورت ملی۔ وہ اون کی اوڑھنی پہنے ہوئی تھی میں نے انہیں سلام کیا۔

السلام علیک و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ'

انہوں نے جواب دیا! **سلام قولاً من رب الرحیم**

(سورۃ یٰس ۔ ۵۸)

مہربان پروردگار کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔

میں نے پوچھا! اللہ آپ پر رحم کرے آپ اس جگہ کیا کر رہی ہیں۔

اس نے جواب دیا!

من یضلل اللّٰہ فلا ھادی لہ و یذرھم فی طغیانھم یعمھون

جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور اللہ ان کو چھوڑ دیتا ہے ان کی سرکشی میں کہ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔

میں سمجھ گیا کہ یہ راستہ بھٹک گئی ہے۔ اور اس کو کوئی راستہ بتانے والا نہیں مل رہا۔ میں نے پوچھا! کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے جواب دیا!

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ
اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا
ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ O

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنی بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ
تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں
دکھائیں، بے شک وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بیت المقدس جانا چاہتی ہے۔ میں نے ان سے
پوچھا کہ آپ یہاں کب سے ہو؟

اس نے کہا!

قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَةً ط قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاس
ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا O

(سورۃ مریم ۔ ۱۰)

کہا کہ پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا! نشانی یہ ہے کہ تم
صحیح سالم ہو کر تین رات (دن) لوگوں سے باتیں نہ کر سکو گے۔

پھر میں نے پوچھا! آپ کس چیز کے ساتھ وضو کرتی ہو؟

اس نے جواب دیا!

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُکٰرٰی

حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ط وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا O

(سورۃ النساء ۔ ۴۳)

مومنو! جب تم نشے کی حالت ہو میں نماز کے قریب مت جاؤ، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم منہ سے کیا کہتے ہو اور نہ ناپاکی کی حالت میں سوائے اس کے کہ تم سفر میں ہو، یہاں تک کہ غسل کرلو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورت سے قربت کی ہو، پھر تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی لے کر اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو، بے شک اللہ درگزر کرنے والا، مغفرت کرنے والا ہے۔

پھر میں نے کہا! میرے پاس کھانا ہے آپ کھانا کھالیں۔

اس نے کہا!

اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ

لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ج فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ص وَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ج وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ لا فِي الْمَسٰجِدِ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَo

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۸۷)

روزے کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی بیویوں سے بے تکلف ہونا حلال کر دیا ہے، وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا، اور تم سے درگزر کیا، پس تم (رات میں) ان سے جسمانی میل جول کر لیا کرو اور اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ مقدر کر دیا ہے اس کو حاصل کرو اور جب تک صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ داری سے ممتاز نہ ہو، اس وقت تک (صبح صادق تک) کھاؤ پیو پھر تم رات تک روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو تو اپنی

بیویوں سے اختلاط نہ کیا کرو، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، سوتم اس کے نزدیک بھی نہ جاؤ، اللہ لوگوں کے لئے اپنے احکام اسی طرح کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیز گار ہو جائیں۔

میں سمجھ گیا کہ بڑھیا کا روزہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ اس نے کہا!

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۸)

بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو ان پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص اپنے خوشی سے نیکی کرے گا تو اللہ قدر کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔

میں سمجھ گیا ان کا نفلی روزہ ہے۔ میں نے کہا! سفر میں تو فرض روزہ بھی نہ رکھنا جائز ہے، یہ تو پھر نفلی ہے۔ اس نے جواب دیا!

أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ

مِسۡكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُواْ

خَيۡرٌ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۸۴)

گنتی کے چند روز، پھر اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر لے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں (مگر روزہ نہ رکھیں) تو اس کے بدلے میں ایک محتاج کو کھانا کھلانا ہے۔ پھر جو کوئی اپنے شوق سے مزید نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، اور تمہارے لئے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

ان کی مراد یہ تھی کہ اگر چہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اور نیکی ہے۔

آخر میں نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ وہ اس طرح بات کیوں کرتی ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا!

وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٌ ط إِنَّ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡبَصَرَ

وَٱلۡفُؤَادَ كُلُّ أُوْلَـٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔولًا O

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۳۶)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تجھے علم نہ ہو بے شک کان اور آنکھ اور دل میں سے ان سب کے بارے میں سوال ہوگا۔

میں نے کہا! آپ مجھ سے ناراض ہوگئیں مجھے معاف فرمائیں۔

انہوں نے کہا!

قَالَ لاَ تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ O

(سورۃ یوسف ۔ ۹۲)

اس نے کہا آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے
اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

میں نے کہا کہ اگر آپ کو ضرورت ہے تو میں اپنی اونٹنی پر سوار کر کے آپ کے قافلے تک پہنچادوں۔ انہوں نے کہا!

الْحَجُّ أَشْھُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فَلاَ
رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِیْ الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ
خَیْرٍ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوَی
وَاتَّقُونِ یَا أُوْلِیْ الأَلْبَابِ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۹۷)

حج کے چند معلوم مہینے ہیں پس جو کوئی ان میں حج کا پختہ ارادہ کر لے تو اس کو دوران حج نہ تو عورتوں سے بے تکلفی کرنی چاہیئے نہ گناہ کا کام اور نہ لڑائی جھگڑا، اور تم جو نیک کام کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا، اور زاد راہ بھی لے لیا کرو پھر بہترین زادراہ تو تقوی ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔ میں نے اپنی اونٹنی بٹھادی تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں۔

پھر انہوں نے کہا!

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ O

(سورۃ النور ۔ ۳۰)

آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں بلاشبہ اللہ اس سے باخبر ہے۔

میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور ان سے سوار ہونے کے لئے کہا۔ لیکن جب وہ سوار ہونے لگیں تو اونٹنی بدک گئی اور ان کے کپڑے پھٹ گئے۔ وہ کہنے لگیں!

وَمَا اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَیَعۡفُوۡ عَنۡ کَثِیۡرٍ O (سورۃ الشوریٰ ۔ ۳۰)

اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سے (گناہوں کو) اللہ معاف کر دیتا ہے۔

میں نے کہا! صبر کرو میں اونٹنی کی ٹانگ باندھ دیتا ہوں تو انہوں نے کہا!

فَفَہَّمۡنٰہَا سُلَیۡمٰنَ وَکُلًّا اٰتَیۡنَا حُکۡمًا وَّعِلۡمًا وَّسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ یُسَبِّحۡنَ وَالطَّیۡرَ وَکُنَّا فٰعِلِیۡنَ O

(سورۃ الانبیاء ۔ ۷۹)

پھر ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے ہر ایک کو حکمت اور علم دے رکھا ہے اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد (علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو تسبیح کرتے تھے، اور پرندوں کو بھی اور ہم ہی کرنے والے تھے۔

پھر میں نے اونٹنی کے پاؤں باندھ دئے اور ان سے کہا کہ اب آپ سوار ہو جائیں۔ وہ اونٹنی پر سوار ہو گئیں تو انہوں نے کہا!

لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ Oوَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ O

(سورۃ الزخرف: ۱۴۔۱۳)

تاکہ تم اس کی پشت کر جم کر بیٹھو اور جب تم اس پر جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے، اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور تیز تیز چلنے لگا اور تیز آواز میں ہدی گاتا رہا۔ تو اس پر انہوں نے کہا!

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْيِکَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِکَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ O

(سورۃ لقمان ۔ ۱۹)

اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو کیونکہ آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔

یہ سن کر میں لگام تھام کر آہستہ آہستہ چلنے لگا اور اشعار گنگنانے لگا۔ تو پھر انہوں نے کہا!

إِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ أَنَّکَ تَقُومُ أَدْنَی مِن ثُلُثَیِ اللَّیْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَؤُوا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَن سَیَکُونُ مِنکُم مَّرْضَی وَآخَرُونَ یَضْرِبُونَ فِیْ الْأَرْضِ یَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللّٰهِ وَآخَرُونَ یُقَاتِلُونَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاقْرَؤُوا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّکَاةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِکُم مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَیْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِیْمٌ (20)

(سورۃ المزمل ۔ ۲۰)

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت دو تہائی رات (نماز تہجد میں) کھڑی رہتی ہے اور

رات اور دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے اس لئے اس نے تم پر مہربانی فرمائی، سو تم جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو، اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہیں۔ اور بعض روزی کی تلاش میں ملک میں سفر کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے سو جتنا آسانی سے پڑھ سکو تو اس میں سے پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اس کو قرض حسنہ دو اور جو تم بھلائی اپنے آگے بھیجو گے، اللہ کے پاس اس کو بہتر اور اجر کے اعتبار سے بڑھا ہوا پاؤ گے اور اللہ سے معافی مانگتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اس خاتون کا مطلب تھا کہ اشعار پڑھنے سے بہتر ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے۔ میں نے کہا! کیونکہ اس میں خیر و برکت رکھی گئی ہے۔

يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُواْ الأَلْبَابِ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۶۹)

وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے اور جس کو دانائی دی گئی تو اس کو بڑی بھلائی مل گئی اور یہ بات عقل مند لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

میں تھوڑی دور تک خاموشی سے سفر کرتا رہا پھر میں نے ان سے پوچھا! آپ کے شوہر ہیں؟ تو انہوں نے کہا!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاء إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ O

(سورۃ المائدہ ۔ ۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں اور اگر تم قرآن کے نازل ہوتے وقت ان کو پوچھو گے تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔ (گزشتہ سوالات) اللہ نے معاف کردئے اور اللہ بخشنے والا بڑے حلم والا ہے۔

پھر میں خاموشی سے چلتا رہا یہاں تک کہ میں ان کے قافلے والوں سے مل گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس قافلے میں تمہارا کون ہے۔ انہوں نے کہا!

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَاباً وَخَيْرٌ أَمَلاً O

(سورۃ الکھف ۔ ۴۶)

مال اور اولاد تو دنیا کہ رونق ہیں اور باقی رہ جانے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے اور امید کے اعتبار سے بہت بہتر ہیں۔

میں سمجھ گیا کہ اس قافلے میں اس کے بیٹے ہیں۔ میں نے ان کی پہچان پوچھی؟ تو انہوں نے کہا!

وَعَلامَاتٍ وَبِالنَّجمِ هُمْ يَهْتَدُونَ O

(سورۃ النحل ۔ ۱۶)

اور بہت سی نشانیاں اور وہ ستاروں سے راستہ معلوم کرتے ہیں

میں سمجھ گیا کہ وہ قافلے کو راستہ بتانے والے ہوں گے۔ اس لئے میں قافلے کے سب سے آگے والے اونٹ کے پاس پہنچ گیا اور اس بوڑھی عورت سے پوچھا کہ ان میں سے کون سا تمہارا بیٹا ہے۔

انہوں نے جواب دیا!

وَاتَّخَذَاللّٰهُ اِبْرَاهِيمَ خَلِيْلاً وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوسیٰ تَكْلِيمًا

يَا يَحيىٰ خُذِالْكِتَابَ بِقُوَّةٍ

اور ابراہیم اللہ نے اپنا دوست بنالیا، اور موسیٰ سے اللہ نے باتیں کیں،

اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔

تو میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ میں نے اے ابراہیم، اے موسیٰ اور اے یحییٰ کہہ کر آواز دی۔ تو تینوں خوبصورت نو جوان سامنے آ گئے۔ میں ان کے ساتھ بیٹھا تو اس بڑھیا نے کہا!

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَاماً فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا

يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ أَحَداً O

(سورۃ الکہف ۔ ١٩)

اوراس طرح ہم نے ان کو جگادیا تا کہ وہ آپس میں پوچھیں ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم یہاں کتنی دیر ٹھہرے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یادن کا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے اور کہنے لگے کہ تمہارا رب ہی جانتا ہے کہ تم کتنی دیر ٹھہرے، اب تم اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ پھر وہ دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے سواس میں سے کچھ کھانا تمہارے پاس لے آئے اور چاہئے کہ وہ چپکے سے آ جائے اور کسی کو خبر نہ ہونے دے۔

ان بھائیوں میں سے ایک اٹھا اور کھانا خریدنے چلا گیا۔ انہوں نے وہ کھانا میرے سامنے رکھ دیا تو بڑھیا نے کہا!

كُلُوا وَاشۡرَبُوا هَنِيئاً بِمَا أَسۡلَفۡتُمۡ فِيۡ الۡأَيَّامِ الۡخَالِيَةِ O

(سورۃ الحاقہ ۔ ٢٤)

مزے سے کھاؤ پیوان کاموں کے صلے میں جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیئے ہیں۔

میں نے کہا کہ مجھ پر تمہارا کھانا حرام ہے یہاں تک کہ تم مجھے اس بڑھیا کے متعلق بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں ہے چالیس سال سے قرآن کے علاوہ اور کچھ نہیں بولتی ہے۔ ان کو خوف ہے کہ کہیں زبان سے کوئی لغزش نہ ہو

جائے اور اس پر رحمان کی ناراضگی کا سبب بنے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔

پھر میں نے کہا!

ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ O

(سورۃ جمعہ ۔۴)

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

(بحوالہ اسلاف کی یادیں)

حضرت بایزید بسطامیؒ کی والدہ

حضرت بایزید بسطامیؒ کا پورا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشؒ تھا۔ آپؒ کے دادا آتش پرست تھے اور آپ کے والد کا شمار بسطام کے عظیم بزرگوں میں ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ پیدائشی طور پر اللہ کے ولی تھے اور حضرت احمد حضرویہؒ، حضرت ابوحفصؒ اور حضرت یحییٰ بن معاذؒ کے ہمعصر تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزید میرے شکم میں تھے تو اگر کوئی مشکوک غذا میرے پیٹ میں چلی جاتی تھی تو مجھ پر بے چینی اور بے کلی طاری ہو جاتی تھی۔ میں اپنے حلق میں انگلی ڈال کر وہ شے قے کر دیتی تھی تو مجھے سکون ملتا تھا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ طریقت میں سب سے بڑی دولت وہ ہے جو مادرزاد ہو، اس کے بعد آنکھوں دیکھی اور اس کے بعد کانوں سنی ہو۔ اگر یہ تینوں چیزیں حاصل نہ ہوں تو اچانک مرجانا بہتر ہے۔

جب آپ مکتب میں داخل ہوئے تو آپ نے سورۃ لقمان میں یہ آیت پڑھی کہ

"ان اشکرلی ولوالدیک"

یعنی میرا شکرادا کرو اور اپنے والدین کا۔

آپ نے گھر آ کر اپنی والدہ سے کہا! مجھ سے دو ہستیوں کا شکرادا نہیں ہو سکتا، لہٰذا آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں تاکہ میں آپ کا شکرادا کرتا رہوں یا پھر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ ماں نے اپنا شکر معاف کر دیا۔ چنانچہ آپ گھر سے

نکل کر (ملک) شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر ذکر الٰہی اور عبادت کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ آپ نے وہاں تین سال گزارے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ نے یادِ الٰہی میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ وہاں آپ نے ایک سو ستر مشائخ سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا۔ ان سے سیراب ہو کر آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کی ادارت میں داخل ہو گئے۔ ایک مرتبہ آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اے بایزید! فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھا لاؤ۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ طاق کس جگہ ہے۔

امام جعفرؒ نے فرمایا کہ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا۔ آپ نے عرض کیا کہ طاق تو کیا میں نے تو کبھی آپ کے سامنے اپنا سر بھی نہیں اٹھایا۔ اس وقت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اب تم مکمل ہو چکے ہو لہٰذا بسطام واپس چلے جاؤ۔

ایک دفعہ آپ نے کسی بزرگ کی بہت تعریف سنی۔ آپ کو بھی ان سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ آپ ان سے ملنے کے لئے اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کئے بغیر ہی واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتا تو شریعت کے منافی کوئی کام نہ کرتا۔ آپ کا اپنا یہ حال تھا کہ کبھی مسجد کی طرف جاتے ہوئے بھی راستے میں نہیں تھوکتے تھے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ جس کام کو میں مؤخر سمجھتا تھا وہ

سب سے مقدم نکلا اور وہ والدہ کی رضا تھی اور فرمایا کہ جو کچھ میں ریاضت ، مجاہدات اور مسافرت میں ڈھونڈتا رہا وہ والدین کی خدمت میں پایا۔ آپؒ نے فرمایا کہ تمام عبادتوں کی اصل ماں باپ کی خدمت ہے جس کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے اکثر لوگ جنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اطراف عالم میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کے ماں باپ ان سے باراض ہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے ہیں وہ سب میری والدہ کی اطاعت کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا۔ لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں بالکل پانی نہیں تھا۔ چنانچہ میں گھڑا لے کر نہر پر گیا اور وہاں سے پانی بھر کر لایا۔ میرے واپس آنے تک میری والدہ سو چکی تھیں۔ میں پوری رات پانی لئے کھڑا رہا حتیٰ کے شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی پیالے میں جم گیا۔ جب والدہ بیدار ہوئیں اور میں نے پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے پانی رکھ دیا ہوتا۔ اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے عرض کہا کہ محض اس خوف سے کہ آپ کو بیدار ہو کر پانی نہ پینے کی وجہ سے تکلیف ہو۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے بہت دعائیں دیں۔

اس طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن میں رات بھر اسی پریشانی میں رہا کہ نہ معلوم داہنا کھولوں یا بایاں۔ کیونکہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھول دیا تو حکم عدولی ہو گی۔ انہی خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھ کو حاصل ہوئے ہیں۔

نوجوان مجاہد اور اس کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک شخص رہتا تھا جو ابوقدامہ شامی کے نام سے مشہور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں جہاد کی محبت ڈال دی تھی۔ ان کی زندگی کا زیادہ تر وقت اللہ کے راستے میں جہاد کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ جہاد پر جاتے رہتے ہیں۔ آپ کی نظر میں کوئی بہت حیرت انگیز واقعہ ہوا ہو تو ہمیں بھی سنائیے۔

شیخ ابوقدامہ نے فرمایا کہ سنئے!

میرا ایک دفعہ رقہ (شہر) جانا ہوا تا کہ کوئی اونٹ خرید لوں جو ہمارے اسلحہ کو اٹھانے کے کام آسکے۔ میں وہاں ایک دن دریائے فرات کے قریب بیٹھا تھا کہ اچانک ایک عورت میرے سامنے آگئی اور اس نے مجھ سے کہا! اے ابوقدامہ! میں نے سنا ہے کہ تم جہاد سے متعلق وعظ کرتے ہو اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہو۔ میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت لمبے بالوں سے نوازا ہے۔ میں نے اپنے وہ بال جو اکھڑ جاتے ہیں ان کو جمع کر کے ایک رسی تیار کی ہے، اس پر مٹی مل دی ہے تا کہ اس کی بے پردگی نہ ہو۔ آپ یہ رسی لے لیں اور اسے میدان جنگ میں لے جائیں۔ اس کو گھوڑے کے گلے میں ڈال کر جہاد کریں۔ اگر آپ کو خود اس کی ضرورت نہ ہو تو اسے کسی مجاہد کو دے دیں جو اسے جنگ میں استعمال کرے تا کہ جنگ کا گرد و غبار میرے بالوں پر بھی لگ جائے۔ اس طرح

جہاد میں میری بھی شرکت ہو جائے گی۔

میں ایک بیوہ ہوں میرے شوہر ایک جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ میرے کنبے کے سب لوگ جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ اگر مجھ پر بھی جہاد فرض ہوتا تو میں بھی جہاد میں چلی جاتی۔ میں اپنی جگہ اپنے بالوں کو جہاد میں استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ میرا ایک بیٹا ہے اس نے قرآن حفظ کرلیا ہے اور جہاد کی ٹریننگ کر کے گھڑ سواری میں مہارت حاصل کر لی ہے۔ تیراندازی میں ماہر ہو گیا ہے، وہ رات بھر تہجد پڑھتا ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس وقت وہ خوب جوان ہے اس کی عمر پندرہ سال ہے۔ آجکل وہ اپنی زمینوں پر کام کے لئے گیا ہوا ہے۔ جب وہ واپس آئے گا اور آپ یہاں ہوئے تو آپ اس کو اللہ کے راستے میں جہاد پر لے جایئے گا۔ میں آپ کو دین اسلام کی عظمت اور عزت کا واسطہ دیتی ہوں، آپ مجھے اس ثواب سے محروم نہیں کیجئے گا۔

میں نے اس عورت سے اس کے بالوں کی بنی ہوئی رسی لے لی۔ اس عورت نے کہا کہ اسے اپنے سامان میں محفوظ کر کے رکھ لیں تاکہ مجھے تسلی ہو جائے۔ میں نے وہ رسی کو محفوظ کر کے رکھ لیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رقہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے ایک شہسوار کے پکارنے کی آواز آئی!

اے ابوقدامہ! اللہ کے لئے رک جایئے۔ میں رک گیا تو دیکھا کہ ایک نوجوان گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے جس کا چہرہ کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔ آتے ہی

وہ نوجون مجھ سے گلے ملا اور پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ آپ مجھے مل گئے۔ میں نے کہا بیٹا اپنا چہرہ تو دکھاؤ تا کہ میں دیکھوں کہ آپ کون ہیں اور آپ پر جہاد فرض ہو تو اجازت دوں ورنہ آپ کو واپس کر دوں۔ جب اس نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو چاند کی طرح ایک خوبصورت نوعمر جوان تھا۔ میں نے اس سے پوچھا؟ بیٹے! آپ کے والد زندہ ہیں۔ اس نے کہا! نہیں۔ وہ جہاد میں شہید ہو گئے ہیں، میں دشمنوں سے اسی کا بدلہ لینے جا رہا ہوں۔ شاید اللہ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ میں نے کہا! کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ اس نوجوان نے کہا! ہاں۔ پھر میں نے کہا کہ اپنی والدہ سے جا کر جہاد میں شرکت کی اجازت لے کر آؤ۔ اس نوجوان نے کہا! اے ابوقدامہ! آپ مجھے نہیں جانتے۔ میں نے کہا! نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو اسی عورت کا بیٹا ہوں جس نے اپنے سر کے بالوں کی رسی آپ کو دی تھی۔

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں مجھے جہاد پر جانے سے نہ روکیں۔ میں قرآن کا حافظ ہوں اور سنتِ رسول ﷺ کا عالم ہوں۔ میں تیر اندازی اور گھڑ سواری کا ماہر ہوں، مجھے چھوٹا سمجھ کر نظر انداز نہ کریں۔ میری والدہ نے قسم کھائی ہے کہ بغیر فتح کے میں واپس نہ آؤں۔ پھر اس نوجوان نے کہا کہ میری والدہ نے کہا ہے کہ بیٹا جب کفار سے مڈبھیڑ ہو تو پشت نہ دکھانا۔ اللہ کی راہ میں جان دے دینا اور دعا کرنا کہ اپنے والد اور اللہ کا پڑوس نصیب ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب کر دیں تو تم میری شفاعت کرنا کیونکہ شہید اپنے خاندان کے ستر

افراد کی شفاعت کر سکتا ہے۔ میرے ماں نے چلتے وقت مجھے اپنے سینے سے لگا کر اللہ سے یہ دعا مانگی تھی!

اے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، میرے دل کا پھل اور میرے جسم کا پھول ہے، میں نے اس کو تیری خدمت میں پیش کر دیا ہے تو اسے قبول کر لے۔

شیخ ابو قدامہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس لڑکے کی گفتگو سنی تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس خوبصورت نوجون کو دیکھ کر میں اس کی ماں کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ کتنی استقامت ، حوصلہ اور صبر والی خاتون ہے۔ میرے آنسو دیکھ کر لڑکا بولا! چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر آپ میری کم عمری پر رو رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ چھوٹوں کو بھی نافرمانی پر سزا دیتا ہے۔ میں نے کہا! میں تمہاری والدہ کی وجہ سے روتا ہوں کہ تمہاری شہادت ہوگئی تو اس کا کیا بنے گا۔

میں نے اس نوجون کو اپنے ساتھ لیا اور آگے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ سارے راستے وہ نوجوان اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ نوجوان گھڑ سواری کا ماہر ہے۔ ہم جیسے جیسے دشمن کے قریب ہوتے جا رہے تھے اس نوجوان کا جوش وخروش بڑھتا جا رہا تھا۔ دوسرے دن غروب آفتاب کے وقت ہم دشمن کے علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا ، اس دن ہم سب روزے سے تھے۔ اس نوجوان نے ہم سب کے لئے افطاری کا انتظام کیا۔ عشاء کے بعد سب سو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان نیند میں مسکرا رہا ہے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ تم نیند میں مسکرا رہے تھے۔

اس نے کہا کہ ہاں! میں نے رات کو ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک سرسبز وشاداب باغ میں ہوں۔ ابھی میں باغ کی سیر کر رہا تھا تو میں نے ایک عالیشان محل دیکھا جو چاندی، جواہرات اور موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کے دروازے سونے کے تھے اوران پر بہت خوبصورت پردے آویزاں تھے۔ اچانک ان پردوں کو کچھ لڑکیوں نے دروازے سے ہٹایا۔ ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو سب نے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے کہا جلدی مت کیجئے ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔ میں نے سنا وہ آپس میں کہہ رہیں تھیں کہ یہ نوجوان ''مرضیہ'' کا شوہر ہے۔

پھرانہوں نے کہا! اللہ آپ پر رحم فرمائے ذرا آگے بڑھئے۔ میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس محل میں ایک کمرہ ہے جو سب سے بلندی پر ہے اور خالص سونے کا بنا ہوا ہے۔ اس پر زبرجد کا بنا ہوا ایک سبز پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس کے پائے سفید اور چمکدار چاندی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے جس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ میری نگاہوں کی حفاظت نہ کرتا تو میری بینائی چلی جاتی اور میری عقل سلب ہو جاتی۔

جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہا! مرحبا! مرحبا! آیئے آیئے! خوش آمدید، خوش آمدید! اے اللہ کے محبوب! آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کے

لئے ہوں ۔ میں جب اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ کہنے لگی ۔ نہیں نہیں ! ابھی وقت نہیں آیا۔ ہاں ! کل ظہر کے وقت کا وعدہ ہے۔ مبارک ہو، مبارک ہو۔

شیخ ابوقدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے سے کہا! آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ رات بھر ہم اس نوجوان کے خواب پر تعجب کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ اتنے میں کسی پکارنے والے نے پکارا!

یا خیل اللہ ! ارکبی و فی ال جنۃ ارغبی انفروا خفافا ا ثقالا

اے اللہ تعالیٰ کے شہسوارو اوراس کے دین کے مددگارو! سوار ہو کر چلواور جنت کی طرف بڑھو تم ہلکے ہو یا بوجھل جلدی نکلو۔

جونہی یہ آواز ختم ہوئی تو لشکر کفار نمودار ہوا۔ اللہ اس کو ذلیل کرے وہ بہت بڑا لشکر تھا جو چاروں طرف پھیل گیا۔ ہم سب سے پہلے اس نوجوان نے کفار کے لشکر پر حملہ کیا اور ان کی فوج کے اندر تک گھستا چلا گیا۔ اس نے کفار کے جھمگٹے کو تتر بتر کر دیا اور بیچ میں جا کر کفار کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ کئی طاقت ور افراد کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے جب اس نوجوان کو اس طرح لڑتے ہوئے دیکھا تو میں فوراً اس کی مدد کرنے کے لئے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس سے کہا کہ اب تم واپس آجاؤ۔

اس نے کہا! چچا جان ! کیا آپ نے قرآن کی آیت نہیں سنی !

" يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الأَدْبَارَ O "

(سورۃ الانفال ۔ ۱۵)

اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہوتو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔

اے چچا جان! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے مڑکر جہنم کا حقدار ہو جاؤں۔ ہم ابھی یہ باتیں کرہی رہے تھے کہ اچانک دشمن نے ہم پر حملہ کردیا۔ یہ حملہ اس قدر سخت تھا کہ ہم دونوں الگ الگ کفار کے گھیرے میں آ گئے۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔ اس حملہ میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ جب جنگ رکی تو زخمیوں اورشہید کودیکھا گیا۔ میں اپنے گھوڑے پرشہداء کے درمیان گھوم رہا تھا۔ ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ خون کا ایک دریا موجود تھا۔ شہداء کے چہرے گردوغبار کی وجہ سے پہچانے نہیں جارہے تھے۔ اسی دوران میں نے گھوڑوں کے سموں سے کچلا ہوا شدید زخمی حالت میں وہ نوجوان دیکھا جو اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ گردوغبار کی وجہ سے پہچانا نہیں جارہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا اے مسلمانو! خدا کے لئے میرے پاس میرے چچا ابوقدامہ کو بھیج دو۔

میں نے جب اس کی آواز قریب سے سنی تو اس کے پاس پہنچا۔ وہ اس وقت خون میں بری طرح لت پت تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور کہا! میں

ابو قدامہ ہوں۔

اس پر اس لڑکے نے کہا! رب کعبہ کی قسم! خواب کی تعبیر سچی نکلی۔ میں نے جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں اس کے چہرے سے مٹی اور خون صاف کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا پیارے بیٹے! مجھے اپنی شفاعت میں نہیں بھولنا۔

اس لڑکے نے کہا! میں آپ جیسے محسن کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ آپ اپنی چادر سے یہ خون کیوں صاف کرتے ہیں۔ میرا اپنا کپڑا زیادہ مناسب ہے کہ اس سے میرا خون پونچھا جائے۔ اس کے بعد اس نوجوان نے کہا! چچا جان! یہ خون چھوڑ دیجئے، اب میں اپنے رب کے ساتھ اسی خون میں ملاقات کروں گا۔ خواب میں جس کو میں نے دیکھا تھا وہ سامنے کھڑی ہے۔ میری روح نکلنے کا انتظار کر رہی ہے اور وہ لڑکی مجھے بلا رہی ہے۔

چچا جان! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح سلامت واپس لوٹا دیا تو آپ میرے یہ خون آلود کپڑے میری غمزدہ ماں تک پہنچا دیں تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کی وصیت کو پورا کر دیا اور کفار کے سامنے کوئی بزدلی نہیں دکھائی۔ آپ ان کو میرا اسلام پہنچا دیجئے گا اور ان سے کہئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول کر لی۔

اے چچا جان! میری ایک چھوٹی بہن ہے جس کی عمر دس سال ہے۔ جب بھی میں گھر سے باہر جاتا تھا تو وہ مجھے رخصت کرتی تھی اور جب میں گھر آتا تو وہ سب سے پہلے مجھ سے ملتی تھی۔ اس دفعہ جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھ سے کہا

تھا کہ جلدی واپس آ ئیے گا۔ آپ جب میری بہن سے ملیں تو اس کو میرا اسلام کہئے گا اور اس سے کہنا کہ تمہارے بھائی جان نے کہا ہے کہ ''اللہ حافظ! اب قیامت میں ملاقات ہوگی''

یہ کہہ کر اس نوجون نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ ہم نے اس کو وہیں دفنا دیا۔ اللہ اس سے راضی ہو۔

جب ہم جنگ ختم ہونے کے بعد رقہ واپس پہنچے تو میں اس نوجوان کی والدہ سے ملنے گیا۔ اس کی ننھی بہن نے دروازہ کھولا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا! کیا آپ نے میرے بھائی کو کہیں دیکھا؟ میں لوگوں سے پوچھتی ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اسے نہیں جانتے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ میں جہاد سے واپس آ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی واپس نہیں آیا۔ میں نے اس کا جواب دینے کے بجائے اس بچی سے کہا کہ اپنی والدہ کو جا کر بتاؤ کہ دروازے پر ابوقدامہ آئے ہیں۔ میری اس گفتگو کو اندر اس کی ماں نے سن لیا۔ وہ فوراً باہر آئی اور اس کے چہرے کا رنگ فق تھا۔ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا! آپ خوش خبری لے کر ہمارے پاس آئے ہیں یا غم کی خبر لے کر۔

میں نے کہا کہ خوش خبری اور غم کی خبر کی وضاحت کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میرا بیٹا صحیح سلامت واپس آ گیا ہے تو یہ غم کی خبر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے

شہادت سے نوازا ہے تو یہ خوشی کی خبر ہے۔

میں نے کہا! مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربانی قبول کر لی، آپ کا بیٹا دشمن سے بہادری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔

وہ کہنے لگی! یا اللہ! تو نے اسے قبول فرما لیا۔ شکر الحمدللہ! یہ میرا آخرت کا سرمایہ بن گیا۔

پھر میں نے اس نوجون کا پیغام اس کی بہن کو پہنچایا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے کہ

''اللہ حافظ! قیامت میں ملاقات ہوگی''

اس لڑکی نے جب یہ پیغام سنا تو ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ میں نے جب اسے ہلا کر دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ میں نے لڑکے کے خون آلود کپڑے اس کی والدہ کے حوالے کئے اور زخمی زخمی دل سے اس کے گھر سے لوٹ آیا۔ مجھے اس عورت کے صبر اور حوصلے پر تعجب ہو رہا تھا۔

(بحوالہ دعوت جہاد)

حضرت صفیہؓ (ام محمدؒ)

(امام ابن سیرینؒ کی والدہ)

آپؒ کا نام حضرت صفیہؒ اور کنیت ام محمد تھی۔ آپ محمد بن سیرینؒ کی والدہ تھیں۔ امام محمد بن سیرینؒ کے والد حضرت سیرینؓ حضرت انس بن مالکؓ کے آزاد کردہ غلام تھے جو لوہے اور پیتل کے برتن بنانے میں مہارت رکھتے تھے۔ اس فن سے انہوں نے بہت کچھ کمایا تھا اور خوش حال تاجر شمار کئے جاتے تھے۔

جب دنیا کی طرف سے آسودگی ہوئی تو انہیں نکاح کی فکر ہوئی۔ ان دنوں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی ایک باندی سیدہ صفیہؒ اپنے علم و اخلاق، عادات و اطوار میں بہت ممتاز مانی جاتی تھیں۔ اس خاتون کی جہاں اخلاق و عادات بہت اچھی تھیں وہاں اللہ تعالیٰ نے حسن صورت بھی عطا کی تھی۔ اس خوبصورتی اور نیک سیرتی کی وجہ سے مدینہ منورہ کی خواتین انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ ان کے علاوہ امہات المومنین بھی ان سے محبت کرتی تھیں خاص طور پر حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت صفیہؓ ان کو بہت چاہتی تھیں۔

حضرت سیریںؓ نے اپنا پیغام سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا کہ وہ صفیہؒ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ پیغام قبول کر لیا اور آپ کی ان سے شادی کر دی۔ نکاح کی تقریب میں اٹھارہ بدری صحابہ سمیت صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت ابیؓ بن کعبؓ نے نکاح پڑھایا اور دعا کی۔

آپ مشہور محدث اور خوابوں کی تعبیر کے ماہر علامہ محمد بن سیرین ؒ کی والدہ ہیں۔ محمد بن سیرین ؒ کی پیدائش ۳۳ھ میں ہوئی۔ ابن سیرین ؒ اپنے والدہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان سے اتنی دھیمی آواز میں بات کرتے تھے جیسے کوئی راز کی بات کہہ رہے ہوں۔ ناواقف آدمی آپ کو بیمار سمجھتا۔ حضرت صفیہ عمدہ کپڑے پہننے کی شوقین تھیں۔ حضرت ابن سیرین ؒ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اعلیٰ اور نفیس کپڑے اپنی والدہ کے لئے لایا کرتے تھے۔ حضرت صفیہ ؒ نے طویل عمر پائی اور اپنے بیٹے کا عروج کا زمانہ دیکھا۔

حضرت رباب بنت امرؤالقیس رحؒ

(حضرت سکینہؒ بنت حسینؓ کی والدہ)

حضرت ربابؒ بنو کلب کے سردار امرؤالقیس بن عدی کی بیٹی تھیں۔ امرؤالقیس پہلے عیسائی تھے انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ ان کا پورا گھرانہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اسلام قبول کرتے وقت حضرت عمرؓ نے ان کی آنکھوں میں سچائی، غیرت، فہم و فراست اور بہادری دیکھی تو ان سے فرمایا! میں نے آپؓ کو شام میں قیام پذیر بنو قضاعہ کے مسلمانوں کا امیر مقرر کر دیا ہے۔ لوگ اس بات پر حیران تھے کہ ایک شخص نے ابھی اسلام قبول کیا اور حضرت عمرؓ نے انہیں ایک جگہ کا امیر مقرر کر دیا۔ وقت نے ثابت کیا کہ حضرت عمرؓ کی فہم و فراست کمال درجے کی تھی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سردار امرؤالقیسؓ سے ملے۔ اپنا اور اپنے دونوں صاحبزادوں کا تعارف کرایا۔ وہ آپؓ سے مل کر بے حد متاثر ہوا اور اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح حضرت علیؓ کے دونوں بیٹوں سے کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ سردار امرؤالقیسؓ کی بڑی بیٹی سلمیٰ کا نکاح حضرت حسنؓ سے اور چھوٹی بیٹی ربابؓ کا نکاح حضرت حسینؓ سے کر دیا گیا۔ اس طرح انہوں نے دنیا کے عظیم ترین عزت دار گھرانے سے نسبت قائم کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔

حضرت ربابؒ جو پہلے ایک سردار کی بیٹی تھیں اب حضرت حسینؓ کی بیوی ہونے کی وجہ سے شہرت، عزت اور احترام کی بلندیوں پر پہنچ گئیں۔

حضرت ربابؓ کا شمار جلیل القدر تابعیات میں ہوتا ہے۔ آپؓ علم، تقویٰ اور اخلاص کی اعلیٰ صفات کے ساتھ بے حد حسین، ذہین اور سلیقہ مند خاتون تھیں۔ آپ شعر وشاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتی تھیں۔ حضرت حسینؓ سے آپؓ کی دو اولادیں ہوئیں، عبداللہؓ اور آمنہؓ۔ حضرت آمنہ سکینہ بنت حسینؓ کے نام سے مشہور ومعروف ہوئیں۔ حضرت حسینؓ اپنی زوجہ محترمہ ربابؓ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے محبت، پیار اور سکون محسوس کرتے تھے۔

حضرت ربابؓ سانحہ کربلہ میں اپنے شوہر حضرت حسینؓ کے ساتھ تھیں۔ کربلہ میں حضرت حسینؓ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا!

"اے بہن، اے ام کلثوم، اے زینب، اے سکینہ، اے فاطمہ اور اے رباب! اگر میں شہید ہو جاؤں تو تم میں کوئی بھی اپنا گریبان چاک کرنا اور اپنا چہرا پیٹنا نہ کرے اور نہ ہی اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات کریں۔"

سب خواتین نے غم سے اپنے سر جھکا لئے، حضرت حسینؓ نے اپنی بیٹی سکینہ کے لئے الگ سے وصیت کی۔ حضرت حسین بن علیؓ ۱۰/محرم ۶۱ھ کو میدان کربلہ میں شہید کر دئے گئے۔ حضرت سکینہؓ اپنی والدہ سے کم غمزدہ نہ تھیں۔ وہ بھی اپنی بہن، پھوپھیوں اور خاندان ہاشم کی تمام خواتین کی طرح بہت ہی غمگین تھیں۔

کربلہ کے دردناک سانحہ کے بعد حضرت رباب ؓ اہل بیت کی جلیل القدر خواتین کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آ گئیں۔ آپ ؓ کی عدت ختم ہونے کے بعد آپ ؓ کے پاس نکاح کے پیغامات آنے شروع ہو گئے لیکن آپ نے سب کو منع کر دیا اور کہا کہ میں نے عہد کیا ہے کہ حضرت حسین ؓ کے بعد کسی سے نکاح نہیں کروں گی۔

آپ ؓ فرماتی تھیں! ''اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی سعادت کو ضائع نہیں کروں گی۔''

آپ ؓ اپنے خاوند حضرت حسین ؓ اور اپنے بیٹے عبداللہ ؓ کی شہادت کے ایک سال بعد تک حیات رہیں۔ اس دوران آپ کبھی گھر سے باہر نہیں نکلیں اور اسی غمزدہ حالت میں ۶۲ھ میں آپ ؓ کی وفات ہو گئی۔

حضرت شہر بانوؒ زوجہ حضرت حسین بن علیؓ

(حضرت زین العابدینؒ کی والدہ)

حضرت شہر بانوؒ ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کی بیٹی تھیں جو کسریٰ کے لقب سے مشہور تھا۔ آپ ایران کے بادشاہ نوشیروان عادل کی اولاد میں سے تھیں۔ تاریخ کی کتابوں میں آپ کے اور بھی کئی نام آئے ہیں جن میں سلافہ، غزالہ اور شہرناز شامل ہیں۔

آپ محل کے آسودہ اور شان وشوکت کے ماحول میں پل کر جوان ہوئی تھیں۔ آپ کی فطرت میں نیکی اور پاکیزگی کا عنصر غالب تھا۔ آپ کا ایک اشارہ قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ آپ کے پاؤں نرم اور ریشمی قالینوں کے عادی تھے۔ آپ کی خدمت کے لئے بے شمار کنیزیں اور غلام ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ آپ کے کان عیش وعشرت کے رسیلے نغموں سے آشنا تھے۔ ان کی آنکھوں نے ہمیشہ شاہانہ عظمت وجلال کے مناظر دیکھے تھے۔ ان کے منہ سے نکلا ہوا ہر جملہ شاہی فرمان کا درجہ رکھتا تھا۔ بہت سے ممالک آپ کے باپ کو خراج ادا کرتے تھے۔

جب ماہ صفر ۱۶ھ میں مسلمانوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی قیادت میں ایران کے آخری بادشاہ کو شکست دی اور اس کے پایہ تخت مدائن پر قبضہ کرلیا تو مسلمانوں کو وہاں سے بے شمار خزانے، ہیرے، جواہرات اور حیرت انگیز قسم کی نادر اشیاء کے علاوہ ایک بیحد قیمتی قالین بھی تھا جس پر بیٹھ کر بادشاہ شراب پیا

کرتا تھا۔ اس موقعہ پر کسریٰ کی بیٹی شاہران کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ جو لا تعداد ہیرے جواہرات سمیت فرار ہونا چاہتی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو اتنی دولت ملی تھی کہ ہر سوار کے حصہ میں بارہ ہزار دینار آئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے مال غنیمت کا خمس اور شہزادی شاہران کو مدینہ منورہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے تمام مال غنیمت حسب مراتب صحابہ کرام میں تقسیم کردیا۔ کسریٰ کے قیمتی اور شاہانہ ملبوسات اور شاہی تاج ایک بدو محکم بن رواحہ ؓ کو پہنائے گئے تاکہ لوگ کسریٰ ایسے صاحب جلال اور شان و شوکت والے بادشاہ کی تباہی اور زوال سے عبرت حاصل کریں اور مسلمان اللہ کا شکر ادا کریں۔ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد شہزادی شہران بنت کسریٰ کو دربار خلافت میں پیش کیا گیا۔ جن کے قیمتی ملوسات میں سے زرو جواہر جگمگا رہے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ یہ شہزادی ہے اسے ہمارے شہزادے حضرت حسین بن علی ؓ کے حوالے کردیا جائے۔ حضرت امام حسین ؓ نے انہیں آزاد کردیا اور انہوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کرلیا۔ حضرت حسین بن علی ؓ نے ان سے نکاح کرلیا اور ان کا اسلامی نام شہر بانو رکھ دیا۔ آپ نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت حسین بن علی ؓ کی زوجیت میں آئیں۔ جب آپ ؒ حضرت امام حسین ؓ کے درویشانہ گھر میں آئیں تو ایک درویش اور سادہ منش خاتون بن گئیں۔ آپ نے فقر و غنا کو اپنا اوڑنا بچھونا بنالیا۔ (بزرگ خواتین از عنایت عارف)

بعض تاریخی روایات میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت

میں جب ایران فتح ہوا تو ایران کے بادشاہ کی تین بیٹیاں گرفتار ہو کر آئیں ، حضرت عمرؓ نے ان کو کنیز کی طرح لوگوں تقسیم کرنے کے بجائے تین عظیم شخصیات کے ساتھ نکاح میں دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک کا نکاح حضرت حسین بن علیؓ سے کیا جن سے ان کے بیٹے اللہ کے ولی حضرت علی بن حسین (زین العابدینؒ) پیدا ہوئے، دوسری کا نکاح حضرت محمد بن ابو بکرؓ کے ساتھ کر دیا جن سے عظیم صوفی بزرگ حضرت قاسم بن محمدؒ پیدا ہوئے اور تیسری بیٹی کا نکاح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کیا جن سے عظیم محدث حضرت سالم بن عبداللہؒ پیدا ہوئے۔

حضرت خیرہؓ

(حضرت حسن بصریؒ کی والدہ)

آپؓ کے شوہر کا نام یسار بصری انصاریؓ تھا ان کا شمار تابعین عظام میں ہوتا ہے۔ یسارؓ معرکہ میسان میں گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے تھے۔ یہ حضرت زید بن ثابتؓ کے غلام تھے، بعد میں انہیں آزاد کر دیا گیا تھا۔ آزادی کے کچھ دنوں بعد ان کی شادی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی کنیز خیرہؓ سے ہوگئی۔ یہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کا دور خلافت تھا۔ حضرت خیرہؓ شادی کے بعد بھی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

۲۱ھ میں آپ کے ایک بیٹے حسن پیدا ہوئے جو بعد میں حسن بصریؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ حضرت خیرہؓ کے بچے حسن بن یسار (حسن بصریؒ) سے بہت محبت کرتی تھیں۔ ان کو گود میں لے کر کھلاتی تھی۔ ایک دن حسن بصریؒ کی والدہ خیرہؓ کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھیں انہیں آنے میں دیر ہوگئی۔ وہ اپنے بیٹے کو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس چھوڑ گئیں تھیں۔ شیر خوار حسن بھوک سے بے قرار ہو گئے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے ان کو تسلی کے لئے اپنا سینہ بچے کے منہ میں دیدیا، شدتِ محبت اور شفقت سے دودھ اتر آیا، حسن بصریؒ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ جب آپ کی والدہ کو معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اس طرح ام المومنین حضرت ام سلمہؓ آپ کی رضائی

والدہ ہوگئیں اور آپ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ بن گئے۔ اس بابرکت دودھ کی وجہ سے حضرت حسن بصریؒ نے علم و عمل اور حکمت اور دانائی میں بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت حسن بصریؒ اپنی والدہ کے بہت خدمت گزار بیٹے تھے۔

حضرت خیرہؒ کا شمار حدیث کے ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ ابن حبانؒ نے آپؒ کا تذکرہ اپنی کتاب الثقات میں کیا ہے۔ امام بخاریؒ اور دیگر کبار محدثین نے آپ سے روایات لی ہیں۔ آپ اپنے وقت کی نامور عالمہ و فاضلہ، فقیہہ، متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ آپ کے دونوں بیٹے حسن بصریؒ اور سعید بصریؒ علم و شہرت کی بلندیوں پر پہنچے۔ حضرت حسن بصریؒ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی۔ حضرت خیرہؒ کو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے علاوہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت خیرہؒ سے جن محدثین نے احادیث روایت کی ہیں ان میں آپ کے دونوں بیٹوں کے علاوہ علی بن زید بن جدعانؒ، معاویہ بن قرہ المزنیؒ اور حفصہ بنت سیرینؒ شامل ہیں۔

حضرت خیرہؒ جب بھی خواتین کی مجلس میں بیٹھتی تھیں تو انہیں وعظ و نصیحت کرتیں اور وہ شرعی احکام سکھلاتیں جو انہوں نے امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے سیکھے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت خیرہ ؒ اپنے بیٹے حسن بصری ؒ کو حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس لے گئیں اور ان سے اپنے بیٹے کے لئے دعا کرنے کو فرمایا۔ حضرت عمر ؓ نے ان کے لئے دعا کی کہ

اللّٰھم فقھه فی الد ین و حببه الی الناس

یا الٰہی! اسے دین میں سمجھ عطا کر اور لوگوں کا اسے محبوب بنا دے۔

سیدنا عمر بن خطاب ؓ کی دعا کی برکت سے حضرت خیرہ ؒ کا بیٹا حضرت حسن بصری ؒ علم و عمل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا۔ ان کا شمار مشہور و معروف اور کبار تابعین میں ہونے لگا۔ جب کوئی شخص صرف ان کی طرف دیکھ لیتا تھا تو اسے دینی و روحانی فائدہ حاصل ہو جاتا تھا۔ یہ تو صرف دیکھنے سے ہوتا تھا اور جب کوئی ان کی بات سن لیتا تو لوگوں کا کہنا تھا کہ ان کی باتوں میں جادو کا اثر ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری ؒ رسول اللہ ﷺ کے رضائی بیٹے تھے اس وجہ سے ان کا شمار اہل بیت میں ہوتا ہے۔ آپ نے تصوف کا علم حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے سیکھا تھا اور آپ کا شمار تصوف تمام سلاسل کے جد امجد میں ہوتا ہے۔

حضرت لیلیٰ بنت عاصمؒ

(حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی والدہ)

آپ کا نام لیلیٰ اور کنیت ام عاصم تھی۔ حضرت ام عاصمؒ حضرت عاصم بن عمر فاروقؓ کی بیٹی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی والدہ تھیں۔ یہ اس خاتون کی صاحبزادی تھیں جنہوں نے دودھ میں پانی ملانے سے انکار کر دیا تھا۔

قصہ یوں تھا کہ خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ اپنے دور خلافت میں راتوں کو اپنی رعایا کی خبر گیری کے لئے راتوں کو شہر میں گشت کیا کرتے تھے۔ ایک رات تاریکی میں گشت کرتے کرتے تھک گئے تو ستانے کے لئے ایک گھر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ آپؓ نے سوچا کہ کچھ دیر ستانے کے بعد مسجد نبوی چلے جائیں گے۔ فجر کا وقت شروع ہونے میں تھوڑی دیر تھی کہ گھر کے اندر سے دو عورتوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ ماں اور بیٹی آپس میں باتیں کر رہیں تھیں۔ ماں بیٹی سے دودھ میں پانی ملانے کے لئے کہہ رہی تھی اور بیٹی ان کو منع کر رہی تھی۔ بیٹی کہہ رہی تھی کہ امیر المومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہے۔ اماں جان! کیا کل آپ نے اعلان نہیں سنا۔

ماں نے کہا! بیٹا عمرؓ اس وقت ہمیں نہیں دیکھ رہے۔ وہ تو ہمارے بارے میں جانتے بھی نہیں کہ رات کی اس پچھلے پہر ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

بیٹی نے فوراً جواب دیا! اماں جان! اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہے تو کیا ہوا عمرؓ کا رب تو دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گی جس سے عمرؓ نے روک دیا ہے۔ اس دوشیزہ کی بات کا حضرت عمرؓ کے دل پر بہت ہی گہرا اثر ہوا۔ حضرت عمرؓ اس لڑکی کی سچائی، ایمان، خوفِ خدا پر مشتمل جواب سن کر حیران ہو گئے تھے۔ حضرت جلدی جلدی مسجد نبوی پہنچے، آپ نے فجر کی نماز پڑھائی اور گھر تشریف لے گئے۔ اس لڑکی کے الفاظ آپ کی کانوں میں گونج رہے تھے کہ اگر عمرؓ ہمیں نہیں دیکھ رہے تو عمرؓ کا رب تو دیکھ رہا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عاصمؓ کو بلایا اور اس لڑکی کی تمام باتیں بتائیں اور ان کو اس لڑکی سے شادی کرنے کو کہا۔ اور کہا کہ بیٹا تم وہاں جاؤ اور اس بابرکت لڑکی سے شادی کر لو۔ وہ تمہارے لئے نیک بخت ثابت ہو گی اور شاید وہ ایسے بچے کو جنم دے جو سرزمین عرب کا سردار بنے۔

حضرت عاصم بن عمرؓ فوراً تیار ہو گئے اور انہوں نے اس غریب دوشیزہ سے شادی کر لی جن کا نام ام عمارہؒ بن سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی تھا۔ ان کا تعلق بنو ہلال سے تھا۔ آپؒ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام لیلیٰ رکھا گیا اور جو اپنی کنیت ام عاصمؒ سے مشہور ہوئیں تھی۔ آپؒ اپنے دور کی ایک عظیم الشان خاتون تھیں، نیکی اور پاک دامنی میں آپ بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ آپ حلیم الطبع، عالمہ حدیث، محدثہ اور فقیہہ تھیں۔

ام عاصم رض کے والد ان خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جنم لیا۔ وہ بڑے نیک دل، عالم و فاضل، فصیح و بلیغ تھے۔ یہ تمام خوبیاں آپ رض کو ورثہ میں ملیں۔ آپ رض کے والد حضرت عاصم رض کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔

حضرت ام عاصم رض (لیلیٰ بنت عاصم رض) کی شادی مروان بن حکم کے بھائی عبدالعزیز بن مروان سے ہوئی جو مروان کے ولی عہد اور ایک صوبہ کے گورنر بھی تھے۔ انہوں نے اپنی بیوی کے انتخاب کے لئے مال و دولت اور حسن و جمال کے بجائے تقویٰ اور پرہیزگاری کو پیش نظر رکھا۔

شادی کے بعد ۶۱ھ میں عمر بن عبدالعزیز رح جیسا نیک دل بچہ پیدا ہوا جو بڑا ہو کر ۹۹ھ میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد امیر المومنین کے منصب پر فائز ہوا اور عدل و انصاف، علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں عمر ثانی کہلایا۔ ان کے مسند خلافت سنبھالتے ہی پوری ریاست میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو گیا اور انہوں نے تاریخ میں بہت نام پیدا کیا۔ حضرت ام عاصم رض نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی تعلیم و تربیت بہت احسن انداز میں کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے بچپن میں ہی قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور ان کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی تعلیم و تربیت حضرت عبداللہ بن عمر رض نے کی جو آپ کی والدہ کے چچا تھے۔

ام عاصم رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ سے مصر منتقل ہو گئیں تھیں کیونکہ ان کے شوہر عبدالعزیز مصر کے گورنر ہو گئے تھے۔ آپ غریب اور مسکینوں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ آپ کی وفات مصر میں ہی ہوئی۔

ایک دفعہ عبدالعزیز بن مروان سے ایک دیوانے کی ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ اے آل مروان! تم آل خطاب سے اپنی بیویوں کا انتخاب کرو تا کہ ہونہار بچے پیدا ہوں۔ حضرت ام عاصم رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد عبدالعزیز بن مروان نے ان کی بہن حفصہ سے شادی کر لی تھی۔

ام ربیعہ الرائیؒ

(امام ربیعہ رائیؒ کی والدہ)

ام ربیعہؒ امام ابوعثمان ربیعہ الرائیؒ کی والدہ تھیں۔آپ ایک عبادت گزار اور مستغنیٰ خاتون تھیں۔ آپ نے شوہر کی عدم موجودگی میں بے مثال صبر و ایثار کا مظاہرہ کر کے اپنے بیٹے کی پرورش اور تربیت کی۔ آپ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں، عشقِ نبی ﷺ سے سرشار تھیں۔ آپ نے اپنی اس کیفیت کو اپنے بیٹے میں بھی منتقل کر دیا۔ آپ نے اپنے گھر کے ایک حصہ کو خواتین کے درس و تدریس کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ درس میں خواتین کو گھریلو معاملات اور بچوں کی تربیت کے حوالے سے وعظ کرتی تھیں۔

آپ فرماتی تھیں کہ بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔ ایسے بچے کوئی بڑا کارنامہ دینے کے لائق نہیں ہوتے۔ اولاد کو ہر بات پر ڈانٹنے اور جھڑکنے یا برا بھلا کہنے سے بچے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس شفقت و محبت اور نرمی کے برتاؤ سے اولاد کے اندر اطاعت و فرمانبرداری کے جذبات کی نشوونما ہوتی ہے۔

ماں باپ کا وجود اولاد کے لئے آسمان کی طرح ہوتا ہے۔ اپنے بچوں کو گود میں لیجئے، پیار کیجئے، شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرئے۔ ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت سے بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ان کی فطری نشوونما پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ صالح اولاد ہی آپ کے بعد آپ کی

تہذیبی روایات، دینی تعلیمات اور پیغام توحید کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ مومن نیک اولاد کی آرزوئیں اس لئے کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیغام پر عمل کر سکے اور ساری دنیا میں اس پیغام کو عام کر سکے۔ بے جا لاڈ پیار سے بچے ضدی اور خودسر ہو جاتے ہیں۔ ایسا عمل نہ کریں جس کی وجہ سے بچے ضدی ہو جائیں۔

کبھی کبھی اپنے بچوں کے ہاتھ سے غریبوں اور مسکینوں کو کھانا، پیسہ اور کپڑا وغیرہ دلوایئے تاکہ ان کے اندر غریبوں کے ساتھ حسن سلوک، سخاوت اور خیرات کا جذبہ پیدا ہو۔ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایئے، ان کے منہ میں نوالہ ڈالئے اور ان سے کہئے کہ اپنے بہن اور بھائی کو بھی اپنے ہاتھ سے کھانا کھلائیں۔

ام ربیعہؒ کی شادی مدینہ منورہ میں رہنے والے ایک نوجوان ابوعبدالرحمٰن فروخ ؒ سے ہوئی جو قبیلہ بنوتمیم بن جرہ کے غلام تھے۔ فروخ بہت بہادر اور مجاہد آدمی تھے۔ امام ربیعہ الرائی ابھی شکم مادر میں ہی تھے کہ ان کے والد عبدالرحمٰن فروخؒ کو خراسان کی مہم پر جہاد کے لئے جانا پڑا۔ گھر سے چلتے وقت انہوں نے اپنی اہلیہ کو تیس ہزار اشرفیاں دیں اور کہا کہ یہی میری تمام جمع پونجی ہے۔ انہیں احتیاط سے رکھنا۔ اگر میں جہاد سے زندہ سلامت واپس آ گیا تو اس رقم سے تجارت کروں گا۔ ہاں! اگر میری غیر حاضری میں تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو تم اس میں سے جتنی رقم چاہو خرچ کر سکتی ہو۔ میرے جانے کے بعد جو بھی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو اس کی اچھی طرح سے پرورش کرنا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی بیوی کو خدا حافظ کہا اور دمشق جا کر اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔

اس زمانے میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ مسلسل جاری تھا۔ ایک مہم ختم ہوتی تھی تو دوسری شروع ہو جاتی تھی پھر تیسری اور تیسری کے بعد چوتھی۔ یہاں تک کہ فروخ ؒ کو جہاد میں حصہ لیتے لیتے ستائیس سال گزر گئے۔ جہاد کی مصروفیت نے انہیں گھر جانے سے روکے رکھا اور اس دوران گھر سے کوئی رابطہ بھی نہ ہو سکا۔

دوسری طرف ان کے جانے کے چار ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو ایک بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام انہوں نے ربیعہ رکھا۔ ام ربیعہ ؒ بہت دور اندیش و عقلمند خاتون تھیں۔ شوہر کی جدائی کی وجہ سے ہمیشہ اداس رہتی تھیں۔ آپ نے اپنی تمام تر توجہ کا مرکز اپنے بیٹے کو بنا لیا اور اس کی بہترین طریقہ سے پرورش کرنا شروع کر دی۔ جب ربیعہ سمجھداری کی عمر کو پہنچے تو ان کے والدہ نے ان کے لئے تعلیم و تربیت کا اعلیٰ ترین انتظام کیا۔ اس کے لئے انہوں نے اپنے شوہر کی چھوڑی ہوئی تمام رقم خرچ کر دی۔

ربیعہ ؒ بھی بیحد ذہین اور محنتی تھے۔ انہوں نے بہت چھوٹی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ اور چند سالوں میں حدیث، فقہ، ادب اور دوسرے علوم پر عبور حاصل کر لی تھی۔ ان کی علمیت اور ذہانت کا سارے عرب میں چرچہ ہونے لگا۔ آپ کو بائیس سال کی عمر میں امام کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ لوگ آپ کو امام ربیعہ الرائی ؒ کہنے لگے تھے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ مسجد نبوی میں بیٹھ کر روزآنہ درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں کئی ایسے طلباء بھی تھے جو

بعد میں اپنے وقت کے امام بنے۔ امام مالکؒ ، امام سفیان ثوریؒ ، امام اوزاعیؒ اور دوسرے کئی مشہور امام آپؒ کے شاگرد تھے۔

ستائیس سال بعد فروخؒ کو جہاد سے کچھ فرصت ملی تو انہوں نے گھر جانے کا ارادہ کیا۔ کئی دن کے سفر کے بعد آپ مدینہ منورہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ کی کمر میں تلوار بندھی ہوئی تھی ، ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا اور گھوڑے پر سوار تھے۔ گھر پہنچے اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو امام ربیعہؒ نے دروازہ کھولا۔ بیٹا اور باپ ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔ فروخؒ نے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو بیٹے نے اجنبی سمجھ کر ان کو روکا اور کہا! اے شخص! تو میرے مکان میں بلا اجازت کیوں داخل ہو رہا ہے۔

فروخ نے کہا! یہ میرا گھر ہے تو اس میں کیوں گھسا بیٹھا ہے۔ اس تکرار میں آوازیں بلند ہو گئیں۔ ہمسائے کے لوگ شور سن کر اکٹھے ہو گئے۔ ربیعہ فروخ سے کہہ رہے تھے کہ میں تمہیں حاکم کے پاس لے کر جاؤں گا تم کس طرح میرے گھر میں بلا اجازت گھس رہے تھے۔ اتفاق سے اس موقع پر امام مالکؒ بھی وہاں آ گئے اور نرم لہجے میں فروخ سے کہنے لگے کہ آپ زبردستی کسی غیر کے مکان میں کیوں گھسنا چاہتے ہیں۔ آپ کسی دوسری جگہ کیوں نہیں ٹھہر جاتے۔

اس وقت فروخ نے اپنا تعارف کروایا اور کہا! میرا نام عبدالرحمٰن فروخ ہے اور یہ میرا گھر ہے۔ ستائیس سال بعد میں جہاد سے واپس آیا ہوں تو آپ میں سے کوئی مجھے پہچانتا نہیں ہے۔ فروخ کی آواز سن کر ان کی بیوی نے دروازے کی

اوٹ سے جھانکا تو اپنے شوہر کو پہچان گئیں۔ انہوں نے ربیعہ اور فروخ دونوں کو گھر میں بلا لیا اور ربیعہ کو بتایا کہ یہ تمہارے والد ہیں۔ ساتھ ہی فروخ کو بتایا کہ یہ تمہارے بیٹا ہے جو آپ کے جانے کے چار ماہ بعد پیدا ہوا تھا۔ دونوں باپ بیٹا گلے مل کر خوب روئے۔

نماز اور درس کا وقت ہو گیا۔ امام ربیعہ ؒ اذان کی آواز سنتے ہی مسجد نبوی میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیوی نے شوہر سے کہا! آپ بھی مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھ آیئے۔ فروخ مسجد گئے اور نماز پڑھی۔ آپ نے دیکھا کہ مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ ان کے درمیان ایک بڑی شان اور وقار سے ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے سر پر اونچی سی ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔ تمام لوگ بڑے احترام اور ادب سے سر جھکائے ہوئے ہیں اور وہ صاحب ان کے سامنے درس دے رہے ہیں۔ دور سے فروخ انہیں پہچان نہ سکے۔ کسی سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ اس نے حیران ہو کر کہا! آپ ان کو نہیں پہچانتے یہ امام ربیعہ الرائی بن عبدالرحمٰن ؒ ہیں۔

فروخ کو یہ سن کر اس قدر مسرت ہوئی کہ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک آئے اور بے اختیار منہ سے نکلا ”اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میرے بیٹے کا درجہ اتنا بلند کیا۔“ خوشی خوشی گھر آئے اور بیوی کو بتایا کہ آج میں نے اپنے بیٹے کی جو عزت اور شان دیکھی اس سے پہلے کسی بڑے سے بڑے آدمی کی نہیں دیکھی۔

بیوی نے کہا! آپ کو اپنے بیٹے کی یہ شان پسند ہے یا تیس ہزار اشرفیاں؟ فروخ نے جواب دیا: خدا کی قسم! تیس ہزار اشرفیاں اس شان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ بیوی نے کہا کہ پھر سن لیں! میں نے تمام رقم اس کی تعلیم پر خرچ کردی۔ فروخ نے بے ساختہ جواب دیا کہ خدا کی قسم! ان اشرفیوں کا اس سے بہتر استعمال کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ تم نے بہت خوب کیا ان اشرفیوں کے بدلے میرے بیٹے کو ایک ایسے خزانے کا مالک بنا دیا جس کو کبھی زوال نہیں۔

امام ربیعہ الرائی ؒ کا شمار ائمہ تابعین میں ہوتا ہے۔ امام مالک ؒ اور خواجہ حسن بصری ؒ آپ کے شاگرد تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ نہ صرف اس دور کے علماء وفقہاء بلکہ حکمران تک ان کے سامنے سر عقیدت سے جھکاتے تھے۔ اس تمام عظمت و بلندی کا سہرا ان کی والدہ کو جاتا ہے جنہوں نے بڑی محنت اور سمجھداری سے اپنے بیٹے کی تربیت کی۔

(تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین)

حضرت ام سفیان ثوریؒ

(حضرت سفیان ثوریؒ کی والدہ)

ام سفیان ثوریؒ کے شوہر مشہور تابعی حضرت سعید بن مسروقؒ تھے۔ آپ کے بیٹے حضرت سفیان ثوریؒ حدیث، فقہ اور تصوف کے امام تھے۔ ام سفیان ثوریؒ بہت نیک سیرت، عالمہ وفاضلہ خاتون تھیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے والدین کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی اور یہ حالت آپ کے علم کے حصول میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ لیکن آپؒ کی والدہ نے ہمت وحوصلہ اور دینی جذبہ سے فرمایا!

﴿ یا بُنَیَّ ! اطلب العلم و انا اکفیک بمغزلی ﴾

اے میرے بیٹے! تم حصول علم میں مشغول رہو، میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات پورے کروں گی۔

آپؒ اپنے بیٹے کو علم کے حصول کے لئے بہت ہمت اور ترغیب دیتی رہتی تھیں اس کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کو سنوارنے پر بھی زور دیتی رہتی تھیں۔

آپ نے ایک دفعہ اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

اے بیٹا! جب تم دس حرف لکھ لو تو دیکھو کہ تمہاری چال ڈھال اور حلم و وقار میں کوئی اضافہ ہوا یا نہیں۔ اگر کوئی اضافہ نہیں ہوا تو اس علم نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔

حضرت سفیان ثوریؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار رات کو آسمان پر نگار ڈالی تو یوں محسوس ہوا کہ میرا دل پہلو میں نہیں ہے۔ میں نے اس بات کا ذکر اپنی والدہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا!

'' معلوم ہوتا ہے کہ تم نے آسمان پر عبرت پذیری اور غور و فکر کی غرض سے نگاہ نہیں ڈالی بلکہ تمہارا مقصد صرف تفریح تھا۔''

آپ اکثر علم الاسماء پر غور کرتی تھیں اور لوگوں کے سامنے اسرار و رموز بیان کرتی تھیں۔ آپ جب گفتگو پرتی تھیں تو آپ کا چہرا نورانی ہو جاتا تھا۔

آپؒ کے اقوال:

۱۔ علم اخلاق و کردار کو سنوارتا ہے۔

۲۔ علم سے تفکر کا نمونہ بننا چاہیئے، علم کو کبھی تجارت نہ بنایا جائے۔

۳۔ علم تمہارا رفیقِ زندگی ہو، ایسا رفیق زندگی جو قدم قدم پر تمہاری نگہبانی کرے۔

ملکہ خیزران

(عباسی خلیفہ ہارون رشید کی والدہ)

ملکہ خیزران بنت عطاء عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کے بیٹے خلیفہ مہدی کی بیوی تھیں۔ آپ عباسی خلیفہ ہارون رشید کی والدہ تھیں۔ آپ یمن کے علاقے جرشیہ کی رہنے والی تھیں۔ آپ ایک باندی تھیں خلیفہ المہدی نے کثیر رقم دے کر آپ کو خریدا تھا۔ خلیفہ مہدی کی پہلی بیوی "ریطہ" تھیں۔ خلیفہ کی پہلی بیوی اپنے خاندانی پس منظر اور احساس برتری کا شکار ہونے کی وجہ سے لوگوں سے کٹ کر رہ گئی تھیں۔ انہیں اس بات کا احساس بھی تھا لیکن تکبر و نخوت کی وجہ سے وہ اپنے اندر لچک پیدا نہیں کر سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفہ مہدی نے خیزران سے شادی کر لی۔ ان کے بطن سے دو بیٹے موسیٰ الہادی اور ہارون الرشید پیدا ہوئے۔

خیزران بہت حسین و جمیل خاتون تھیں۔ حسین ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد ذہین، عقلمند اور جہاندیدہ خاتون تھیں۔ اپنے شوہر کو سلطنت کے امور چلانے میں مفید مشورے دیتی رہتی تھیں۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی میں بڑی فراخ دلی سے کام لیتی تھیں۔ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتی تھی۔ آپ نے کبھی کسی پر اپنی برتری نہیں جتلائی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ہر طبقہ میں مقبول تھیں۔ لوگ آپ سے محبت کرتے تھے، آپ کی تعریف کرتے تھے۔ خیزران کا خلیفہ مہدی پر اتنا اثر رہا کہ وہ امور سلطنت میں بلا جھجک دخل اندازی کرتی رہتی تھیں۔

ایک دفعہ خلیفہ مہدی کا رے شہر میں قیام ہوا۔ قیام کے دوران ملکہ خیزران کا برمک خاندان کے افراد سے اور خصوصاً یحییٰ برمکی کے خاندان کی عورتوں سے میل جول ہوا۔ اور یہ تعلق اتنا مضبوط ہوا کہ اس خاندان پر بادشاہ کی طرف سے سب سے زیادہ عنایات ہونے لگیں۔ ہارون رشید کے پیدا ہوتے ہی ملکہ خیزران کی عزت و مرتبہ میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا۔ اس مرتبے کے اضافے کے ساتھ ساتھ خیزران کے ناز و نخرے بھی بڑھنے لگے تھے۔ مہدی اپنی بیوی کی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا۔ ہارون رشید کی پیدائش کے بعد اسے دودھ پلانے کے لئے یحییٰ برمکی کی بیوی کے سپرد کیا گیا۔ اس کے ہاں فضل برمکی کی پیدائش ہو چکی تھی۔ ملکہ خیزران کبھی کبھی محبت میں اور برامکہ خاندان سے قلبی تعلق کی وجہ سے فضل کو دودھ پلا دیتی تھیں۔ اس طرح فضل اور ہارون رضائی بھائی بن گئے تھے۔

خیزران اپنے بیٹے موسیٰ الہادی کے مقابلہ میں ہارون رشید کو ذہانت اور دانشمندی کی وجہ سے زیادہ چاہتی تھیں۔ یہ بات موسیٰ کے دل میں کھٹکتی تھی۔ اس لئے موسیٰ الہادی نے خلیفہ بنتے ہی بڑی ہوشیاری سے حکومتی معاملات سے اپنے والدہ کو الگ کرنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ ان کے اختیارات میں بھی کمی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ حاجت مند اور ضرورت مندوں کو بھی ان سے دور رکھا جانے لگا۔

ملکہ خیزران کو ملکی امور و سیاست میں بڑی مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ملکہ خیزران علم و ادب اور دینی احکامات کے بارے میں بھی پورا

عبور رکھتی تھی۔ پردہ میں رہتے ہوئے امور سلطنت سرانجام دیتی تھی۔ جب خلیفہ ہارون رشید کو اقتدار ملا تو ملکہ خیزران کی پرانی حیثیت پھر بحال ہوگئی اور اس کے اختیارات میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک وقت تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ امور سلطنت مکمل طور پر یحییٰ برمکی اور ملکہ خیزران کے حکم سے چل رہے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن ملکہ خیزران اپنے محل میں بڑی شان و شوکت سے بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کی خادمہ نے آکر عرض کیا:

ملکہ عالم! محل کے دروازے پر ایک نہایت ہی شکستہ حال غریب عورت کھڑی ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہے۔

ملکہ نے کہا! اس عورت کا حسب نسب دریافت کرو اور معلوم کرو کہ اسے کس چیز کی ضرورت ہے۔

خادمہ نے باہر آکر اس سے اس کے بارے میں معلوم کیا اور پوچھا کہ وہ کیوں ملنا چاہتی ہے لیکن وہ کچھ بتانے کے لئے تیار نہیں تھی صرف یہی کہتی تھی کہ ملکہ کو ہی بتاؤں گی۔

خادمہ نے اندر آکر ملکہ کو اس عورت کا جواب سنایا تو وہ بہت حیران ہوئی۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی پڑ پوتی زینب بنت سلیمان بھی آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ملکہ نے ان سے مشورہ کیا کہ اس عورت کو اندر آنے کی اجازت دوں یا اس سے ملنے سے انکار کر دوں۔

انہوں نے کہا! ضرور بلاؤ۔ بھلا دیکھیں تو وہ کیا چاہتی ہے۔

چنانچہ ملکہ نے خادمہ سے کہا کہ اس عورت کو اندر لے آؤ۔

تھوڑی دیر میں ملکہ کے سامنے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک انتہائی شکستہ حال عورت کھڑی تھی۔ اس کے دلکش خدوخال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی شریف زادی ہے لیکن میل کچیل اور بوسیدہ کپڑوں نے اس کی حالت گداگروں سے بھی بدتر بنا رکھی تھی۔ وہ عورت پہلے تو ملکہ کا غرور و تکبر دیکھ کر ٹھٹک گئی مگر پھر فوراً ہی جرأت کر کے سلام کیا اور کہنی لگی:

اے ملکہ! میں مروان بن محمد کی بیٹی مزنا ہوں۔ جو خاندان بنوامیہ کا آخری تاجدار تھا۔

جونہی اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ملکہ خیزران کا چہرہ غیض وغضب سے سرخ ہوگیا اور اس نے کڑک کر کہا! اے بدبخت عورت! تجھے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تو اس محل کے اندر قدم رکھے۔ کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے اہل خاندان نے عباسیوں پر کیسے خوفناک مظالم ڈھائے۔

اے سنگدل! کیا تو وہ دن بھول گئی جب بنو عباس کی بوڑھی عورتیں تیرے پاس یہ التجا لے کر گئیں تھیں کہ تو اپنے باپ سے سفارش کر کے میرے شوہر (خلیفہ المہدی) کے چچا امام محمد بن عباس عباسی کی لاش دفنانے کی اجازت دے دیں۔ اے کم بخت عورت! خدا تجھے غارت کرے تو نے ان معزز اور مظلوم خواتین پر ترس کھانے کے بجائے انہیں ذلیل کر کے محل سے نکلوا دیا تھا۔ کیا تیری

یہ حرکت انسانیت کی توہین نہیں تھی؟ مانا کہ آپس میں دشمنی تھی پھر بھی کیا ایک بے بس اور لاچار دشمن کے ساتھ ایسا سلوک جائز تھا؟ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم سے حکومت چھین لی اور تمہیں ذلیل کیا۔

مزنا! خیریت اسی میں ہے کہ تم یہاں سے اسی وقت دفع ہو جاؤ۔

مزنا یہ باتیں سن کر بالکل بھی مرعوب نہیں ہوئی بلکہ اس نے زور کا قہقہہ لگایا اور بولی: بہن! اپنے آپے سے باہر نہ ہو جو کچھ میں نے کیا اللہ سے اس کی سزا پالی۔ اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہے۔ اسی کی پاداش میں اللہ نے مجھے ذلیل وخوار کر کے تمہارے سامنے لا کھڑا کیا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کسی وقت میں تم سے زیادہ شوخ اور شریر تھی۔ دولت وعزت اور حاکمیت میرے گھر کی لونڈی تھی۔ مجھے اپنے حسن پر ناز تھا اور تکبر نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ مگر تم نے دیکھا کہ جلد ہی زمانے نے اپنا ورق الٹ دیا۔ اللہ نے اپنی تمام نعمتیں مجھ سے چھین لیں۔ اب میں ایک فقیر سے بھی بدتر ہوں۔ کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہو؟ اچھا خوش رہو، میں جاتی ہوں۔

اتنا کہہ کر مزنا مڑی اور تیزی سے باہر کا رخ کیا لیکن ابھی وہ چند قدم جانے پائی تھی کہ خیزران نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا اور چاہا کہ اسی گلے سے لگائے۔ لیکن مزنا نے پیچھے ہٹ کر کہا! خیزران تم ملکہ ہو اور میں ایک غریب اور بے کس عورت۔ میرے کپڑے بھی بوسیدہ اور غلیظ ہیں میں اس قابل نہیں کہ ایک ملکہ مجھ سے بغلگیر ہو۔

خیزران نے آبدیدہ ہوکر خادمہ کو حکم دیا کہ مزنا کو نہلا دھلا کر اعلیٰ پوشاک پہناؤ اور پھر اسے عطر میں بسا کر میرے پاس لاؤ۔

خادماؤں نے ملکہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اس وقت مزنا کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا کہ چاند بدلی میں سے نکل آیا ہے۔ خیزران بے اختیار اس سے لپٹ گئی، اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا؟

دستر خوان بچھواؤں؟

مزنا نے کہا! ملکہ آپ پوچھتی کیوں ہیں، شاید مجھ سے زیادہ اس محل میں اور کوئی بھوکا نہ ہوگا۔

فوراً دستر خوان بچھ گیا، مزنا جب سیر ہوکر کھا چکی تو ملکہ نے پوچھا:

آجکل تمہارا سرپرست کون ہے؟

مزنا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا! آج کسی میں ہمت ہے کہ میری سرپرستی کرے۔ مدتوں سے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہوں۔ کوئی رشتہ دار بھی دنیا میں موجود نہیں ہے کہ اس کے ہاں جا پڑوں۔ بس کچھ قرابت ہے تو وہ اسی گھرانے (بنوعباس) سے ہے۔

خیزران نے فوراً کہا! مزنا! تم اپنا دل چھوٹا مت کرو، آج سے تم میری بہن ہو۔ میرے بہت سے محل ہیں ان میں سے ایک محل اپنے لئے پسند کرلو اور وہیں رہو۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہاری ہر ضرورت پوری کروں گی۔

چنانچہ مزنا کو ایک عالی شان محل دے دیا گیا جس میں خیزران نے اس کی

تمام ضروریات کی اشیاء اور خدام مہیا کر دئیے۔ اس کے ساتھ پانچ لاکھ درہم نقد اس کے حوالے کئے کہ جس طرح جی چاہے خرچ کرے۔

شام کو خلیفہ مہدی حرم میں آیا اور دن بھر کے حالات پوچھنے لگا۔ ملکہ خیزران نے اسے آج کا واقعہ تفصیل سے بتانا شروع کیا۔ جب اس نے بتایا کہ میں نے مزنا کو اس طرح جھڑکا اور وہ قہقہہ لگا کر شانِ بے نیازی کے ساتھ واپس چل دی تو خلیفہ المہدی غصہ سے بے تاب ہو گیا اور ملکہ کی بات کاٹ کر کہا!

”خیزران تم پر ہزار افسوس ہے کہ خدا نے تمہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں۔ تم نے ان کا شکریہ ادا کرنے کا ایک بیش بہا موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ تمہاری یہ حرکت ایک ملکہ کے شایانِ شان نہیں تھی۔“

خیزران نے کہا! امیر المومنین! میری پوری بات تو سن لیجئے۔ اس کے بعد انہوں نے مزنا کے ساتھ اپنے حسن سلوک کی تفصیل بتائی تو خلیفہ مہدی کا چہرہ خوشی سے چمک گیا۔ اس نے خیزران کی اعلیٰ ظرفی کو بہت سراہا اور کہا کہ آج سے میری نظر میں تمہاری قدر دوگنی ہو گئی۔ پھر اس نے اپنی طرف سے بھی مزنا کو اشرفیوں کے سو تھیلے بھیجے اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ آج میری زندگی کا سب سے بڑا یوم مسرت ہے کہ اس نے ہمیں تمہاری خدمت کی توفیق دی۔ اب تم اطمینان سے یہاں رہو۔

اس کے بعد مزنا طویل عرصہ زندہ رہی۔ خلیفہ المہدی کی وفات ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ہادی بھی مزنا کی بے حد تعظیم و تکریم کرتا

تھا۔ خلیفہ ہادی کا انتقال ۱۷۰ھ میں ہوا۔ اس کے بعد خلیفہ مامون رشید تخت نشین ہوا تو وہ مزنا کو اپنی ماں کی طرح سمجھتا تھا۔ اس کے ابتدائی دور میں مزنا نے وفات پائی۔ ان کی وفات پر خلیفہ مامون رشید ایسے رویا ہے جیسے اپنی ماں کی وفات ہو۔ مزنا کے جنازے کو شاہانہ اور شان وشوکت سے قبرستان تک پہنچایا۔

(تاریخ اسلام کی چارسو باکمال خواتین)

ملکہ خیزران بہت فیاض اور رحمدل تھی۔ کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا تو اس کی مصیبت دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھی۔ غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتی تھی۔ اسی لئے وہ عوام الناس میں بے حد مقبول اور ہردلعزیز تھی۔ لوگ ان کا نہایت احترام اور عزت کرتے تھے۔

ماہ جمادی الاخرۃ ۱۷۳ھ بمطابق ۷۸۹ء میں ملکہ خیزران کا انتقال ہوگیا۔

امام بخاریؒ کی والدہ محترمہ

امام بخاریؒ کی والدہ محترمہ نہایت ہی پاک باز اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ آپ قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتی تھیں۔ رسول کریم ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجا کرتی تھیں۔ امام بخاریؒ کے والدین خراسان کے مشہور شہر بخارا میں رہتے تھے۔ بخارا کا علاقہ ماوراء النہر کے شہروں میں ایک قدیم اور وسیع شہر ہے۔ فتوحات اسلامیہ سے پہلے یہ شہر ملوک سامانیہ کا دارالسلطنت تھا۔ دریائے جیحون سے قریب ہموار زمین پر آباد تھا۔ (۳۶) چھتیس میل لمبی شہر کے گرد دیوار تھی۔ اس شہر سے دو فرسخ دور بیکندی، ۳۷ فرسخ دور سمرقند، مرو بارہ منزل اور خوارزم پندرہ منزل پر آباد تھا۔ بخارا حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں اسلامی سلطنت کا حصہ بنا۔

امام بخاریؒ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ صاحبہ سے حاصل کی تھی۔ امام بخاریؒ کے والدان کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ امام بخاریؒ کی کفالت آپؒ کی والدہ نے کی۔ والدہ نے آپ کے دل میں تحصیل اسلامی علوم، حفظ حدیث کا شوق پیدا کیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حفظ حدیث کا شوق اس وقت سے دیا جب میں مکتب میں پڑھتا تھا۔

ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا! بیٹا! دوستی ایسے لوگوں سے کرو جو انسانیت کے نقطہ نظر سے دوستی کے لائق ہوں۔ حقِ دوستی یہ ہے کہ دل دوست سے بیزار نہ ہو اور دوستی تسکین کا باعث ہو۔

امام بخاری ؒ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے۔ مشہور طبیب اور معالجین نے ان کا علاج کیا لیکن آپ کی بینائی واپس نہیں آئی۔ آپ کی والدہ آپ کے لئے دعائیں کرنے لگیں۔ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد بہت خشوع و خضوع سے دعا مانگ رہیں تھیں کہ غنودگی تاری ہو گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور انہوں نے آپ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آہ وزاری اور دعاؤں کی کثرت کے سبب تمہارے بیٹے کی بینائی واپس لوٹا دی ہے۔

امام بخاری ؒ صبح سو کر اٹھے تو ان کی آنکھیں روشن تھیں۔ ماں اور بیٹے دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ کی والدہ نے فرمایا! حق الیقین کے ساتھ اللہ کے حضور دعا کی جائے تو لازماً قبول ہوتی ہے۔

سیدہ فاطمہ ام الخیرؒ

(حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی والدہ)

آپ کا نام سیّدہ فاطمہ اور آپ کا لقب ام الخیر تھا۔ آپؒ نہایت پاکباز، عابدہ، زاہدہ، متقی اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ آپ کے شوہر سید ابو صالح جنگی دوستؒ تھے جو نہایت متقی اور خدار سیدہ بزرگ تھے۔ آپ کی شادی کا قصہ بہت ایمان افروز ہے۔

روایت ہے کہ اپنی جوانی کے زمانے میں سید ابو صالح بہت عبادت گزار تھے۔ ایک دفعہ وہ ایک دریا کے کنارے اپنی ریاضت اور مجاہدات میں مشغول تھے۔ تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا، بہت کمزوری ہو رہی تھی۔ اچانک انہیں دریا میں ایک سیب بہتا ہوا نظر آیا۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کر اسے دریا سے اٹھا لیا اور کھا لیا۔ سیب کھانے کے بعد خیال آیا کہ معلوم نہیں اس سیب کا مالک کون ہے۔ میں نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر سیب کھا لیا یہ تو امانت میں خیانت ہوئی۔ یہ خیال آتے ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور دریا کے کنارے کنارے پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت سیب کے مالک کی تلاش میں چلنے لگے۔

کافی دور چلنے کے بعد انہیں دریا کے کنارے ایک وسیع باغ نظر آیا۔ سیب کا ایک درخت بالکل دریا کے کنارے پر تھا جس میں سے سیب ٹوٹ کر دریا میں بھی گر رہے تھے۔ حضرت ابو صالح نے اس باغ کے مالک کا پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ باغ جیلان شہر کے ایک رئیس سید عبداللہ صومعی کا ہے۔ آپ ان کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ سارا ماجرہ بیان کیا اور اس سے بغیر اجازت سیب کھانے پر معافی مانگی اور اس کی اجازت مانگی۔

سید عبداللہ صومعیؒ اللہ کے ولی اور بہت نیک بزرگ تھے وہ فوراً سمجھ گئے کہ یہ نوجوان اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہے۔ ان کے دل میں انہیں بیٹا (یعنی داماد) بنانے کی تڑپ پیدا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ تم نے میرے باغ کا سیب بغیر اجازت کے کھایا ہے اس کا تمہیں جرمانہ دینا ہوگا۔ حضرت ابوصالحؒ نے فرمایا کہ میں جرمانہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ باغ کے مالک نے کہا کہ تمہیں دس سال تک اس باغ کی رکھوالی کرنی ہوگی اور نفس کا مجاہدہ کرنا ہوگا پھر میں سوچوں گا کہ تمہیں معاف کر دیا جائے۔ حضرت ابوصالحؒ نے قیامت کے دن کی سزا کا تصور کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ شرط منظور ہے۔ آپؒ باغ کی رکھوالی کرنے لگے اور ساتھ ساتھ سید عبداللہ صومعیؒ سے سلوک کے مدارج بھی طے کرتے رہے۔ دس سال پورے ہونے کے بعد سید ابوصالحؒ نے فرمایا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ سید عبداللہ صومعیؒ نے فرمایا کہ ابھی دو سال اور اس باغ کی خدمت کرو۔

جب بارا سال پورے ہو گئے تو سید عبداللہ صومعیؒ نے سید ابوصالحؒ کو بلایا اور کہا! اے فرزند! تم آزمائش کی کسوٹی پر پوری اترے ہو لیکن ابھی ایک شرط اور باقی ہے وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے جو پاؤں سے لنگڑی ہے، ہاتھوں سے محروم ہے، کانوں سے بہری ہے اور آنکھوں سے اندھی ہے۔ تم اس کو اپنے نکاح میں قبول کر لو تو میں تمہیں بخش دوں گا۔ ابوصالحؒ اس شرط پر حیران ہو گئے لیکن خوف

خدا کی وجہ سے اس شرط کو بھی ماننے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ سید عبداللہؒ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابو صالحؒ سے کر دیا۔ اس کی لخت جگر سید فاطمہؒ تھیں۔ شادی کے بعد جب ابو صالحؒ نے سیدہ فاطمہؒ کو دیکھا تو حیران رہ گئے ان کے تمام اعضاء صحیح وسالم تھے اور انتہائی حسین وجمیل خاتون تھیں۔ ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ کوئی اور لڑکی ہے وہ اسی وقت کمرے سے باہر آ گئے اور سید عبداللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان فرمایا۔

انہوں نے فرمایا! یہی وہ لڑکی ہے جو میری بیٹی ہے اور اب تمہاری بیوی ہے۔ اس کی جو صفات میں نے تمہیں بیان کی تھیں اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے آج تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا اس لئے لنگڑی ہے، اس نے آج تک کوئی خلاف شریعت کام نہیں کیا اس لئے ہاتھوں سے محروم ہے، اس نے آج تک حق کے خلاف کوئی بات نہیں سنی اس لئے بہری ہے اور اس نے آج تک کسی نامحرم پر نظر نہیں ڈالی اس لئے اندھی ہے۔

اب حضرت ابو صالحؒ سب کچھ سمجھ گئے۔ ان کے دل میں اپنی بیوی سے بے حد محبت اور عزت پیدا ہو گئی۔ اس طرح ان پاک باز ہستیوں کا ازدواجی سفر کا آغاز ہوا۔ انہوں نے جیلان میں سکونت اختیار کر لی۔ وہیں حضرت فاطمہؒ کے بطن سے ۴۷۰ھ میں عالم اسلام کی مایہ ناز ہستی پیدا ہوئی جو عالم اسلام میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بچپن میں ہی اپنے والد کے سایہ سے محروم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ نے انہیں بڑی ہمت وحوصلہ سے پالا۔ کم عمری سے ہی وہ آپ کی تعلیم وتربیت کے معاملہ میں بہت فکرمند رہتی تھیں۔ یہ ماں کی تربیت تھی جس کی وجہ سے آپؒ ایک مثالی نوجوان بنے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی۔ اٹھارا سال کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نے اپنے والدہ کی اجازت سے بغداد جانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے پُرنم آنکھوں سے اپنے لختِ جگر کو تعلیم کی خاطر اپنے سے جدا کرنا گوارا کرلیا۔ انہیں معلوم تھا کہ علم کا حصول ایک مقدس فریضہ ہے۔ ماں نے اپنے بیٹے کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں علم کے درجہ کمال تک پہنچائے۔ والدہ نے فرمایا کہ شاید اب جیتے جی میں تمہیں نہ دیکھ سکوں لیکن میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔

ماں نے پھر فرمایا! تمہارے والد مرحوم کے ترکہ میں اسی (۸۰) دینار میرے پاس رکھے ہیں ان میں سے چالیس دینار تم اپنی زادِراہ کے لئے لے لو اور چالیس دینار تمہارے بھائی کے لئے رکھتی ہوں۔ سیدہ فاطمہؒ نے وہ دینار ان کی گدڑی میں بغل کے نیچے سی دئے۔ جب سیدہ فاطمہؒ اپنے بیٹے عبدالقادرؒ کو رخصت کرنے لگیں تو انہوں نے پھر ایک بار پھر انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا!

”اے میرے پیارے بیٹے! میری آخری نصیحت سن لو! اسے کبھی نہیں بھولنا۔ وہ یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا اور خواہ کچھ بھی ہو جائے جھوٹ کے نزدیک بھی نہ بھٹکنا۔“

سعادت مند بیٹے نے وعدہ کیا اور عرض کیا!

''اماں جان! میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ آپ کی نصیحت پر عمل کرتا رہوں گا۔''

ماں نے شدت جذبات سے اپنے بیٹے کو گلے لگایا اور ایک سرد آہ بھر کے فرمایا! جاؤ تمہیں اللہ کے سپرد کیا، وہی تمہارا حافظ و ناصر ہے۔

شیخ عبدالقادرؒ اپنی والدہ سے رخصت ہو کر بغداد جانے والے قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اس زمانے میں طویل بیابانی راستوں میں تنہا سفر کرنا ناممکن تھا، لوگ قافلے بنا کر سفر کیا کرتے تھے اور ممکن حد تک اپنی حفاظت کا انتظام کیا کرتے تھے لیکن پھر بھی ڈاکوؤں کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قافلہ ہمدان سے آگے ترتنگ کے سنسان کوہستانی علاقے میں پہنچا تو ساٹھ ڈاکوؤں کے ایک جتھے نے قافلے پر حملہ کر دیا اور اہل قافلہ کا تمام مال لوٹ لیا۔ شیخ عبدالقادرؒ بھی ایک طرف کو کھڑے تھے تو ایک ڈاکو نے ان سے پوچھا! او لڑکے! تمہارے پاس کچھ ہے۔ تو انہوں نے بلا خوف و خطر کہا کہ ہاں! میرے پاس دینار ہیں۔ ڈاکو کیونکہ تمام سامان کی تلاشی لے چکے تھے اور جتنا بھی قیمتی سامان تھا اس پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس لئے اس نے شیخ عبدالقادرؒ کی بات پر دھیان نہیں دیا اور آگے چلا گیا۔ پھر ایک اور ڈاکو ادھر سے گزرا تو اس کی نظر ان پر پڑی تو اس نے بھی وہی سوال کیا۔ آپ نے بھی وہی جواب دیا۔ وہ ڈاکو ان کی بات کو ہنسی میں اڑا کر آگے چلا گیا۔ یہاں تک کہ یہ بات ڈاکوؤں کے

سردار احمد بدوی تک پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو میرا پاس پکڑ کر لاؤ۔ آپ کو پکڑ کر ڈاکوؤں کے سردار کے سامنے پیش کیا گیا۔

ڈاکوؤں کے سردار نے پوچھا! اے لڑکے! سچ سچ بتا تیرے پاس کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں اور میں آپ کے دو ساتھیوں کو بھی یہ بات بتا چکا ہوں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے آپ کے سامان کی دوبارہ تلاشی لینے کا حکم دیا۔ ڈاکوؤں کو دوبارہ تلاشی سے بھی وہ دینار نہ ملے۔ اس پر سردار نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کہا کہ بتاؤ کہاں ہیں وہ دینار۔

آپؒ نے فرمایا! یہ میرے گدڑی کی بغل میں سلے ہوئے ہیں۔ جب گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا گیا تو واقعی اس میں چالیس دینار تھے۔ سردار اور اس کے ساتھی یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔

سردار نے بے یقینی اور حیرت کے انداز میں کہا!

اے لڑکے! تمہیں معلوم ہے کہ ہم ڈاکو ہیں لیکن پھر بھی تم نے ان دیناروں کے بارے میں ہمیں بتا دیا جبکہ ہم اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت نے فرمایا! میری والدہ نے مجھ سے گھر سے رخصت کرتے ہوئے نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ بھلا ان چالیس دیناروں کی وجہ سے میں اپنی والدہ کی نصیحت کیسے بھلا سکتا ہوں۔

یہ سن کر ڈاکوؤں کے سردار پر رقت طاری ہو گئی اور وہ روتے ہوئے بولا!

"آہ! اے بچے! تم نے اپنی ماں سے کئے ہوئے عہد کا اتنا خیال رکھا۔ میرے لئے یہ شرم کی بات ہے کہ اتنے سالوں سے اپنے خالق کا عہد توڑ رہا ہوں۔ اے بچے! آج سے میں توبہ کرتا ہوں۔"

ڈاکوؤں نے قافلے والوں کا لوٹا ہوا تمام مال واپس لوٹا دیا اور اس کے بعد نیکی اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کر لی۔

سیدہ فاطمہؒ کے انتقال کے بارے میں کوئی صحیح روایت دستیاب نہ ہو سکی۔ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ آپؒ کا انتقال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حصول تعلیم کے دوران کسی وقت ہوا تھا۔ (تذکرہ سیدنا غوث اعظمؒ)

آپ کے اقوال:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم سیکھنا فرض ہے۔

انسان کا شرف ہے کہ وہ علم سیکھتا ہے، حیوانات کے سروں پر دستار فضیلت نہیں باندھی جاتی۔

۲۔ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں لیکن جھوٹ جھوٹ ہی رہتا ہے۔

۳۔ ماں بچے کے ذہن میں جو نقوش بناتی ہے وہ ساری زندگی قائم رہتے ہیں۔

بی بی من میلؒ

(حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کی رضائی والدہ)

بی بی من میلؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کی دایہ تھیں۔ آپ نے حضرت بختیار کا کیؒ کو زمانہ طفولیت میں اپنا دودھ پلایا تھا۔ اس نسبت سے آپؒ حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ کی رضائی ماں تھیں۔ آپ کا تعلق ماوراء النہر (وسط ایشیا) کے ایک شہر اوش کے ایک شریف خاندان سے تھا۔ خواجہ بختیار کا کیؒ اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ بی بی من میلؒ کا مکان حضرت خواجہ کے والدین کی مکان کے پڑوس میں تھا۔ آپؒ بہت نیک سیرت اور خدا ترس خاتون تھیں۔ آپ کا بیشتر وقت عبادت الہٰی اور ریاضت میں گزرتا تھا۔ آپ کا اصل نام کچھ اور تھا لیکن آپ کو من میل (یعنی دلوں کو جوڑنے والی) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ کو اپنا خلیفہ اعظم بنایا تو انہیں دہلی بھیج دیا۔ جہاں انہوں نے دہلی کے ایک نواحی علاقے میں اپنا مرکز بنا کر تبلیغ اسلام اور سلسلہ چشتیہ کے فروغ کے لئے کام شروع کر دیا۔ بی بی من میلؒ اس وقت حیات تھیں حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ نے آپ کو اوش سے دہلی بلا لیا۔ حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ نے آپ کی ذمہ دہلی کی خواتین کو تبلیغ و اصلاح کا کام سونپا۔ آپ نے یہ کام اتنی محنت اور لگن سے کیا کے ہزاروں عورتوں

نے اسلام قبول کیا اور دین کے علوم سیکھے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بی بی من میلؒ سے بے حد عقیدت تھی اور ان کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ حضرت کے گھر کے اندرونی تمام معاملات بی بی من میلؒ کے ہاتھ میں تھے۔ کوئی کام آپ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔ آپؒ پردے کی سخت پابند تھیں۔ کوئی غیر مرد گھر کے زنانہ حصہ میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ آپؒ انتہائی سخت ضرورت کے بغیر کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔

آپؒ نے ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں وفات پائی۔ آپ کا مزار دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار سے متصل مسجد کہنہ کے سامنے ہے۔

(تذکرۃ اولیائے ہند)

بی بی قرسم خاتونؒ

(حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی والدہ)

بی بی قرسم خاتونؒ کے والد کا نام مولانا وجیہ الدین خجو ندیؒ، شوہر کا نام شیخ جمال الدین سلیمانؒ اور بیٹے کا نام شیخ الشیوخ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ تھا۔

بی بی قرسم خاتونؒ نہایت عبادت گزار اور مستجاب الدعوات خاتون تھیں۔ آپؒ اس قدر عبادت کرتیں تھیں کہ ولایت کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ ایک رات آپ تہجد کی نماز میں مشغول تھیں کہ ایک چور آپؒ کے گھر میں گھس آیا، آپ کی اس پر نظر پڑی تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس نے رو رو کر آپ سے معافی مانگی اور کہا کہ آپ کی وجہ سے میری بینائی چلی گئی۔ آپ مجھے معاف کر دیں اور اپنی بد دعا واپس لے لیں تو میں آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا۔ آپ کی دعا سے اس کی بینائی واپس آ گئی۔ دوسرے دن وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ آپ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا۔ وہ شخص بہت عبادت گزار اور نیک بندہ بن گیا۔ وہ بعد میں قصبہ کھوتوال میں چاولے مشائخ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

بی بی قرسم خاتونؒ کے بچے ابھی چھوٹے تھے کہ آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ آپؒ نے اپنے بچوں کی پرورش بڑی ہمت و حوصلے سے کی۔ آپ کے بیٹے شیخ فریدالدین مسعودؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی تھی۔

مزید تعلیم کے لئے آپ کی والدہ نے آپ کو ملتان بھیج دیا۔ شیخ فریدالدینؒ ملتان میں تعلیم حاصل کر کے واپس اپنی والدہ کے پاس کھوتوال آ گئے۔

بابا فریدؒ ابھی بچے تھے کہ ان کی والدہ نے عبادت کی ترغیب کے لئے روزآنہ ان کی جائے نماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتی تھیں اور کہتی تھیں! بیٹا! جو بچے سچے دل سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں انہیں روزآنہ جائے نماز کے نیچے سے شکر ملتی ہے۔ ایک دن ان کی والدہ گھر پر نہیں تھیں اور شکر رکھنا بھول گئیں۔ جب ان کو خیال آیا تو اس وقت تک بابا فرید نماز پڑھ چکے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا! بیٹا تم نے نماز پڑھ لی؟ بابا فریدؒ نے ادب سے جواب دیا! جی اماں جان! میں نے نماز بھی پڑھ لی اور شکر بھی کھا لی۔ یہ حال دیکھ کر وہ سمجھ گئیں کہ بچے کے اندر یقین کا نور پیدا ہو گیا ہے اور اللہ کی بارگاہ سے لطف و اکرام بھی حاصل ہو گیا ہے۔ اس دن کے بعد سے اپنے بیٹے کو مسعود گنج شکر کہنا شروع کر دیا۔

حضرت بابا فریدالدینؒ نے اجودھن (پاک پتن) میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے اپنی والدہ کو بھی اپنے پاس لانے کے لئے اپنے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکلؒ کو بھیجا۔ وہ آپ کی والدہ کو گھوڑی پر بٹھا کر اور خود پیدل اجودھن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک گھنا جنگل تھا جس میں شیر اور دوسرے جنگلی جانور رہتے تھے۔ جب آپ جنگل عبور کر رہے تھے تو والدہ کو پیاس لگی۔ شیخ متوکلؒ نے انہیں ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور پانی کی تلاش میں نکل

گئیے۔ بہت دیر بعد وہ پانی لے کر واپس لوٹے تو اس درخت کے نیچے والدہ کو نہ پایا۔ انہوں نے دیوانہ وار والدہ کو آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دوڑنے بھاگنے لگے لیکن والدہ کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ آخر مایوس ہو کر غمگین حالت میں بابا فریدؒ کی خدمت میں پہنچے اور سارا واقعہ بیان لیا۔ انہوں نے چند آدمی شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے ساتھ بھیجے لیکن وہ بھی ناکام واپس آ گئیے۔ بابا فریدؒ اللہ کی رضا پر راضی ہو گئیے اور فرمایا! مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور فقراء کو صدقہ دو۔

کچھ دن بعد پھر شیخ نجیب الدینؒ جنگل گئیے تو انہیں ایک جگہ انسانی ہڈیاں ملیں جو اس درخت کے قریب تھیں جہاں انہوں نے والدہ کو بٹھایا تھا۔ ان کو یقین ہو گیا کہ والدہ کو کسی درندے نے مار کر کھا لیا ہے۔ چنانچہ وہ ساری ہڈیاں ایک بیگ میں جمع کر کے بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے پاس لے گئیے۔ ان کو بتایا کہ یہ وہ ہڈیاں ہیں جو میں نے جنگل میں اس جگہ سے جمع کی ہیں جس جگہ آپ کی والدہ کو بٹھایا تھا۔ بابا صاحبؒ نے کہا کہ یہ ہڈیاں میرے مصلے پر ڈال دو۔

شیخ نجیب الدینؒ نے جب بیگ کو کھول کر دیکھا تو اس میں ہڈیاں نہیں تھیں۔ حالانکہ تمام راستے وہ بیگ ان کے پاس بحفاظت رکھا رہا۔ سب نے اس کو اللہ تعالیٰ کا ایک بھید سمجھا اور تسلیم و رضا کو اختیار کیا۔

(تذکرۃ اولیائے ہند)

آپ کے اقوال:

ا۔ دنیادار دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔

۲۔ بے ادب خالق اور مخلوق دونوں کو ناپسند ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ کے نزدیک بہترین صفت پرہیز گاری ہے۔

۴۔ بچوں سے پیار کرنا اللہ کی رحمت کی نشانی ہے۔

۵۔ سچی عبادت سے بری عادتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

۶۔ موت کو یاد رکھنا تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

۷۔ فقر کی ابتداء اس وقت شروع ہوتی ہے جب لینے سے دینا زیادہ اچھا لگے۔

۸۔ صدر دروازے کو پکڑلو، باقی سارے دروازے خود بخود کھل جائیں گے۔

حضرت ہاجرہ بی بیؒ

(حضرت علی احمد صابر کلیریؒ کی والدہ)

حضرت ہاجرہ بی بیؒ حضرت علی احمد صابر کلیریؒ کی والدہ اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی بہن تھیں۔

حضرت ہاجرہ بی بیؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ تشریف لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک بیٹا عطا کرے گا جس کا نام تم "علی" رکھنا۔ دوسرے دن آپ کو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا! ہاجرہ تم اپنے ہونے والے بیٹے کا نام احمد رکھنا۔ بشارتوں کے بعد آپ کے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی تو آپ نے ان کا نام علی احمد رکھا۔ پانچ سال کی عمر میں علی احمد کے والد سید عبدالرحیمؒ کا انتقال ہو گیا۔

شوہر کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ کا گزر بسر بہت مشکل ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ ماں بیٹا دونوں بھوکے تھے، ماں کی کسی سے کچھ مانگنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ فجر کی نماز کے بعد بیٹے نے کہا کہ اماں جان! بھوک لگ رہی ہے۔ ماں دوپہر تک بچے کو بہلا کر ٹالتی رہیں کہ کہیں سے اللہ بندوبست کر دے گا۔ ظہر کی نماز کے بعد علی احمد نے پھر ماں سے کھانے کو کچھ مانگا۔ آپ کی والدہ نے دیگچی میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دی کہ کھانا پک رہا ہے۔ اسی طرح مغرب کا وقت ہو گیا۔ مغرب کے بعد بیٹے نے پھر تقاضہ کیا اور دیگچی کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو

اس میں پکے ہوئے عمدہ چاول بھرے ہوئے تھے۔ ہاجرہ بی بیؒ نے بیٹے کو کھانا دیا اور خود اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئیں اور اللہ کا شکر ادا کرتی رہیں۔ آپ کا چہرہ آنسوؤں سے بھگا ہوا تھا اور خوشی سے دمک رہا تھا۔

آپ کے اقوال:

۱۔ نیک روحوں کی آمد کی بشارت پہلے سے دے دی جاتی ہے۔

۲۔ منتخب بندوں کو عالم ارواح میں ہی نسبت منتقل ہو جاتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے سمندر کی معرفت رکھنے والا ہی متقی ہوتا تھا۔

بی بی راستیؒ

(حضرت شیخ رکن عالم رکن الدینؒ کی والدہ)

بی بی راستیؒ فرغانہ کی شہزادی تھیں، حسن و جمال میں یکتا تھیں۔ ان کے حسن کی وجہ سے ریاست کے امراء اور شہزادے ان سے شادی کے خواہاں ہوتے تھے۔ لیکن شہزادی کو ان امیرزادوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ آپ کی عادات شہزادیوں سے بالکل مختلف تھیں۔ آپ کا رجحان شریعت کی پاس داری اور عبادت کی طرف تھا۔ آپ کے والد سلطان جمال الدینؒ بھی درویش صفت بزرگ تھے ان کی خواہش تھی کہ وہ جلد از جلد اپنی بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ ایک دن سلطان نے شہزادی سے شادی کی بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ ابا جان آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں، جب اللہ کا حکم ہو گا تو شادی ہو جائے گی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنا چاہئے۔

بی بی راستیؒ اکثر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہاں قیام کے دوران کعبہ میں عبادت کرتے ہوئے انہوں نے ایک بہت خوبصورت نوجوان کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نوجوان کے جسم سے نور کی شعائیں نکل رہیں تھیں۔ جب وہ نوجوان طواف ختم کر چکا تو آپ اس کے پاس گئیں اور اس سے اس کا نام پوچھا اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میرا نام صدرالدین ہے اور میں ملتان شہر کا رہنے والا ہوں۔

شہزادی نے پوچھا کہ آپ بہاء الدین زکریاؒ کے شہر سے تشریف لائے

ہیں۔ انہوں نے کہا! جی ہاں، میں ان کا بیٹا ہوں۔ شہزادی نے پوچھا!

کیا آپ شادی شدہ ہیں۔ انہوں نے کہا! نہیں۔

شہزادی نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا! اگر آپ شادی کے خواہشمند ہیں تو میں ایک ایسے رشتہ تک آپ کی راہنمائی کرسکتی ہوں جو آپ کے لئے مناسب ہوگا۔

صدرالدینؒ نے کہا! جہاں تک میری شادی کا تعلق ہے تو میرے والد ہی فیصلہ کریں گے۔ شہزادی نے فوراً فرغانہ کا سفر شروع کر دیا، فرغانہ پہنچ کر اپنے والد کو تمام قصہ بیان کر دیا۔ والد سن کر خوش ہوئے کہ شہزادی کو کوئی تو پسند آیا، چنانچہ انہوں نے فوراً ملتان کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ ملتان پہنچنے پر حضرت بہاءالدین زکریہؒ نے شاہی مہمانوں کا شاندار استقبال کیا۔ دوسرے دن دوران ملاقات سلطان جمال الدین نے حضرت بہاءالدین زکریہؒ سے دلی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی مخدوم زادے سے کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت بہاءالدینؒ نے فرمایا! میرے سب بیٹے آپ کے سامنے ہیں آپ جسے چاہیں اپنی فرزندگی میں قبول کرلیں۔ سلطان جمال الدین نے صدرالدینؒ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں اتنی مسافت طے کر کے آپ کے اس بیٹے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت بہاءالدین زکریاؒ نے رشتہ قبول کرلیا اور اس طرح دونوں کی شادی ہوگئی۔

ہر مہینہ کے چاند کی پہلی تاریخ کو حضرت بہاءالدین زکریہؒ اپنے بہوؤں اور بیٹوں کو اپنے حجرے میں بلا کر ملاقات کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے تمام بیٹے اور بہوئیں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ لیکن جیسے ہی شہزادی راستیؒ حجرے

میں داخل ہوئیں تو حضرت بہاءالدینؒ ایک دم کھڑے ہو گئے اور تعظیماً جھک گئے۔ شہزادی نہایت عاجزی سے بولیں، بابا! آپ مجھے شرمندہ کرتے ہیں، میں اس تعظیم کے قابل نہیں ہوں۔ میں تو آپ کی خادمہ ہوں۔

حضرت بہاءالدین زکریاؒ نے فرمایا! بیٹی! یہ تعظیم ہم نے اس وجود کو دی ہے جو تمہارے بطن میں پروان چڑھ رہا ہے، ہم اپنے دور کے قطب الاقطاب کی تعظیم میں کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر شہزادی راستیؒ اس قدر خوش ہوئیں کہ انہوں نے اپنا تمام اثاثہ غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت رکن الدین عالمؒ ۹ر رمضان المبارک ۶۴۹ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔

بی بی راستیؒ حضرت شیخ بہاءالحق بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کے بیٹے حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ کی بیوی اور حضرت شیخ ابوالفتح رکن عالم رکن الدینؒ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپؒ اپنے دور کی بہت بڑی عارفہ اور ولیہ خاتون تھیں۔آپ بے حد پرہیز گار، عبادت گزار اور قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ آپ ہر روز ایک قرآن پاک ختم کرتی تھیں۔ آپؒ اپنے سسر سے بیعت تھیں اور ان کی خاص مریدنی تھیں۔ آپ اپنے شیخ اور سسر سے بے حد عقیدت رکھتی تھیں۔ آپ نے اپنے سسر سے خصوصی روحانی فیض بھی حاصل کیا تھا۔

آپ کی وفات ۶۹۵ھ میں ملتان میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ اس مزار میں مردوں کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔

(خزینۃ الاصفیاء)

بی بی زلیخاؒ

(حضرت خواجہ محمد نظام الدین اولیاءؒ کی والدہ)

بی بی زلیخاؒ سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد نظام الدین اولیاءؒ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ابھی پانچ سال کے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی والدہ بی بی زلیخاؒ نے انتہائی حاصلہ اور صبر سے غربت کی حالت میں اپنے بیٹے کی پرورش کی۔ بی بی زلیخاؒ سوت کات کر اپنا گزر بسر کیا کرتی تھیں۔ آپ اپنے وقت کی جلیل القدر خاتون تھیں زہد و تقویٰ میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ تقویٰ اور پاکیزگی کی وجہ سے لوگ آپ کو اس وقت کی رابعہ بصریؒ کہتے تھے۔ آپؒ نے انتہائی مفلسی کی حالت میں بھی کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اکثر آپؒ کے دن فاقوں سے گزرتے تھے۔ ماں بیٹے اسی میں صبر و شکر سے گزارا کرتے تھے۔ جب کبھی فاقہ ہوتا تو آپؒ اپنے معصوم بیٹے سے فرماتیں کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ شروع شروع میں بیٹے کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی لیکن پھر وہ سمجھ گئے تھے۔

بی بی زلیخاؒ اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دیتی تھیں۔ انتہائی مجبوری کی حالت میں بھی حرام سے بچنے کی سختی سے تلقین کرتی تھیں۔ حضرت نظام الدینؒ کے پہلے استاد بدایوں کے نامور عالم مولانا علاء الدین اصولیؒ تھے۔ انہوں نے بڑی محبت اور محنت سے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو دینی تعلیم دی۔ جب آپؒ کی تعلیم مکمل ہوگئی تو انہوں نے آپ کی

دستار بندی کی تقریب کی جس میں شہر کے بڑے بڑے علماء و مشائخ کو دعوت دی۔

مزید تعلیم کے لئے بی بی زلیخاؒ اپنے بیٹے کو لے کر دہلی آ گئیں اور وہاں کے بڑے عالم شیخ شمس الدین خوارزمیؒ کی خدمت میں آپ کو بٹھا دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت خواجہؒ نے وہاں سے سند فضلیت حاصل کر لی۔ ان کے بعد حضرت خواجہ نے مولانا کمال الدین زاہدؒ سے علمی استفادہ کیا۔

بی بی زلیخاؒ اپنے بیٹے کا علمی ذوق وشوق دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتی تھیں اور انہیں خوب دعائیں دیتی تھیں۔ آپؒ صاحب نسبت اور مستجاب الدعوات خاتون تھیں۔ خشیت الٰہی کا آپؒ پر ہر وقت غلبہ رہتا تھا جس کی وجہ سے آپ کے اوپر رقت طاری ہو جاتی تھی اور آپ روتی رہتی تھیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی تعلیم ابھی جاری تھی کہ آپ کی والدہ بیمار پڑ گئیں۔ بیماری نے جب شدت اختیار کی تو بی بی زلیخاؒ کو اندازہ ہو گیا کہ اب میرا وقت قریب آ گیا ہے۔

اسی بیماری کے دوران ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے رات بے چینی سے گزاری۔ صبح ہی صبح والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا! یاالٰہی! یہ بے کس اب تیرے حوالے ہے۔

یہ کہا اور اپنی جان آفرین کے سپرد کر دی۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

یہ واقعہ جمادی الاخرہ ۶۴۸ھ کا ہے۔ آپؒ کا مزار دہلی کے مشہور ولی شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے مزار کے قریب ہے۔

سلطان المشائخؒ اپنی والدہ کی جلالت قدر کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان کی زندگی میں جب بھی کوئی مہم پیش آتی تو اس کا انجام کار ان کو خواب میں دکھا دیا جاتا تھا۔

(خزینۃ الاصفیاء)

آپ کے اقوال:

۱۔ علم لدنی اس بندے کو حاصل ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اسوۃ الحسنہ پر عمل کرے۔

۲۔ اللہ کی دوستی اس شخص کے دل میں داخل نہیں ہوتی جو مخلوق پر مہربان نہ ہو۔

دولت ایساں

(مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کی نانی)

دولت ایساں مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کی نانی تھیں۔ آپ میر شیر علی بیگ کی بیٹی تھیں۔ آپ بہت دانشمند، باہمت، بہادر اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ ۸۵۹ھ میں آپ کی شادی یونس خان چغتائی سے ہوئی۔ آپ کی تین بیٹیاں مہر نگار خانم، قتلق نگار خانم اور خوب نگار خانم پیدا ہوئیں۔

آپ کے خاوند اپنے دشمنوں کی وجہ سے تیس سال مصائب اور تکالیف کا شکار رہے۔ آپ نے نیک اور وفادار بیوی کی حیثیت سے ہر مشکل وقت میں اپنے خاوند کا بھرپور ساتھ دیا۔ جب دشمنوں سے نجات ملی تو ان پر فالج کا حملہ ہو گیا اور وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ ان کی بیماری کافی طویل رہی اس دوران ان کی خدمت اور خبر گیری کے لئے آپ کا ہی سہارا تھا۔ ۸۹۲ھ یونس خان کا انتقال ہوا۔

دولت ایساں نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ صحرا کی آزاد فضا میں گزارا تھا۔ بعد میں اپنے شوہر کے ساتھ بھی کئی مرتبہ آپ کو صحرا میں رہنے کا موقع ملا تھا۔ آپ کو شہری زندگی زیادہ پسند نہیں تھی۔ ۹۰۰ھ میں بابر نے آپ کو اندر جان کا گورنر بنا دیا تھا۔ آپ نے اپنی تفریح کے لئے اندر جان میں ایک باغ بنوایا تھا۔ آپ بیشتر وقت اس باغ میں گزارتی تھیں۔ دولت ایسان نے وہاں کا نظم ونسق

بڑی ہوش مندی اور انصاف سے چلایا۔ عوام آپ سے بہت خوش تھے اور دشمنوں کو بھی کوئی انتشار پھیلانے کا موقع نہیں ملا۔

دولت ایسان کی بیٹی قتلق نگار خانم کی شادی عمر شیخ میرزا امیر انشاء سے ہوئی۔ اس کے بطن سے بادشاہ ظہیر الدین بابر پیدا ہوا۔ بابر بادشاہ جب جنگوں میں جاتا تھا تو اس کی ماں قتلق نگار خانم بھی اس کے ساتھ جاتی تھی اور جنگ میں حصہ لیتی تھی۔

دولت ایسان کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی۔

(ہمایوں نامہ)

ملکہ عائشہ ام محمد

(اندلس کے آخری بادشاہ ابوعبداللہ محمد کی والدہ)

ملکہ عائشہ غرناطہ (اندلس) کے آخری بادشاہ ابوعبداللہ محمد کی والدہ تھیں۔
آپ بہت بہادر، جہاندیدہ، غیرت منداور نیک خاتون تھیں۔

جب ۸۹۷ھ کو بادشاہ ابوعبداللہ محمد نے غرناطہ کا اقتدار عیسائی بادشاہ کے حوالے کیا اور روتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ بی بی عائشہ جو ہمیشہ اپنے بیٹے کو عیسائیوں کے خلاف جہاد کرنے پر آمادہ کرتی رہتی تھی، انہوں نے ان الفاظ سے اپنے بیٹے ابوعبداللہ محمد کی مذمت کی!

"اے پست فطرت! تو اس قابل نہ تھا کہ تیرا تعلق عرب کی شریف نسل سے ہوتا۔ افسوس ہے کہ میرے ذریعہ سے تجھے اس عظیم قوم کا فرد بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ مجھے شرم آتی ہے کہ تجھ جیسے بے حس اور نامرد کو اپنا بیٹا کہوں۔ اگر میں تیری جگہ اینٹ پتھر جنتی تو اچھا ہوتا۔

اے بے شرم! اپنے اس وطن عزیز کے لئے گریہ و زاری کر جس کو تو مردوں کی طرح دشمن سے نہیں بچا سکتا۔

اے بے حیا بزدل! خوب رو اور عورتوں کی طرح واویلا کر۔

(مشاہیر نسواں)

حمیدہ بانو بیگم

(مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کی ماں)

حمیدہ بیگم مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کی بیوی تھیں۔ آپ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کی ماں تھیں۔ آپ کے والد کا نام میر بابا دوست تھا وہ ہمایوں بادشاہ کے بھائی میرزا ہندال کے استاد تھے۔ حمیدہ بانو بڑی باوقار، باحیا اور پردے کی سخت پابند خاتون تھیں۔ ہمایوں نے اتفاق سے انہیں اپنی سوتیلی والدہ دلدار بیگم کے پاس دیکھ لیا تھا اور اسی وقت ان سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ہمایوں نے بہت کوششوں سے انہیں اس شادی پر راضی کیا تھا۔ ہمایوں بادشاہ حمیدہ بانو کی بہت قدر کرتا تھا۔ انہوں نے بھی ہر مصیبت اور مشکل وقت میں ہمایوں کا ساتھ دیا۔ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر جب ہمایوں ایران جا رہا تھا تو راستے میں سندھ کے ایک مقام امرکوٹ پر آپ کے ہاں ہمایوں کے بیٹے جلال الدین اکبر کی ولادت ہوئی۔

حمیدہ بانو بہت دین دار اور رحمدل خاتون تھیں شریعت کے احکامات کی سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ آپ کو حج بیت اللہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ لوگ آپ کو حاجی بیگم کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ نے دہلی کے قریب ایک جگہ تین سو عرب کو لا کر آباد کیا تھا۔ اب بھی یہ جگہ سرائے عرب کے نام سے مشہور ہے۔

حمیدہ بیگم کا انتقال اپنے بیٹے اکبر بادشاہ کے دور میں ۹۸۹ھ میں ہوا۔ آپ کو مریم مکانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ (طبقات الکبریٰ)

خونزہ ہمایوں

(چاند بی بی یا چاند سلطانہ کی ماں)

خونزہ ہمایوں حسین نظام شاہ والئی احمد نگر (۹۶۱ھ تا ۹۷۲ھ) کی بیوی اور مرتضٰی نظام شاہ والئی احمد نگر (۹۷۲ھ تا ۹۹۶ھ) کی ماں تھیں۔ آپ چاند بی بی یا چاند سلطانہ کی ماں تھیں۔ آپ بہت دانش مند اور بہادر خاتون تھیں۔

حسین نظام شاہ کی وفات ۹۷۲ھ میں ہوئی اس وقت آپ کا بیٹا مرتضٰی نظام شاہ نابالغ تھا۔ وہ تخت کا وارث بنا لیکن نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کی ماں خونزہ ہمایوں کو اس کا سرپرست بنایا گیا۔ خونزہ ہمایوں نے چھ سال تک احمد نگر کا نظام حکومت بڑی عمدگی سے چلایا۔

اس کے بعد بعض امراء حکومت آپ کے خلاف ہو گئے اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ نے اپنے بھائی کو بہت زیادہ اختیارات دئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ملکہ خونزہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ بالآخر انہوں نے خونزہ ہمایوں کو اقتدار سے محروم کر دیا۔

(تاریخ فرشتہ)

ملکہ ارجمند بانو (ممتاز محل)

(مغل بادشاہ اورنگزیب کی والدہ)

ملکہ ارجمند بانو نور جہاں کے بھائی آصف جاہ کی بیٹی تھی۔ آپ کی والدہ مرزا غیاث الدین علی قزدینی کی بیٹی تھیں جو اکبر بادشاہ کے زمانے میں فوج کے سپہ سالار تھے۔

ارجمند بانو ۱۴/ رجب ۱۰۰۱ھ پیدا ہوئیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والدین نے بڑے اہتمام سے کی۔ جب جہانگیر بادشاہ کو آپ کی سلیقہ مندی، علم و ہنر، ادب و تمیز اور خوبصورتی کا معلوم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے شاہ جہاں کے لئے آپ کا رشتہ مانگ لیا جو منظور ہو گیا۔ آپ کی شادی ۱۰۲۱ھ بمطابق ۱۶۱۲ء میں بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ شادی کی رسومات اعتماد الدولہ کے عظیم الشان محل میں ادا ہوئیں۔ شادی کی تقریب میں بادشاہ جہانگیر بنفس نفیس شریک ہوئے۔ دولہا نے اپنے ہاتھوں سے دلہن کے گلے میں ہیروں کا ہار پہنایا اور پانچ لاکھ مہر قرار پایا۔

ارجمند بانو کی خوبصورتی اور حسن اخلاق کی وجہ سے شاہ جہاں ان سے بے حد محبت کرتا تھا۔ وہ جب بھی سفر پر جاتا اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاتا تھا۔ ۱۰۳۸ھ بمطابق ۱۶۲۸ء کو شاہ جہاں تخت نشین ہوا تو اس نے تاج پوشی کے موقع پر ارجمند بانو کو ممتاز محل کا لقب دیا اور ایک بڑی جاگیر تحفہ میں دی۔ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں میاں بیوی میں محبت بڑھتی گئی۔ شاہ جہاں ہر معاملہ میں بیوی سے

مشورہ کرتا تھا۔ ارجمند بانو رحم دل ہونے کی وجہ سے ہمیشہ عوام کے مفاد میں جہانگیر بادشاہ سے فیصلے کرایا کرتی تھی۔ بہت سے لوگوں کو اس نے موت کے منہ سے بچایا اور بہت سے لوگوں کی سزامیں کمی کروائی۔ ان تمام باتوں کے باوجود وہ ایک گھریلو خاتون تھیں امور سلطنت میں دخل اندازی کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ لیکن شوہر کی دلجوئی اور خوشنودی کی خاطر کبھی کبھی وہ بعض معاملات میں شریک ہو جایا کرتی تھیں۔ ان کو شاہی خزانے سے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔ جس کا بیشتر حصہ غریبوں، محتاجوں اور یتیموں پر خرچ کرتی تھیں۔

۱۰۴۰ھ میں شاہ جہاں دکن گیا تو اپنی بیوی ممتاز محل کو بھی ساتھ لے گیا۔ برہان پور کے مقام پر ممتاز محل کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کی ولادت کے فوراً بعد ۱۷/ذوالقعدہ ۱۰۴۰ھ بمطابق ۱۷/جون ۱۶۳۱ء کو ممتاز محل کا انتقال ہوگیا۔

شاہ جہاں کو ممتاز محل کی موت پر بہت صدمہ ہوا اور اس نے ان کے بعد کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ممتاز محل کی جسد خاکی کو برہان پور سے آگرہ لا کے دفن کیا گیا۔ اس پر شاہ جہاں نے عظیم الشان مقبرہ بنایا جو آج بھی ''تاج محل'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دنیا کی خوبصورت ترین عمارتوں میں سے ایک ہے۔ اس میں صنعتِ تعمیر اور فن کاری کے بعض ایسے پہلو ہیں جن کا کوئی ثانی نہ ہو سکا۔ اس لئے تاج محل شاہ جہاں اور ممتاز محل کی لازوال محبت کا لافانی یادگار بن

گیا۔

ممتاز محل کے چودہ بچے تھے جن میں نصف کم عمری ہی میں مر گئے جن میں چار شہزادے اور تین شہزادیاں تھیں۔ باقی کے نام درج ذیل ہیں:

دار الشکوہ، محمد شجاع، محمد مراد بخش، اورنگ زیب، جہاں آرا بیگم، روشن آرا بیگم اور گوہر آرا بیگم۔

(بزم تیموریہ۔مشاہیر نسواں)

ملکہ بزم عالم

(عثمانی سلطان عبدالمجید خان کی والدہ)

ملکہ بزم عالم سلطنت عثمانیہ کے بادشاہ سلطان محمود خان ثانی کی بیوی اور سلطان عبدالمجید خان کی والدہ تھیں۔ آپ نہایت دین دار، عبادت گزار، نیک سیرت اور مخیّر خاتون تھیں۔

آپ نے قسطنطنیہ (استنبول) میں '' نیکی باغیچہ '' کے پاس ایک عظیم الشان ہسپتال بنوایا تھا۔ جس میں ہر قسم کے مریضوں کا علاج ہوتا تھا۔ اس ہسپتال کے درمیان ایک خوبصورت باغ بنوایا تھا تا کہ وہ مریضوں کے لئے فرحت کا باعث ہو۔ ہسپتال کے اخراجات پورے کرنے کے لئے ملکہ نے اپنی جائداد وقف کر دی تھی۔ ان کی طرف سے ہدایت تھی کہ ہسپتال میں نہ صرف مریضوں کا علاج ہو بلکہ ان کے کھانے پینے اور لباس کا بھی انتظام کیا جائے۔

ملکہ نے محلّہ توپ خانہ کے قریب ایک عظیم الشان مسجد بھی بنوائی جو '' ینی والدہ جامع '' کے نام سے مشہور ہوئی۔

۱۲۶۱ھ میں ملکہ نے گولڈن ہارن پر ایک نیا پُل بنوایا جو '' والدہ سلطان کبری '' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پُل شہر کے عین وسط میں بنایا گیا تھا اور بعد میں یہ جگہ قسطنطنیہ کی تجارت کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔

اسی طرح ملکہ نے رفاہ عامہ کے بہت سے کام کئے۔ وہ اپنے ان نیک کاموں کی وجہ سے آج بھی عزت و اکرام سے یاد کی جاتی ہیں۔ (مشاہیر نسواں)

بی اماں (آبادی بیگم)

(مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی کی والدہ)

بی اماں کا اصل نام آبادی بیگم تھا۔ آپ ۱۸۵۲ء میں امروہہ، ضلع مرادآباد کے مغل خاندان کی ایک مشہور شاخ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دین اور وطن کی خاطر بھرپور حصہ لیا تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئے تھے۔ خیال ہے کہ شاید کسی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ آبادی بیگم پانچ سال کی تھیں کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ جس میں آپ نے قرآن پڑھنا سیکھا۔ آپ کی شادی نوعمری میں ناگپور میں عبدالعلی رام پوری سے ہوئی۔ وہ آپ کا زیادہ دیر تک ساتھ نہ دے سکے اور ۱۸۸۰ء میں صرف ۳۳ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ بی اماں کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ بی اماں نے تھوڑی بہت اردو اور فارسی بھی سیکھی تھی لیکن یہ زبانیں لکھ نہیں سکتی تھیں۔ اس معمولی تعلیم کے باوجود آپ نے اپنے بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ یہاں تک کہ اپنے زیورات بیچ کر بچوں کی تعلیمی ضروریات کو پورا کیا۔ انھوں نے اپنے بیٹوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم بھی دلوائی۔ آپ خود بھی نماز روزے کی بہت پابند تھیں اور اپنی اولاد سے بھی پابندی کروائی۔

۱۸۹۸ء میں بی اماں نے اپنے بیٹے مولانا محمد علی جوہر کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھیجا۔ واپس آ کے مولانا محمد علی جوہر نے اپنے بھائی مولانا شوکت علی کے ساتھ مل کر سیاست میں حصہ لیا۔

بیسویں صدی کے دوسرے عشرے کے آخری سالوں میں غیر منقسم ہندستان ایک ایسی تحریک کی لپیٹ میں آ گیا تھا جس سے ہر بچہ، جوان اور بوڑھا متاثر ہوا۔ یہ تحریک ''تحریک خلافت'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس تحریک کو خاطر خواہ کامیابی تو حاصل نہ ہو سکی لیکن اس کے مثبت اثرات بہت عرصہ تک محسوس کئے جاتے رہے۔ اس تحریک کے سلسلہ میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے بہت شہرت حاصل کی۔ اس وقت وہ مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں میں بھی مقبول تھے۔ ہندو کانگرس کے علاوہ دوسری سیاسی جماعتوں نے بھی تحریک خلافت کے حق میں قراردادیں پیش کیں۔ برصغیر کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ پردہ دار خواتین بھی میدان عمل میں اتریں تھیں۔

ستمبر ۱۹۲۱ء میں مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بھائی مولانا شوکت علی کو حکومت نے گرفتار کیا اور اس مقدمہ کی سماعت کراچی کے خالق دینا ہال میں ۲۶ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو شروع ہوئی اور یکم اکتوبر ۱۹۲۱ء تک جاری رہی۔ ۴ر نومبر ۱۹۲۱ء کو مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور ان کے پانچ ساتھیوں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا غلام مجدد سرہندی اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور سوامی شنکر اچاریہ کو دو دو سال قید با مشقت کا حکم سنا دیا گیا۔

مسلمان خواتین علی برادران کی والدہ ''بی اماں'' کی زیرِ سرکردگی سڑکوں پر نکل آئیں۔ جس کام کا بیڑا علی برادران نے اٹھایا تھا اس کی تکمیل کے لئے مسلم خواتین نے بی اماں کی راہنمائی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ بی اماں اور بیگم محمد علی جوہر نے ملک بھر کے دور دراز علاقوں کے دورے کئے۔ گھر گھر جا کر چندہ جمع کیا، جلسے منعقد کئے، جلوس نکالے اور خواتین پر تحریک خلافت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے انہیں اس میں جان و مال کی قربانی دینے پر ابھارا۔ مسلم خواتین نے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی استطاعت کے مطابق ان کی مدد کی۔ یہاں تک کہ اپنے زیور تک ان کی جھولی میں ڈال دئے۔ جس کی وجہ سے تحریک جاری رکھی جاسکی۔

بی اماں کی اس بڑی عمر میں مختلف صوبوں کے دورے کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اسی دوران کلکتہ میں لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت پروگرام کے مطابق مولانا محمد علی جوہر نے کرنی تھی۔ لیکن مولانا کی گرفتاری کی وجہ سے مولانا محمد علی جوہر کی تصویر صدارت کی کرسی پر رکھ دی گئی اور صدارتی تقریر بی اماں نے ایسی کی کہ وہ تاریخ کا حصہ بن گئی۔

اس تقریر میں بی اماں نے قوم کو وہ پیغام دیا جس نے تحریک آزادی میں ایک نئی روح پھونک دی۔ علی برادران کی نظر بندی کے دوران بی اماں کو یہ اطلاع ملی کہ ان کے بیٹے حکومت کی کچھ شرائط منظور کر کے تحریک سے دستبرداری کا فیصلہ

کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اس خبر پر بی اماں نے اپنے بیٹوں سے کہا! میں نے تم کو صرف اللہ کے سامنے جھکنے کی ترغیب دی ہے۔ تم نے اگر رہائی کے لئے حکومت کے سامنے جھکنا قبول کرلیا اور مشروط رہائی قبول کی تو میں تم دونوں کا گلا اپنے ضعیف ہاتھوں سے گھونٹ دوں گی اور حشر کے دن دودھ بھی نہیں بخشوں گی۔ جب حکومت نے علی برادران کو دوسال کی قید بامشقت کی سزا سنائی تو بی اماں کی حوصلہ افزا للکار سارے ملک میں اس طرح گونج اٹھی ؛

بولیں اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

۱۹۲۳ء میں جامعہ ملّیہ دہلی میں حکیم اجمل خان کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ بی اماں نے اس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا!

بیٹو! میں نے برقعہ اتار دیا ہے اس لئے کہ اس ملک میں اب کسی کی آبرو باقی نہیں رہی۔ میں نے ۱۸۵۷ء میں اپنے جھنڈے کو لال قلعہ سے اترتے دیکھا ہے۔ اب میری یہ تمنا ہے کہ بدیسی جھنڈے کو لال قلعہ سے اترتے دیکھوں۔

۱۹۲۳ء میں بہار میں گیا کے مقام پر خلافت کانفرنس، جمعیت علماء ہند، مسلم لیگ اور انڈین کانگرس کے اجلاس ایک جگہ ہو رہے تھے۔ یہ دور تحریک خلافت کا دور تھا۔ علی برادران قید کی سزا کاٹ رہے تھے۔ اتنے میں یہ خبر آئی کہ لوزان کانفرنس ٹوٹ گئی اور انگریز یونانیوں کے ساتھ مل کر خلافت اسلامیہ ترکیہ پر

حملہ کرنے والے ہیں۔ اس کے ردعمل میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں اس دور کے نامور مفکرین اور لیڈر نے شرکت کی۔ اس اجلاس کی صدارت بی اماں نے کی۔ ان کی تقریر اتنی ولولہ انگیز تھی کہ مولانا شاہ سلیمان بے ساختہ کہہ اٹھے کہ " یہ تقریر کاہے کو ہے یہ تو اعلان جہاد ہے " اس وقت بی اماں کی عمر ۷۲ سال تھی۔ اس ضعیف عمری میں بھی آپ نے حوصلہ نہ ہارا اور با حوصلہ ماں بن کر قوم کے بیٹوں کو ہمت وعزم کا درس دیتی رہیں۔

برصغیر میں بی اماں تحریک آزادی کی پہلی خاتون ہیں جو میدان عمل میں آئیں۔ آپ کے دل میں وطن کی آزادی کے لئے جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ لیکن ان کی زندگی نے ساتھ نہیں دیا اور وہ ملک آزاد ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکیں۔ اس وقت کی مختلف انجمنوں، سیاسی جماعتوں، مفکرین اور علماء نے آپ کی وفات کو تحریک آزادی کا بہت بڑا نقصان قرار دیا۔

بی اماں ۱۲/نومبر ۱۹۲۴ھ کو رات کے دو بج کر دس منٹ پر اپنے خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔

(تحریک پاکستان میں مسلم خواتین کا کردار)

محترمہ امام بی بیؒ (بے جیؒ)

(حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی والدہ)

محترمہ امام بی بیؒ جن کو سب لوگ "بے جی" کہتے تھے حضرت علامہ اقبالؒ کی والدہ تھیں۔ ان کا تعلق سمبڑیال ضلع سیالکوٹ کے ایک کشمیری گھرانے سے تھا۔ سیالکوٹ کے شیخ نور محمدؒ سے شادی کے کچھ عرصہ بعد امام بی بیؒ کے گھر والے (میکہ والے) سیالکوٹ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ شیخ نور محمد درزی کا کام کیا کرتے تھے۔ بے جی کے زمانے میں خواتین میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا۔ اس لئے بے جی نے بھی لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ آپ نے نماز سیکھ لی تھی اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں۔ ظاہری تعلیم نہ ہونے کے باوجود آپ سمجھ دار، معاملہ فہم، خوش اخلاق، خانہ داری میں ماہر، دریادل اور باوقار خاتون تھیں۔ برادری میں ہونے والے اختلافات اور جھگڑوں کو بڑی خوبی سے سلجھاتی تھیں۔ ناراض لوگوں کے گلے ملواتی تھیں۔ ان خوبیوں کی وجہ سے ان کے عزیز رشتہ دار اور محلے دار آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کو بے جی پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی قیمتی چیزیں، زیورات وغیرہ آپ کے پاس اماناتاً رکھواتے تھے۔ بے جی ان کو بڑی احتیاط اور حفاظت سے رکھتی تھیں۔

آپ غریبوں اور ضرورت مندوں کی بہت مدد کیا کرتی تھیں۔ اور اس کام کو راز میں رکھتی تھیں۔ آپ یہ کام خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرتی تھیں۔ آپ کے بڑے بیٹے شیخ عطا محمد اپنی والدہ کو لوگوں کی مدد کے لئے

پیسے دیا کرتے تھے۔ آپ غریب اور نادار لوگوں کے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لیتی تھیں۔ اور ان بچوں اور بچیوں کے ساتھ بالکل اپنے بچوں جیسا برتاؤ کرتی تھیں۔ بے جی بچیوں کو اور عورتوں کو قرآن پڑھنا سکھاتی تھیں، نماز اور دینی مسائل سمجھاتی تھیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ان کو اردو پڑھنا، سینا پرونا اور کھانا پکانا وغیرہ کے سکھانے کا بھی انتظام کر رکھا تھا۔ آپ لڑکیوں کے مناسب رشتے تلاش کر کے ان کی شادیاں کروا دیتی تھیں۔ بے جی اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں۔

علامہ اقبال ؒ نے اپنی والدہ کی حسن تربیت اور حسن عمل کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا!

تربیت سے میں تیری انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرا اجداد کا سرمایہ و عزت ہوا
دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

(بانگ درا)

بے جی ؒ اعلیٰ درجہ کی منتظم تھیں۔ علامہ اقبال اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ جب وہ یورپ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو آپ کی والدہ گھنٹوں آپ کے خطوط کے انتظار میں بیٹھی رہتی تھیں۔

جب تک بے جی حیات رہیں، لاہور کے قیام کے دوران علامہ اقبال کا یہ معمول تھا کہ گرمیوں کی تعطیلات میں یا جب ان کو فرصت ملتی، سیالکوٹ والدہ کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے۔ تمام بہن بھائی اکٹھے ہو جاتے اور خوشگوار محفلیں چلتیں۔

بے جی کا انتقال ۹/نومبر ۱۹۱۴ء کو ہوا اور سیالکوٹ میں امام علی الحق شہید صاحب کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

سیدہ خیر النساء بہترؔ

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی والدہ)

آپ برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین اور مصنف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی والدہ تھیں۔ آپ کے والد کا نام سید شاہ ضیاء النبی ؒ تھا۔ جو ایک بڑے زمیندار ہونے کے باوجود اپنے وقت کے شیخ کامل تھے۔ سینکڑوں افراد نے آپ سے اصلاح و ہدایت حاصل کی۔

سیدہ خیر النساء کی پیدائش تیرھویں صدی ہجری میں بریلی کے قریب ایک بستی ''دائرہ شاہ علم اللہ'' میں ہوئی۔ والدین نے آپ کی دینی تعلیم کا خاص بندوبست کیا تھا۔ آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے گھر کے دستور کے مطابق آپ کی زیادہ تر تعلیم و تربیت گھر میں ہی ہوئی۔ آپ کی شادی مولانا سید حکیم عبد الحئیؒ کے صاحبزادے مولوی حکیم سید فخر الدین ؒ سے ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ آپ کے شوہر کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا ان سے ایک بیٹا جن کا نام سید عبد العلی ؒ تھا۔ وہ بہت ذہین اور قابل انسان تھے۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور بڑے ہو کر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم بنے اور ڈاکٹر سید عبد العلی کے نام سے مشہور ہوئے۔

سیدہ خیر النساء نے شادی کے بعد اپنے شوہر کی دو بہنیں اور ایک سوتیلے بیٹا سید عبد العلی کی تعلیم و تربیت اتنی شفقت اور محبت سے کی کہ وہ اپنی حقیقی ماں کو

بھول گئے۔ آپ کو شروع میں بہت مالی تنگی کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور گھر میں خوش حالی اور آسودگی آ گئی۔ آپ کے شوہر ایک کامیاب حکیم اور ندوۃ العلماء کے ناظم بھی تھے۔ آپ کے تین اولادیں ہوئیں سیدہ امۃ العزیز، سیدہ امۃ اللہ تسنیم (عائشہ) اور سید ابوالحسن علی۔

آپ کے شوہر حکیم سید عبدالحئی کی شادی کے چار سال بعد ۱۸/ جمادی الآخریٰ ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲/فروری ۱۹۲۳ء میں وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کے ۴۵ سال بعد تک آپ حیات رہیں۔ یہ وقت آپ نے بہت حوصلہ اور ہمت سے گزارا۔ اس دوران آپ کو حج بیت اللہ کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سعادت مند اولاد عنایت کی تھی جو آپ کی اطاعت گزاری اور خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی۔

آخری عمر میں آپ کی بصارت جاتی رہی تھی۔ آپ کا زیادہ تر وقت اللہ کی عبادت اور ذکر میں رہتا تھا۔ ۶/ جمادی الآخریٰ ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۱/اگست ۱۹۶۸ء کو آپ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ آپ کی تدفین دائرہ شاہ علم اللہ کے خاندانی قبرستان میں ہوئی۔

آپ کی نمایاں صفات میں دین سے محبت، توکل علی اللہ، خشیت الٰہی، صبر وشکر، شفقت ومحبت، علم سے بے حد لگاؤ تھا۔ آپ نے اپنی اولاد کی تربیت کر کے ان کے اندر ایک اچھے مسلمان کی تمام خوبیاں بھر دیں تھیں۔

سید ابوالحسن علی ندوی ؒ اپنی والدہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

گھر میں کسی بڑے مرد کے نہ ہونے کی وجہ سے والدہ صاحبہ میری نگرانی، اخلاقی اور دینی تربیت کی خود ذمہ دار تھیں۔ مجھے قرآن مجید کی بڑی بڑی سورتیں انہوں نے اسی زمانے میں یاد کرا دیں تھیں۔ ان کی شفقت خاندان میں ضرب المثال تھی اور والد صاحب کے انتقال کی وجہ سے وہ میری دلداری اور بے حد ناز برداریاں کرتی تھیں۔ لیکن دو باتوں میں وہ بہت سخت تھیں، ایک نماز کے بارے میں، اگر میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا تو چاہے کتنی گہری نیند میں ہوں مجھے اٹھا کر نماز پڑھواتی تھیں۔ اسی طرح فجر کی نماز کے وقت جگاتیں، مسجد بھیجتیں اور پھر قرآن مجید کی تلاوت کے لئے بٹھاتیں تھیں۔ دوسری بات جس کا انہوں نے بہت خیال رکھا وہ یہ کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں۔ کبھی کسی کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہ کروں۔ اگر کسی کے ساتھ حقارت یا غرور سے پیش آؤں تو وہ مجھ سے معافی منگواتی تھیں۔ اگر میں کبھی گھر کے کسی ملازم یا ملازمہ کے ساتھ بری طرح پیش آتا یا ان کی توہین کرتا تو وہ مجھے سزا دیتی تھیں۔ اور جب تک جس کے ساتھ زیادتی ہوئی وہ مجھے معاف نہ کردے آپ مجھے معاف نہیں کرتی تھیں۔

تیسری چیز جو مجھے خاص طور پر یاد آتی ہے وہ یہ کہ وہ مجھے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں اور جلیل القدر ہستیوں کے نام اور ان کے کارناموں کا ذکر کیا کرتی رہتی تھیں اور ان کے حالات بتاتی رہتی تھیں۔ ان میں زیادہ تر خاندان کی

دینی شخصیات ہوتی تھیں۔ آپ اس بات پر زور دیتی تھیں کہ اصل عزت اور باقی رہنے والی دولت یہی دین وعلم ہے۔

والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے دعاؤں اور مناجات کا بہت شوق و ذوق عطا فرمایا تھا۔ یہی شوق انہوں نے اپنی اولاد میں پیدا فرمایا۔ ہم بہن بھائی کو انہوں نے بہت سی دعائیں زبانی یاد کروائیں تھیں۔

آپ اپنے بچوں کو نصیحت کرتی تھیں کہ دیکھو بیٹا! ہمت سے زیادہ محنت نہ کرنا، زیادہ محنت دماغ قبول نہیں کرتا۔ دل ودماغ کی صحت ضروری ہے۔ اس کا زیادہ خیال رکھو جہاں تک ممکن ہو ایک ماہ کی محنت ایک دن میں نہ کرنا۔ اگر تم اس قدر محنت کرو گے تو پھر دنیا کیسے برتو گے۔ دنیاوی معاملات کو پورا کرنا بھی عبادت ہے۔ ہمدردی اور حق پرستی یہ تمام باتیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے ہیں۔

(کاروان زندگی، خواتین اور دین کی خدمت)

دُرُود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات　　یا مجیب الدعواۃ

یا شافی الامراض　　یا دافع البلیّات

یا حل المشکلات　　یا کافی المہمّات

یا رافع الدرجات　　یا ارحم الرّٰحمین

(آمین)

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سرداراور آقا حضرت محمد ﷺ اوران کی آل اوراصحابؓ اور پیغمبروں پر درود بھیج اوراس کے ذریعے تو ہمیں تمام خوف و ہراس اور مصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کو پورا فرمادے اور ہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمادے اور ہمیں زندگی میں اور موت کے بعد تمام بھلائیوں سے نوازدے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِ یْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْ بِنَا

وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ

وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّ شِدِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ

غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ

☆☆☆

یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)
2- ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ
3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ
4- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
5- نفس کا بیان
6- بشر و شجر
7- تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
8- غفلت اور جہالت
9- اخلاقِ مومن
10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابوحنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؒ)
11- نفاق
12۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہؓ
13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ
14۔ امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین
15۔ عظیم مسلمان مائیں
16۔ دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)
19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)

PUBLICATIONS OF SIKANDER NAQSHBANDI

1 - Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)
(According to the Calendar)
2 - Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)
3 - Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)
4 - HEARTS - In the light of the Quran
5 - What is Soul (Nafs)
6 - Historical Trees of Islam
7 - Hypocrisy
8 - Carelessness and Ignorance
9 - Muslim Protocols
10 - Biographies of Muhadeseen
11 - Biography of Imam-e-Azam
12 - Dajjal, Imam Mehdi and Hazrat Esa (AS)
13 - Great Women in Islamic History. V1 & 2
14 - Seerat Syedna Amir Muawiyah (RA)
15 - NAQSHBANDIA FAMILY
16 - STORIES OF AULIYA KARAM (ra)
17 - TASAWWUF
18 - Jihad and Mujahid
19 - Great Muslim Mothers
20 - Reputable Muslim Shaheed Ladies
21 - Speech Cautiousness
22 - Very Important Basic Masail
23 - Articles (English and Urdu)

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1 سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ و سال کے آئینہ میں)

2 ثانی اثنین ۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

3 سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

4 دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)

5 نفس کا بیان 6 بشر و شجر

7 تصوف (قرآن و سنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)

8 غفلت اور جھالت 9 اخلاقِ مومن

10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (حضرت نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ)

11 نفاق 12۔ زبان کا بیان

13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

14۔ امتِ مسلمہ کی نامور شھداء خواتین

15۔ عظیم مسلمان مائیں

16۔ دجال، امام مھدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات

18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)

19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)

20۔ جھاد اور مجاہد

21۔ ائمہ حدیث کے مختصر حالات

22۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

23۔ انتھائی ضروری بنیادی مسائل

Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

sikander.naqshbandi@gmail.com